وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

مقاصِدُ السّالِکین

تالیف:

رہبرِ شریعت و طریقت ترجمانِ حقیقت و معرفت

حضرت خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی مجددی قدس سرہ

محمد بدر الاسلام

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

تالیف:

رہبر شریعت طریقت ترجمان حقیقت معرفت

حضرت خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی مجددی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب : مقاصد السالکین

تالیف : حضرت خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی مجددی

ترجمہ : محمد بدر الاسلام

پروف ریڈنگ : مولانا حافظ یوسف علی مجددی

اشاعت اول : ۲۰۰۵ء صفر المظفر ۱۴۲۶ھ

تعداد : نو سو (۹۰۰)

قیمت : ۲۶۰/- روپے

ناشر : شعبہ نشر و اشاعت دار العلوم سلطانیہ جہلم

فون : 092 - 541 - 730889 - 733811

ای۔میل : sultania786@hotmail.com

اِنتساب

شیخ العارفین مربی السالکین سیدی مرشدی
کنزی لیومی وذخری لغدی جدی المکرم

حضرت خواجہ قاضی **محمد صادق** نقشبندی مجددی

دامت انوارھم القدسیہ کے مبارک نام

من کیستم با تو دمِ بندگی زنم   چندیں سگان کوئے تو یک کم ترین منم

نیاز کیش
محمد بدرالاسلام

فہرست

مقصدِ سوم

مقصدِ چہارم

مقصدِ پنجم

کَلِمَۃُ الْمُتَرْجِم

دُنیا سے بے رغبتی، مشیت ایزدی پر راضی رہنا، امورِ دینیہ میں اخلاص بجا لانا، کسی کو حقیر نہ سمجھنا، خودپسند نہ ہونا، غُصہ ضبط کرنا وغیرہ الغرض تزکیۂ نفس، تصفیہ قلب اور اخلاقِ حسنہ کے مجموعہ کو تصوّف کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

تصوّف کا اصل منبع و مآخذ قرآنِ کریم اور حدیثِ نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام ہے۔ پھر صوفیۂ کرام نے صحابہ کرام اہلِ بیتِ اطہار اور اولیاء کے اقوال، اعمال اور اخلاق و اخلاص سے راہنمائی حاصل کی۔

صوفیۂ کرام نے وقت کی ضرورت کا ادراک کرتے ہوئے تعلیماتِ تصوف پر مبنی تصانیف کا آغاز کیا۔ ہر دور میں بے شمار کتب تحریر کی گئیں۔ ماضی قریب میں "مقاصد السالکین" کو بڑی مقبولیت حاصل رہی۔ اصل کتاب فارسی میں ہے اس کا ترجمہ قارئین کی نذر کیا جا رہا ہے۔

مشائخِ نقشبندیہ مجددیہ نے اسے بے حد پسند کیا خود مطالعہ فرماتے اور سالکین کو بھی مطالعہ کا مشورہ دیتے۔ خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ نُور مُحمّد چوراہی رحمۃ اللہ عَلَیْہِ اکثر اپنے مطالعہ میں رکھتے اور شب اپنے سینہ مبارک پر رکھ کر آرام فرماتے، آپ کے مرید و خلیفہ شیخ المشائخ حضرت خواجہ مُحمّد خانِ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اپنے دونوں صاحب زادگانِ والاشان کو اس کے الگ الگ قلمی نسخے تیار کروا کے عطا کیے۔ حضراتِ باولی شریف کی خانقاہ مبارکہ میں ہر دو صاحب زادگان کے الگ الگ نادرِ روزگار مخطوطات اور مطبوعات کے عظیم ذخیرے تھے۔ گردشِ روزگار کے باعث وہ مختلف جگہوں میں بکھر گئے ہیں۔ مختلف مقامات پر ان کی باقیات دیکھنے سے ان ذخائر کی عظمت، قدر وقیمت اور ان کے مالکان کی علمی وسعت اور گہرائی کا کچھ اندازہ

ہو سکتا ہے۔

سُلطانُ المشائخ حضرت خواجہ قاضی محمّد سُلطانِ عالم صِدیقی مجدِدی قدس اللہ سرہٗ اسے اپنے سرہانہ کے ساتھ رکھتے۔ نیز فرمایا کرتے: "اس کے چند اوراق کے مطالعہ سے غفلت دور ہو جاتی ہے"۔

سیِدی و مرشِدی و مربی رہبرِ کامل حضرت شیخ دامت انوارہم القدسیہ، دام ظلہ علینا ابدا، طالبانِ راہِ حق کو اس کے مطالعہ کا حکم فرماتے، چنانچہ اپنے ایک مُسترشِد کی جانب یوں تحریر فرماتے ہیں: "اگر تصوف کی کوئی کتاب میسّر ہو تو بشرطِ فرصت مطالعہ کریں مکتوباتِ شریفہ یا جواہرِ علویہ، **"مقاصد السالکین"** نہایت اعلیٰ کتاب ہے۔

قبل ازیں اس کتاب کا ترجمہ ملک فضل الدین نقشبندی رَحمۃ اللہ عَلَیہِ نے کیا، مولانا امام الدین نقشبندی گجراتی عَلَیہِ الرحمۃ نے اس پر نظر ثانی بھی فرمائی، اور جو نسخہ ترجمہ کے وقت اُن کے پیشِ نظر تھا اس میں غلطیاں تھیں جس کا اقرار خود ملک فضل الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں کیا ہے۔ "میں اپنے مخدوم و مکرم حضرت حافظ مولوی امام الدین نقشبندی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کا تہہ دل سے شکر ادا کرتا ہوں جنہوں نے اپنا بیش قیمت اور لاثانی وقت اس بامحاورہ ترجمہ کے مدارج نگاہ میں رکھنے اور اصل فارسی کتاب میں جو غلطیاں تھیں، ان کے درست کرنے میں مجھے پوری پوری مدد دی ہے"۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس عاجز کو اس کا عمدہ اور صحیح فارسی متن دستیاب ہو گیا جو حضراتِ باولی شریف کے عظیم کتب خانہ میں رہا ہے اور ان کے زیر مطالعہ رہا ہے۔ اس کا مطالعہ کیا تو چند مقامات نظر سے گزرے جو ترجمہ سے رہ گئے تھے، کچھ ایسے مقامات بھی تھے جہاں دیگر الفاظ کا اضافہ تھا اور بعض جگہیں ایسی تھیں جہاں اصل اور ترجمہ میں مطابقت مفقود تھی۔ کتاب کے ازسرنو ترجمہ کی ضرورت کا احساس ہوا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا نام لے کر اپنے استاذِ گرامی قدر عالمِ ربانی علامہ مفتی محمد علیم الدین نقشبندی مجددی زیدہ مجدہٗ کی راہنمائی میں اس کٹھن کام کا آغاز کیا۔ بعض مقامات پر اس ترجمہ سے مدد لی گئی ہے۔

تکمیلِ ترجمہ کے بعد کتاب خانہ گنج بخش اسلام آباد کے قلمی نسخے کا عکس حاصل کیا جو شکستہ خط میں ہے لیکن پڑھا جاسکتا ہے اس میں چند مقامات پر متن میں اضافے نظر آئے ان اضافات کا ترجمہ بھی اس میں شامل کرلیا گیا ہے۔ اس مخطوطے کا نمبر کتب خانہ گنج بخش میں (۹۴۹۹) ہے۔

ناسپاسی ہوگی کہ مکرمی پروفیسر محمد اقبال مجددی زید مجدہٗ کا ذکر نہ کروں کہ آپ نے گوناگوں مصروفیات کے باوجود مُقدمہ تحریر فرمایا، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

قارئین کرام اگر کسی غلطی سے آگاہ فرمائیں تو اس عاجز پر احسان ہوگا۔

آخر میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور التجاء ہے کہ اسے حُسنِ قبول سے نوازے، مشائخِ کرام کی روحانی و قلبی آسودگی کا باعث بنائے، احباب کے لئے نفع رساں اور اس عاجز کے لئے دنیا و عقبیٰ میں فوز و فلاح کا ذریعہ بنائے۔

آمین بجاہ النبی الامی الکریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلہ الابرار وصحبہ الاخیار۔

مُحمّد بَدرُ الاِسْلَام عفی عنہ

email : sultania786@hotmail.com

تقدیم

از: حضرت پروفیسر محمد اقبال مجددی مدظلہ - (صدر شعبہ تاریخ، لاہور)

حضرت خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی، حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ اور بارھویں صدی ہجری کے صوفیہ میں سے تھے کتاب مقاصد السالکین انہی کی تالیف ہے۔

حضرت خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی کا تعلق خطۂ کشمیر سے تھا، آپ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری قدس سرہٗ (ف ۷۹۱ھ/۱۳۸۹ء) کی اولاد میں سے تھے۔[1] امیر کبیر قسم کے تاجر تھے، ایک ایک لاکھ کا آپ کا خیمہ تھا۔[2]

حضرت خواجہ ضیاء اللہ علیہ الرحمۃ کے بارے میں ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ آپ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری کے کس صاحبزادے کی اولاد میں سے تھے، حضرت خواجہ بخاری کی اولاد میں سے کئی اصحاب بابر، اکبر و جہانگیر کے عہد میں ہندوستان آئے تھے جن میں سے بعض کا ذکر ہم نے عصری مآخذ کی بنیاد پر مقاماتِ معصومی کی جلد اول میں ذکر کیا ہے لیکن شجرۂ نسب معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس امر کا انکشاف نہ ہوسکا کہ خواجہ ضیاء اللہ علیہ الرحمۃ کا نسب کس طرح حضرت خواجۂ نقشبند قدس سرہٗ سے واصل ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ ضیاء اللہ علیہ الرحمۃ، حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی علیہ الرحمۃ (۱۰۹۳- ۱۱۵۲ھ/ ۱۶۸۲-۱۷۴۰ء) بن شیخ ابو العلی (۱۰۶۴-۱۱۰۷ھ/ ۱۶۵۴-۱۶۹۵ء) بن حضرت حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی (ف ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۲ء) بن حضرت خواجہ محمد معصوم (ف ۱۰۷۹ھ/۱۶۶۸ء) بن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم کے خلیفہ تھے۔[3]

{۱} نور الحسن خان: شہرہ آفاق ص ۵ (مشمولہ مجموعہ چہل رسائل)

{۲} نور الحسن خان: اسرارِ محبت ۵۴ (مشمولہ مجموعہ چہل رسائل)

{۳} ان حضرات کے مفصل حالات کیلئے مقاماتِ معصومی کی جلد ثالث مع تعلیقات ملاحظہ کریں۔

حضرت خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی علیہ الرحمۃ ۱۱۳۱ھ/ ۱۷۱۹ء حضرت خواجہ محمد زبیر سے منسلک ہوئے۔ [1] اس بیعت کا سبب یہ ہوا کہ ایک شب خواب میں ایک مسجد میں آپ کو حضرت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی زیارت نصیب ہوئی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ سیدنا امیرالمومنین ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ وہاں حضرت خواجہ محمد زبیر بھی حاضر تھے، خواجہ ضیاء اللہ نے دیکھا کہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی صورت مبارک اور خواجہ محمد زبیر کی شکل ایک ہوگئی ہے، اسی اثناء میں حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہ نے خواجہ ضیاء اللہ سے فرمایا کہ خاتم الرسل صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ تم حضرت خواجہ محمد زبیر کی خدمت میں جاؤ اور ان سے بیعت ہو جاؤ چنانچہ اگلے ہی روز خواجہ ضیاء اللہ، خواجہ محمد زبیر کے پاس گئے اور ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے، حضرت خواجہ محمد زبیر ان پر غایت درجہ مہربان تھے، چونکہ خواجہ ضیاء اللہ نہایت حلیم الطبع اور متواضع تھے اس لئے آپ نے انہیں "ھین لین" کا خطاب دیا تھا۔ [2]

حضرت خواجہ ضیاء اللہ کا تعلق خطۂ کشمیر سے تھا، آپ کشمیر ہی سے بغرضِ تجارت ہندوستان کے مختلف علاقوں میں آتے جاتے تھے، خواجہ محمد زبیر نے انہیں "فخرِ کشمیر" کا بھی خطاب دیا تھا۔ [3] کشمیر میں ان کی شہرت "احسن لین" کے نام سے تھی۔ [4]

روضۃ القیومیہ کے معاصر مؤلف نے خواجہ محمد زبیر کے چند معروف خلفاء کے ضمن میں خواجہ ضیاء اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

{۱} روضۃ القیومیہ ۱۰۶/۴، میں لکھا ہے کہ خواجہ ضیاء اللہ، خواجہ محمد زبیر کے منصب قیومیت کے سترہ سال ہوگئے تو آکر بیعت سے مشرف ہوئے، خواجہ محمد زبیر کا پہلا سال قیومت ۱۱۱۴ھ ہے (روضۃ القیومیہ ۲۶/۴) اس اعتبار سے ۱۱۱۴+۱۷=۱۱۳۱ھ ہوتے ہیں۔

{۲} روضۃ ۱۰۶/۴ {۳} ایضاً {۴} ایضاً ۲۹۲/۴

> خواجہ ضیاء اللہ کشمیری، حضرت خواجہ محمد زبیر کے اجل خلیفہ ہیں آپ ورع و تقوی اور طریقۂ احمدیہ معصومیہ کے سخت پابند ہیں آنحضرت (خواجہ محمد زبیر) آپ پر بدرجہ غایت مہربان تھے اور ولایتِ صغریٰ و کبریٰ، کمالاتِ نبوت بلکہ حقائقِ ثلاثہ تک کی بشارت خواجہ ضیاء اللہ کو عنایت فرما کر اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا، بارہا خواجہ صاحب کی بابت فرمایا کرتے تھے کہ خواجہ صاحب محبت و اعتقاد میں بے نظیر ہیں [1]

اس اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ روضۃ القیومیہ کی تالیف (حدود ۱۱۶۴ھ/ ۱۷۵۰ء) کے دوران خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی کشمیری بقیدِ حیات تھے، ۱۱۷۴ھ/ ۱۷۶۱ء کو معروف شیخ طریقت حضرت شاہ غلام علی دہلوی نو عمری میں بٹالہ سے دہلی پہنچے تو اس وقت دہلی میں جو معروف ترین مشائخ مصروف کار تھے ان میں خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی کا نام سرفہرست ہے۔ شاہ غلام علی علیہ الرحمۃ ۱۱۷۴ھ سے ۱۱۷۸ھ چار سال تک دہلی کے مختلف مشائخ کی صحبت میں رہے اور خواجہ ضیاء الدین سے بڑے متاثر ہوئے۔ [2] گویا خواجہ ضیاء اللہ کشمیری نقشبندی ۱۱۷۴ھ تک زندہ اور دہلی میں دعوت و ارشاد میں مصروف تھے، قیاس ہے کہ حدود ۱۱۷۸ھ ۱۷۶۴ء کے بعد شاہ غلام علی حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں سے منسلک ہوئے ہوں گے [3]

{۱} ایضاً ۴/ ۲۹۲ - ۲۹۳، عبدالغنی مجددی، شاہ: ضمیمہ مقاماتِ مظہری، (مشمولہ مقاماتِ مظہری) ۱۷۵

{۲} اس سلسلہ میں بعض تاملات کیلئے ملاحظہ ہو مقاماتِ مظہری پر ہمارا مفصل مقدمہ- ص ۱۵۵ نیز تفصیل کے لئے ملفوظاتِ شریفہ پر احقر کا مقدمہ بھی توجہ کا محتاج ہے-

حضرت شاہ غلام علی، خواجہ ضیاء اللہ کے بارے میں فرماتے تھے کہ خواجہ ضیاء اللہ حضرت قبلۂ عالم (خواجہ محمد زبیر) کے اکابر خلفاء میں سے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کسی کو مجددی نسبت مجسم صورت میں دیکھنا ہو تو خواجہ ضیاء اللہ کو دیکھ لے، لکھا ہے:

در تعریف حضرت خواجہ ضیاء اللہ کہ از اعاظم خلفاء حضرت قبلۂ عالم بودند فرمودند کہ ہر کہ را دیدن نسبت مجددی مجسم خواہد خواجہ ضیاء اللہ رَحمۃ اللہ عَلَیہِ را بیند و نیز فرمودند کہ حضرت خواجہ ضیاء اللہ در آخر شب گریہ و زاری کردند و مردمان را زجرا تنبیہا بیداری ساختند و می گفتند کہ ای وائی بر شما کہ دعوی محبتِ الٰہی می زنید و یار و محبوب شما بیدار ست و متوجہ شما است و شما خفتہ اید و غافل از دور دعوی محبت شما دروغ گویند [1]

بدقسمتی سے مسلمانوں کے دارالارشاد سرہند شریف پر سکھوں نے پے در پے کئی حملے شروع کر دیئے ان کا پہلا حملہ ۱۱۲۲ھ/ ۱۷۱۰ء کو بندہ سنگھ کی نگرانی میں ہوا اور مسلمانوں کو سکھوں نے اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اس حملہ سے صرف ایک سال پہلے الہامی طور پر حملہ سے آگاہ ہو کر حضرت شیخ عبدالاحد وحدت (ف ۱۱۲۶ھ) اور حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہما نے سرہند شریف سے ہجرت کی اور دہلی آ کر مقیم ہوگئے۔ [2] چونکہ سکھوں کے سرہند پر ۱۱۷۸ھ/ ۱۷۶۴ء تک وقفے وقفے سے حملے جاری رہے [3] اس لئے یہ حضرات واپس سرہند نہ جاسکے اور ان کے وصال

{۱} رافت، روف احمد مجددی: در المعارف ۹-۱۰ مطبوعہ استنبول، ترکی، ۱۹۷۴ء
{۲} کمال الدین محمد احسان: روضۃ القیومیہ ۴/ ۴۸-۵۹ {۳} سرہند شریف کی سکھوں کے ہاتھوں تباہی کی تفصیلات ہم نے مقاماتِ مظہری اور مقاماتِ معصومی کے مقدمات میں دی ہیں۔

کے بعد ان کو سرہند لے جا کر دفن کیا گیا۔

اس لئے ۱۱۳۱ھ کو حضرت خواجہ ضیاء الدین جب کشمیر سے مذکورہ خواب کے بعد حضرت خواجہ محمد زبیر سے بیعت ہونے کے لئے نکلے تو سرہند جانے کی بجائے دہلی حاضر ہوئے، چونکہ آپ کے پیرو مرشد خواجہ محمد زبیر دہلی میں مقیم ہو گئے تھے اور انہیں اپنے مرشد سے بڑی عقیدت تھی پھر دونوں میں موانست کے واقعات سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ خواجہ ضیاء اللہ بھی دہلی میں ہی مقیم ہو گئے ہوں گے اور وہاں سے واپس کشمیر نہیں گئے، یہی وجہ ہے کہ رجالِ کشمیر کے موضوع پر مرتب ہونے والی کتب میں خواجہ ضیاء اللہ کشمیری کا ذکر نہیں ملتا۔[1]

۱۱۷۴ھ کو جب حضرت شاہ غلام علی دہلوی دہلی میں تھے تو تو دہلی کے مشہور ترین بزرگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا؛ قیاس یہی ہے کہ خواجہ ضیاء اللہ کشمیری نقشبندی کا وصال دہلی میں ہوا اور پھر آپ کی نعش مبارک دہلی سے سرہند لے جا کر روضۂ خواجہ محمد زبیر کے جوار میں دفن کی گئی ہو گی، تاہم اس امر کی قطعی شہادت موجود ہے کہ خواجہ ضیاء اللہ کا مدفن سرہند شریف ہے[2]

ہمیں تاحال حضرت خواجہ ضیاء اللہ کا سالِ وصال معلوم نہیں ہے آپ کے خلیفہ نامدار حضرت شاہ محمد آفاق (۱۱۶۰-۱۲۵۱ھ) کی روایت کے مطابق تاریخ وفات ۱۴/ ربیع الاول ہے۔[3] لیکن افسوس کہ وہاں سال وفات درج نہیں ہو سکا۔ آپ کے خلیفہ شاہ محمد آفاق کا سال ولادت ۱۱۶۰ھ کتب انسابِ مجددیہ میں درج ہے۔[4] اگر حضرت خواجہ ضیاء اللہ کی عمر بیعت کے وقت بیس سال بھی فرض کی جائے تو خواجہ ضیاء اللہ دہلی میں ۱۱۸۰ھ تک بقیدِ حیات تصور کئے جائیں گے۔

{۱} حسن کھوئی ہامی: اسرار الاخیار (تذکرہ اولیائے کشمیر)، سری نگر، ۱۹۶۰ء
شمس الدین محمد: خواجہ بہاء الدین نقشبند اور نقشبندیہ (در کشمیر)، سری نگری، ۲۰۰۲ء
{۲-۳} نور الحسن خان: لمعہ نور {۴} احمد ابو الخیر مکی: ہدیۂ احمدیہ ۳۵

حضرت خواجہ ضیاء اللہ کے مریدین و خلفاء کے حالات تو درکنار اسماء تک معلوم نہیں ہیں، مختلف تذکروں کے مندرجات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دہلی میں متعین اور صاحبِ دعوت و ارشاد تھے، حضرت شاہ غلام علی دہلوی بھی ۱۱۷۸ھ کو حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید (ف ۱۱۹۵ھ/۱۷۸۱ء) سے منسلک ہونے سے قبل دہلی میں خواجہ ضیاء اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیضیاب ہوئے تھے، اس طرح حضرت مظہر کے ایک اور خلیفہ مولوی قطب الدین بھی حضرت مظہر سے بیعت ہونے سے پہلے خواجہ ضیاء اللہ کی خدمت میں نسبتِ قوی حاصل کر چکے تھے۔[1]

{۱} غلام علی دہلوی: مقاماتِ مظہری ۴۱۵ - ۴۱۶ (طبع اول)

مقاصد السالکین:

حضرت خواجہ ضیاء اللہ قدس سرہٗ کی یہی ایک تالیف ہمیں معلوم ہے، جیسا کہ ہم عصری مآخذ کی بنیاد پر یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ آپ ۱۱۳۱ھ کو حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندی علیہ الرحمۃ سے منسلک ہوئے تھے اور اس کے صرف ۹ سال بعد یعنی ۱۱۴۰ھ کو آپ نے سلوک کے موضوع پر رسالہ فارسی نثر میں تالیف کیا آپ کے شیخ اس وقت تک بقیدِ حیات تھے۔

مقاصد السالکین پانچ مقاصد (ابواب) پر مشتمل ہے، کتاب کے مطالعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ مؤلف کے پیشِ نظر تصوف کی اہم ترین کتب موجود تھیں، خصوصاً نقشبندی اکابر کی تحریرات سے کماحقہ واقف تھے، حضرت امامِ ربانی مجددِ الفِ ثانی، حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہما کی تحریرات کے جابجا حوالے دے کر اپنے بیان کو وقیع بنایا ہے۔

اکبر بادشاہ (۹۶۳- ۱۰۱۴ھ/ ۱۵۵۶- ۱۶۰۵ء) کی آزاد خیالی نے پاکستان و ہند کی سرزمین کو دہریت، لادینیت اور غیر اسلامی عقائد کی حامل تحریکوں سے بھر دیا، گیارھویں صدی ہجری میں پھر سے اکبر کے پڑپوتے داراشکوہ کے سہارے صلح کل اور بے دینی کے رجحانات نے عملی شکل اختیار کرنے کی کوشش کی تو ہمارے مجددی حضرات خصوصاً حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہما نے داراشکوہی افکار کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور بالکل حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی طرح میدان عمل میں آکر ایسے باطل افکار کی پرزور تردید کی اور اُسی طرح احیائے دین کی تحریک کا آغاز کیا جس طرح حضرت مجدد الف ثانی اکبری نظریات کی بیخ کنی کر چکے تھے۔ لیکن برصغیر کے فکری ماحول میں داراشکوہی گروہ کے افراد اسلامی تصوف کو ان نظریات کی آمیزش کے ساتھ ایسی کتابیں لکھنے میں مصروف تھے کہ ہمارے حضراتِ نقشبندیہ کو باقاعدہ ایک جامع پروگرام کے تحت ایسے کتابیں تالیف کرنی پڑیں

جو ایسے خیالات و نظریات سے پاک ہوں اس مقصد کے لئے مسلمانوں کو دورِ زوال میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور آپ کے تلامذہ نے اہم کردار ادا کیا اور کتاب و سنت کی روشنی میں ایسا لٹریچر مہیا کیا جو عوام کو راہِ راست پر لانے میں معاون ثابت ہوا، اس سلسلہ میں شاہ ولی اللہ کے خانوادے کے علاوہ حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہید، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، شاہ غلام علی دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بہت اہم کردار ادا کیا اور تصوف میں سے آزاد خیالی کو دور کیا اور اس نظریہ کی بھرپور تردید کی کہ "الصوفی لامذھب لہ" ایک بے معنی نظریہ ہے صوفی صرف وہ ہے جو اپنے مذہب اسلامی میں راسخ العقیدہ ہو اس کے مریدین کے صحیح عقائد ہوں، اس سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہمارے مؤلف خواجہ ضیاء اللہ نقشبندی کی کتاب مقاصد السالکین بھی ہے جو اسی متصلب گروہ کے ترجمان تھے۔

مقاصد السالکین کا فارسی متن صرف ایک مرتبہ میرٹھ سے ۱۳۱۷ھ/ ۱۹۰۰ء کو طبع ہوا تھا۔ یعنی آج سے ایک سو چار سال قبل شائع ہوا، ضرورت ہے کہ اس کا متن مختلف نسخوں سے تقابل کے بعد مرتب کرکے حواشی کے ساتھ چھاپا جائے، پاکستان و ہند کی خانقاہوں میں اس کتاب کے کئی خطی نسخے پائے جاتے ہیں جو اس کے مقبول اور متداول کتاب ہونے کا ثبوت ہے۔ [1]

{1} بعض نسخوں کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فہرست مشترک ۱۹۶۵/۳ء

مقاصد السالکین کا اردو ترجمہ تقسیمِ ہند سے قبل طبع ہوا تھا اور چند سال پیشتر بھی شائع کیا گیا ہے، اب اس اہم کتاب کے ایک ایسے اردو ترجمہ کی ضرورت تھی جو آج کل کے تقاضے کے مطابق بامحاورہ ترجمہ ہوتا، یہ اہم خدمت حضرت صاحبزادہ محمد بدرالاسلام صدیقی مدظلہ العالی نے انجام دی ہے۔ یہ ترجمہ اتنا رواں، عام فہم اور ایسی خوبیوں کا حامل ہے جو ایک قاری کو اُلجھائے بغیر مفہوم سے ہمکنار کر سکتا ہے۔

حضرت صاحبزادہ محمد بدرالاسلام صاحب اس سے قبل حافظ امام شمس الدین ذہبی کی فضائلِ شام کا اردو ترجمہ حواشی کے ساتھ مزین شائع کر چکے ہیں، مولانا ابوالحسن زید فاروقی مجددی رَحمۃ اللہ عَلَیہِ کے رسالہ محفل میلاد (بعض اشکال کا جواب) کا اردو ترجمہ بھی اہلِ علم کی نذر فرما چکے ہیں۔ آپ کی دوسری تالیفات میں ہادئ دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا حج مبارک، سیرتِ ہادئ خلق (صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ)، نماز کا جائزہ (مکتوبات و معمولاتِ حضرت مجدد الف ثانی کی روشنی میں)، مہمان نوازی بھی قابلِ ذکر ہیں۔ آپ کے علمی و دینی کاموں میں سے ایک اہم کتابچہ وہ ہے جس میں آپ نے حمد اور درودِ پاک کے وہ مبارک الفاظ جو مکتوبات و تالیفاتِ حضرت مجدد الف ثانی میں وارد ہوئے ہیں یکجا کر کے بشائر الحسنات کے نام سے ایک رسالہ مرتب فرمایا ہے۔ ان کے علاوہ آپ کی غیر مطبوعہ تالیفات میں شرح قصیدہ بانت سعاد "عربی" الاربعین النکاح کی تخریج، "حضرت مجدد الف ثانی کے اوراد" بھی ہیں جو اسی طرح مفید خلائق رسائل ہیں۔ خدا کرے کہ جلد طبع ہو کر منظرِ عام پر آجائیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور التجا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب اسی طرح کتاب و سنت کی روشنی میں عوام و خواص کی راہنمائی کے لئے علمی کام کرتے رہیں اور دیگر احباب کو ترغیب دیتے رہیں۔ آمین

دعاجو محمد اقبال مجددی

صدر شعبہ تاریخ، گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور

یکم دسمبر ۲۰۰۴ء

مآخذ مقدمہ:

(۱) احمد ابوالخیر مکی : ہدیۂ احمدیہ (انساب اولاد حضرت مجدد الف ثانی)، کانپور، مطبع انتظامی، ۱۳۱۳ھ

(۲) احمد نزولی: فہرست مشترک نسخہ ہاخطی فارسی پاکستان، اسلام آباد

(۳) حسن کھوئی ہامی : اسرار الاخیار (تذکرہ اولیائے کشمیر)، سری نگر، ۱۹۶۰ء

(۴) رافت، رؤف احمد مجددی : جواہر علویہ (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ) اردو ترجمہ، لاہور (س ن)

(۵) رافت، رؤف احمد (جامع) درالمعارف (ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی)، ترکی، استنبول، ۱۹۷۴ء

(۶) شمس الدین محمد: خواجہ بہاء الدین نقشبند اور نقشبندیہ در کشمیر، سری نگری، ۲۰۰۲ء

(۷) صفر احمد معصومی : مقامات معصومی (احوال حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی) تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء

(۸) ضیاء اللہ نقشبندی : مقاصد السالکین، میرٹھ، ۱۹۰۰ء

(۹) عبدالغنی مجددی، شاہ : ضمیمہ مقامات مظہری (مشمولہ مقامات مظہری) تحقیق و تعلیق و ترجمہ محمد اقبال مجددی، لاہور، اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۱ء

(۱۰) غلام علی دہلوی شاہ : مقامات مظہری، مذکورہ نمبر ۹

(۱۱) غلام محی الدین قصوری، شیخ (جامع) ملفوظاتِ شریفہ شاہ غلام علی دہلوی، مقدمہ و تعلیقات اقبال مجددی، ترجمہ اقبال احمد فاروقی، لاہور، ۱۹۷۸ء

(۱۲) کمال الدین محمد احسان : روضۃ القیومیہ، لاہور، ۱۳۳۵ھ

(۱۳) نور الحسن خان، نواب : مجموعہ چہل رسائل (تصوف) لکھنؤ، نامی پریس، ۱۳۱۵ھ

(۱۴) ابوالحسن علی ندوی : تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی، لکھنؤ، ۱۳۷۷ھ

(۱۵) نذیر احمد : تذکرۃ العابدین، دہلی ۱۳۳۳ھ

یافتاح

رَبِّ یَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ

بے شمار حمد اور بے پایاں ثناء صرف خالق کے لیۓ جس نے اپنی کمالِ قُدرت سے گوناگوں مخلوق اور عالمِ ملک وملکوت کو کن (ہو جا) کے حکم سے لمحہ بھر میں پیدا کیا- تمام موجودات سے اِنسان کو اپنی دوستی کے لِیۓ منتخب فرما کر اسے قسم قسم کی عنایات سے سرفراز فرمایا اور اپنی معرفت کے اِسرار اور محبت کے انوار عارفین کے دِل میں ڈال دیۓ-

بے اِنتہاء درود مُبارک صاحبِ لولاک، رسولِ ثقلین، عالمِ قابِ قوسین کے تخت نشین، لشکرِ انبیاء کے رئیس، اولیاء واصفیاء کے قافلہ کے رہبر، حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ کی روحِ مبارکہ پر، جنہوں نے دُنیا کی تاریک شب کو آفتابِ شرع سے روشن و منور کیا، اور مخلوق کو ہلاکت و گمراہی کے جنگل سے نکال کر سیدھے راستہ پر ڈال دیا ہے- نظم

آں شہنشاہ سیدِ دو جہاں — عاجز از نعتِ او زبانِ بیاں
شرح اوصافِ او ز سر تا پا — نتواں گفت کس بغیرِ خدا

گر نبودے وجودِ او مقصود از عدم کس نیامدے بوجود
دل و جانم فدائے او بادا سرِ من خاکِ پائے او بادا

ترجمہ : "وہ شہنشاہ دونوں جہاں کے سردار ہیں، زبانِ بیان آپ کی نعت سے عاجز ہے۔ سر سے پاؤں تک آپ کے اوصاف کی شرح، اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں کہہ سکتا، اگر آپ کے وجود کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا، تو عدم سے کوئی بھی وجود میں نہ آتا۔ میرے دل وجاں آپ پر فدا ہوں، میرا سر آپ کی خاک پا ہو"۔

صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَ أَتْبَاعِهٖ أَمَّا بَعْدُ:

اہلِ شوق و درد کے دلوں پر پوشیدہ نہ رہے کہ طلب وشوق کے اوائل میں ان حروف کے راقم کو اہلِ حقیقت اور مشائخ کرام وصوفیۂ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ملفوظات سے انتہائی انس و محبت تھی، چنانچہ اکثر اوقات ان کے مطالعہ اور ان کے معانی کی سیر میں بسر ہوتے اس دوران کبھی دل میں آتا کہ اگر اس سعادت کی توفیق مجھے حاصل ہو جائے تو مختصر عبارت میں کثیر معانی والی کتاب جو خدا طلبی کے راستہ میں کام آئے، تحریر کروں، تاکہ ہر خاص وعام اپنی سمجھ اور استعداد کے مطابق اس سے فائدہ اٹھائے، اور اللہ تعالیٰ کے رستہ کی حقیقت پہچانے، نیک اعمال سے ہر عمل جو انسان سے صادر ہوتا ہے، اس کی اجر وجزا ہے۔ بے نوا مفلس نے جو اعمال سے آراستہ نہیں ہے اس سے بہتر واچھا کوئی عمل نہ دیکھا کہ راہِ خدا کی چند باتیں درست طریقہ پر لکھے، شوق انگیز اور محبت آمیز نکتے قلم سے لکھے شاید کہ اس کے مطالعہ سے کسی کے شوق و ذوق کا نور بڑھے، توفیقِ سعادت کی چابی اس کے ہاتھ آئے، گناہوں سے آلودہ یہ عاصی اس حدیث کے مطابق

حدیث

مَنْ دَلَّ عَلٰى خَيْرٍ كَفَاعِلِهٖ

ترجمہ : "جس نے نیکی کی راہنمائی کی، وہ کرنے والے کی طرح ہے"۔

کے ثواب میں داخل ہو جائے۔ لہٰذا اس راستہ کے بے شمار فوائد جو دل میں تھے، اربابِ ذوق واصحابِ شوق کے مطالعہ کے لئے تحریر کئے، اہلِ حقیقت کے گلشن سے عجیب وغریب پھول جو قوتِ حافظہ کی فضا میں جلوہ گر تھے، ان سے منتخب کر کے ہر مقصد ومدعا کے موافق ہر موقع میں لکھے۔ برجستہ مضامین سے ایک گلدستہ بنایا، چونکہ اولیاء واصفیاء کے کلمات سے ہر کلام ایک معطر پھول ہے جو مشامِ جان کو معطر کر دیتا ہے اور ذوق وشوق کو کئی سو گنا بڑھا دیتا ہے۔ نظم

دریں نسخہ پُر مغز گفتہ ہزاراں تازہ گل دروے شگفتہ
پُر است از گوہرِ معنیٰ سطورش تجلی دیدۂ اعمیٰ ز نورش
بیک نظارہ ظُلمتِ دل بشوید غبارِ خاطر برہم بشوید

ترجمہ : "اس کتاب میں پر مغز گفتگو ہے، ہزاروں تازہ پھول اس میں کھلے ہیں۔ اس کی سطریں حقیقت کے موتیوں سے پُر ہیں۔ اس کے نُور سے اندھوں کی آنکھوں کے لئے نور ہے۔ ایک نظارہ سے دل کی تاریکی دُھل جاتی ہے، پریشان دل کا گردو غبار دُھل جاتا ہے"۔

یہ کتاب چونکہ راہِ خُدا کے تمام راستوں کی جامع ہے اور قسم قسم کے فوائد پر مشتمل ہے لہٰذا اگر کوئی سالک جس نے عشق کے میخانہ سے درد ومحبت کی چاشنی چکھ لی ہو، تفریحِ طبع کے لئے حقیقت کے ان پھولوں کا نظارہ کرے تو اسے بہرۂ تام اور حظِ وافر ملے گا، اپنے شوق وذوق کو تازہ تر کرے گا قدمِ ہمت بلند تر رکھے گا، طلب کی زیادتی ہوگی اور اس کے حسن وقبح کو معلوم کر لے گا۔

اگر کوئی غافل شخص جس کے دل کی آنکھ غفلت کے دھوئیں سے سیاہ ہو گئی ہو، یقین کے ساتھ اس کا مطالعہ کرے تو معاملہ کی حقیقت اس پر واضح ہو جائے گی، دنیا سے دل سرد اور یادِ باری تعالیٰ میں سرگرم ہو جائے گا۔ وہ بیگانہ سے یگانہ بن

جائے گا۔ وساوسِ شیطانی اور ہوائے نفسانی سے نجات پائے گا۔ معاصی سے اجتناب اور طاعت کی طرف رغبت کرنے لگے گا۔ اس حقیقت کو یقینِ دل سے جان لو کہ محبتِ الٰہی سے بہتر اور اچھی کوئی دولت نہیں۔ شعر

ایں سعادت ہر کرا در بر گرفت   خاک پائش را فلک بر سر گرفت

ترجمہ : "اس سعادت نے جس شخص کو اپنی گود میں لے لیا، اس کے پاؤں کی خاک کو آسمان نے سر پر اٹھالیا"۔

فرصتِ وقت کے مطابق ۱۱۴۰ ہجری مقدس میں احقر العباد فقیر ضیاء اللہ غفر اللہ ذنوبہ نے یہ کتاب تحریر کی جس کا نام مقاصد السالکین ہے، یہ خزانوں سے بھرپور پانچ مقاصد پر مشتمل ہے۔

ہر مقصد میں خزانوں کے خریداروں کے لئے تابناک موتی اور بے شمار لعل سجادیئے ہیں۔ فرد

دادیم نشان ز گنجِ مقصود ترا   گر ما نہ رسیدیم تو شاید برسی

ترجمہ : "ہم نے آپ کو مقصود کے خزانہ کا نشان بتلا دیا، اگرچہ ہم نہیں پہنچ سکے شاید آپ پہنچ جائیں"۔

مقصدِ اوّل

اتباعِ رسول اللہ

اے عزیز! درجاتِ ولایت کا حصول، طاعت پر استقامت، نارِ جحیم سے نجات، جنتِ نعیم میں داخلہ، تہذیبِ اخلاق، اللہ جل شانہ کا قرب و وصال، حقائق کے اسرار کی نقاب کشائی، خواہشاتِ نفسانیہ کی مخالفت، اللہ جل شانہ کی رضا، صدق وصفائی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت، تمام اعلیٰ مراتب کا حصول اور دین ودنیا کی سعادت حضرت سیدِ کونین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی متابعت کے ساتھ وابستہ ہے، جو شخص اپنے آپ کو حضور سیدِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع سے آراستہ کرلیتا ہے، سعادت کا نُور اس کی پیشانی سے ظاہر ہوتا ہے اور جو اس دولت سے محروم ہوتا ہے شقاوت کا داغ اس کی پیشانی پر ظاہر ہوتا ہے، کتنا ہی سعادت مند اور خوش نصیب ہے وہ آدمی جو

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔

ترجمہ : "اگر تُم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا دم بھرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تُم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا"۔

کے چراغ کی روشنی میں اپنی حیاتِ مستعار کی راہ پر گامزن رہتا ہے اور تمام امور میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے اسوۂ مبارکہ کی اقتداء کرتا ہے کیونکہ درگاہ خداوندی کے مقبول بندے اور انوارِ شریعت سے روشنی حاصل کرنے والے نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی ایک سنّت کی بجاآوری کو سوچلوں اور ریاضتوں سے

بہتر جانتے ہیں اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے اعمال میں سے ہر عمل کو تمام عبادتوں سے افضل جانتے ہیں کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوۃ والسلام کو اسی صفت کے ساتھ موصوف کیا جو اس کے نزدیک پسندیدہ ومقبول ہے لہٰذا اتباعِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ سے بہتر اور اچھی کوئی عبادت نہیں اور شریعتِ مطہرہ پر استقامت سے افضل کوئی طاعت نہیں، جو شخص دین ودنیا کی سعادت سے ہم کنار ہوتا ہے، طریقت وحقیقت کا جمال اس پر جلوہ گر ہوتا ہے، وہ ظاہر وباطن ہر دو اعتبار سے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع کو مضبوطی سے تھام لیتا ہے اور آپ کے طریقۂ شریفہ پر ہر حال میں ثابت قدم رہتا ہے تاآنکہ اللہ تعالیٰ اس کی عزت واقبال کا آفتاب سعادت کے اُفق سے طلوع فرماتا ہے اور اس کا دِل حقائق کے نُور سے منوّر فرمادیتا ہے لہٰذا اس حقیقت کو دِل کے یقین سے جان لو کہ انوار کے جوہر اور اسرار کے گوہر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے خزانے کے علاوہ کہیں اور سے رُونما نہیں ہوسکتے۔ سعادتوں کے خزانے اور بے انتہا دولت نبی مکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے خزانے کے علاوہ کہیں سے حاصل نہیں ہوسکتی، کیونکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی متابعت ایسی نعمت ہے جو سب نعمتوں سے بڑھ کر ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بڑا اعزاز ہے، جس کسی کے مقدر میں سعادت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کی نظر میں شریعتِ مطہرہ کا ہر کام کمال حسن وخوبی سے جلوہ گر فرمادیتا ہے اور جس کے حِصّہ میں شقاوت لکھی گئی ہو اس کے نزدیک احکامِ دین میں ہر حکم ہلکا اور حقیر کردیتا ہے۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

حدیثِ پاک میں وارد ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کو خطاب فرمایا کہ اے

میرے حبیب صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ سارے میرے عاشق ہیں اور میں تیرا عاشق ہوں سب میری رضا کے طالب ہیں اور میں تمہاری رضا کا طالب ہوں۔

احباب کو اس حقیقت پر یقین ہونا چاہیئے کہ حضور نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کا مقبول اللہ تبارک وتعالیٰ کی درگاہ کا مقبول ہے، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کا خادم دونوں جہانوں کا مخدوم ہے کیونکہ جس کے لئے دربارِ احدیت میں راستہ کھولا گیا وہ آپ کی متابعت کے وسیلے سے کھلا ہے، جس کے سر پر عزت واقبال کا تاج رکھا گیا آپ کی پیروی کی بدولت رکھا گیا جو ولایت کے درجہ پر پہنچا وہ آپکی وساطت سے پہنچا، جو طالب اپنے مطلوب پر فائز ہوا وہ آپ ہی کی ہدایت وعنایت سے فائز ہوا کیونکہ آقائے دوجہاں صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کے جمال کے مشتاق اور آپ کے متبعین ماسوی اللہ کی تمام کدورتوں سے پاک ہو کر کمال متابعت کے سبب ایسی دولت کو پا لیتے ہیں جسے زوال نہیں اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کے مطیع غفلت کی تاریکی سے نکل کر چشمۂ سعادت سے ایسی ابدی حیات پاتے ہیں جس کو موت نہیں، اگر تو سالہاسال تک شریعت پر استقامت کے بغیر ریاضت کرے تو ہرگز مقصود تک نہیں پہنچے گا اور اگر سرورِ عالم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کی اتباع کے بغیر اپنی عمر زہد وعبادت میں گزار دے تو قطعاً اللہ ذوالجلال کے قرب و وصال کا مستحق نہیں ہو گا، اربابِ اہلِ شریعت اور شاہبازانِ حقیقت کو جو محبوبیت اور اشتیاق کے مدارج ملے وہ سب سرورِ عالم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کی کامل اتباع وپیروی کی وجہ سے ملے ہیں۔ شریعتِ مطہرہ کے زینہ کے ساتھ وہ لوگ عالمِ شہود کی فضا میں پہنچے کیونکہ محبوبانِ باری تعالیٰ کے سردار اور مقبولانِ بارگاہ ربانی کے سرور حضرت رسالت مآب صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ہیں، جس نے سرورِ عالم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کی اتباع میں سر توڑ کوشش کی اور آپ کی ذاتِ اقدس کی صفات میں اپنے آپ کو فنا کر دیا وہ محب کے رتبہ سے بڑھ کر محبوب کے مقام پر پہنچ گیا وہ سرورِ کائنات صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کے خوانِ احسان سے ایسی نعمت کا حِصّہ پاتا ہے جو سب نعمتوں سے بلند ہوتی ہے کیونکہ

جو دولت مخدوم کو ملتی ہے وہ اپنے خادموں کو بھی پسِ خوردہ کے طور پر عطاء کرتا ہے، اسی وجہ سے اس گروہ کے دِلوں میں ہر لذت سے شیریں تر اور ہر حال سے بلند تر حال حضرت سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع ہے۔

اے عزیز! مخلوق کا اللہ تعالیٰ سے دور ہو جانے کا سبب یہی ہے کہ وہ طریقۂ محمدیہ پر عمل کرنے کی بجائے خواہشاتِ نفسانیہ وشیطانیہ کے راستہ پر چلتے ہیں۔ ترکِ سنن و آدابِ شریعت میں جتنا قصور واقع ہو گا اتنا ہی حقائق کے انکشاف میں فتور واقع ہو گا۔

حضرت امام اعظم رَحمۃ اللہ عَلَیْہِ نے ایک سنّت میں غلطی ہو جانے پر چالیس سال کی نمازیں قضا کیں لہٰذا سعادت مند طالب سے امورِ شرعیہ میں سے کوئی امر یاسنّنِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ میں سے کوئی سنت رہ جائے تو اسے خائف رہنا چاہیئے، اس حدیث پاک کے خوف سے۔

مَنْ ضَیَّعَ سُنَّتِیْ حَرُمَتْ عَلَیْہِ شَفَاعَتِیْ۔

ترجمہ : "جس نے میری سنّت کو ضائع کیا اس پر میری شفاعت حرام ہے"۔

اپنے آپ پر ماتم کرنا چاہیئے اور اس کی تلافی کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے سامنے شرمندہ و سرافگندہ نہ ہونا پڑے، حدیث شریف میں ہے:

مَنْ اَجَابَ سُنَّتِیْ فَھُوَمِنَ الْفَائِزِیْنَ وَمَنْ تَرَکَ سُنَّتِیْ فَھُوَمِنَ الْخَاسِرِیْنَ۔

ترجمہ: جس نے میری سنّت کو قبول کیا وہ کامیاب لوگوں میں سے ہے اور جس نے میری سنّت کو ترک کیا وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہے۔

حضرت بشر حافی رَحمۃ اللہ عَلَیْہِ فرماتے ہیں، ایک شب میں خواب میں حضرت مصطفیٰ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی زیارت سے شرف یاب ہوا آپ نے

فرمایا! اے بشر تو جانتا ہے کہ اللہ عزوجل نے تجھے اتنا برگزیدہ کیوں کیا؟ اور اتنا مرتبہ کیوں بلند فرمایا عرض کی نہیں یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ ارشاد فرمایا: "تو نے میری متابعت میں بہت کوشش کی اور نیک لوگوں کی عزت کا خیال رکھا، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس مقام تک پہنچایا"۔

حق یہ ہے کہ جس قدر باطن کی صفائی، حقائق کا انکشاف اور دولتِ پنہانی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی متابعت سے حاصل ہوتی ہے۔ لاکھوں ریاضتوں اور مجاہدوں سے میسّر نہیں ہوتی اور جس قدر بندگی میں حلاوت، اللہ تعالیٰ کی رضا، بلند مقامات، امورِ دین کی مضبوطی اور ظاہر وباطن کی طہارت سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع سے حاصل ہوتی ہے دوسری کسی طاعت وعبادت سے میسّر نہیں ہوتی۔

راقم الحروف نے ایک رات کشف میں حضرت مصطفیٰ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کو بڑی سُرعت میں کسی جگہ تشریف لے جاتے دیکھا، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رَحمۃ اللہ عَلَیْہِ آپ کے پیچھے ہیں اور ان کے پیچھے فقیر کے پیرومرشد جا رہے تھے یہاں تک کہ حضرت رسولِ اعظم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ ایسی جگہ پہنچے جہاں نہ زمین تھی نہ زماں نہ آسمان تھا اور نہ ہی کوئی مکان رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کھڑے ہو گئے اور ہاتھ مبارک حضرت شیخ رَحمۃ اللہ عَلَیْہِ کے سر پر رکھا اور اس طرح مناجات کی۔

"اے میرے اللہ! اے میرے مولیٰ! یہ شہاب الدین سہروردی ہے میری متابعت کی اس نے بہت کوشش کی ہے، میری تمام سنتیں بجا لایا میں اس پر بہت راضی ہوں اے اللہ تو بھی اس سے راضی ہو"۔

جب میں بیدار ہوا تو اس واقعہ سے میرا حال بہت اچھا ہو گیا اور میرا دِل انتہائی صاف ہو گیا، انسان کے لِئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ دِن رات حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنتوں کے زندہ کرنے میں بھرپور کوشش کرتا رہے

احیاءِ سنت

تاکہ اس ذریعہ سے عالی درجات تک اس کی رسائی ہو، جب سالک ہر سنّت پر عمل کرتا ہے تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اس سے راضی ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ایک نُور پیدا کرتا ہے اس کے ظاہر وباطن میں صفائی اور جِلا بخش دیتا ہے، اس کی مذموم صفات کو محمود حالات کے ساتھ بدل دیتا ہے نفسِ حیوانی کی جگہ نفسِ قدسی اس کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔

اے عزیز! اگر تجھے پتہ چل جائے کہ حضرت سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اپنے متبعین کو جو (صحیح معنوں میں) ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں، کون سے معانی کا شربت چکھاتے ہیں اور کون سے اسرار پر مطلع فرماتے ہیں تو تو ہرگز حضور سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع میں بال بھر بھی خلاف ورزی نہ کرے، بدبختوں کی ایک جماعت نے سنّتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے نُور کو بدعت کی تاریکیوں میں چھُپا دیا ہے، وہ کل قیامت (کے روز) حضرت رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں کس طرح مُنہ دکھائیں گے، اس مخالفت کے جواب میں کس طرح زبان کھولیں گے لیکن یہ سب ان کی کم فہمی کمال بدبختی کے باعث ہے کیونکہ شریعت کا حسن وجمال ان کی آنکھوں میں جلوہ گر نہ ہوا۔

حضرت مُجددِ الفِ ثانی قدس سرہٗ السامی فرماتے ہیں: ہر نعمت جو دین میں ہے اور ہر دولت جو اسلام میں ہے اس آیت کریمہ کے مطابق

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت تُم پر پوری کر دی اور تُمہارے لئے دین کے اعتبار سے اسلام پر راضی ہو گیا۔

وہ سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ پر مکمل ہو چکی اس نے دین کا درخت اور اس پر کمال کا پھل عطا فرمایا اب امورِ دین میں اپنی طرف سے مزید کوئی اختراع پیدا کرنا اور اہلِ سنّت وجماعت کی خلاف ورزی کرنا محض گمراہی اور سراسر

خسارہ ہے۔

جو اتباعِ سنّت اور آدابِ دین کی رعایت نہ کرے خدا طلبی کے لیے اس کی صحبت اختیار نہ کرنا، بلکہ اس کی لاکھوں کرامتیں اور خوارقِ عادت دیکھے اور اسے تو کتاب و سنت کے خلاف دیکھے، ہرگز اس پر فریفتہ نہ ہونا کیونکہ وہ خوارق اولیاء کی کرامت سے نہیں بلکہ وہ استدراج ہے، جو ریاضتِ شاقہ اور خلافِ نفس سے ہندوؤں اور جوگیوں کو بھی حاصل ہو جاتا ہے لہٰذا جس کا عمل قرآن وحدیث، اقوالِ مشائخ اور مجتہدانِ اہلِ سنّت کے مطابق نہ ہو اور امورِ شرعیہ میں جو حضرت سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی متابعت پر ثابت قدم نہ ہو تو اس کے حالات و واردات، واقعات، کشف و کرامات کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ اولیاء کی کرامت اور ولی کی ولایت نبی کی نبوت کے تابع ہوتی ہے، جو شخص نبی کی متابعت ترک کرے گا، اس کی ولایت کا منصب اور قرب کا درجہ بحال نہیں رہے گا، اگرچہ ولی کی ولایت چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے، ہر شرط اپنے مقام پر آئے گی لیکن اعلیٰ، اکمل، اولیٰ اور افضل شرط جو باطنی سیر و سلوک کی بنیاد اور قیامِ ولایت جس کے ساتھ مربوط ہے وہ سارے جزی و کلی امور میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی متابعت ہے، جس طرح درخت جڑ کے بغیر سرسبز نہیں ہوتا اور چھت بغیر ستون کے ہو وہ مضبوط نہیں ہوتی اسی طرح شریعت طریقت وحقیقت کی جڑ اور بنیاد ہے، اگر کوئی سالک شریعت پر استقامت کے بغیر مراتبِ قرب اور درجاتِ ولایت حاصل کرنا چاہے تو یہ سراسر حماقت اور دیوانگی ہے، جس شخص کو اس کی آرزو ہو کہ اسے درجۂ ولایت حاصل ہو اور طریقت وحقیقت کا راستہ اس پر کھل جائے تو اسے چاہیئے کہ قرآن وحدیث کو اپنے وقت کا آئینہ بنالے اور اپنی آنکھوں کے سامنے رکھے، ہمیشہ ان کو دھیان میں رکھے تاکہ ان کے خلاف کوئی عمل نہ ہو۔

نام نہاد فقراء کا ایک گروہ شریعت پر استقامت کے بغیر اور طریقت وحقیقت کے مراتب حاصل کئے بغیر خواہشاتِ نفسانیہ سے قرب و معرفت کا دعویٰ

کرتا ہے یہ محض خام خیالی، خود غرضی و خود بینی ہے۔ جبکہ اس وقت مجلسیں سجانے کے متلاشی اور بے ہودہ باتیں کرنے والے بے شمار لوگ ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ غلطی سے ان کی صحبت کا پابند ہو جائے اور شریعت کے نُور سے بے بہرہ و بے نصیب ہو جائے چنانچہ بعض گندم نما جو فروش لوگ ظاہراً فقراء کے لباس سے آراستہ ہو کر اور باطن کو حرص وہوا سے برباد کر کے شکاریوں کی طرح دام پھیلائے ہوئے ہیں تاکہ کورباطن پرندوں کو شکار کر کے پیری اور مشائخی کی دکان گرم کریں، ریاکاری اور دھوکہ دہی سے طرح طرح کے جادو اور تدبیروں سے عوام کو معتقد بنا کر دنیاوی مقاصد حاصل کریں، اللہ اپنی پناہ میں رکھے یہی لوگ بدترینِ خلائق ہیں جو راہِ خدا کو کمینی دُنیا کا وسیلہ بناتے ہیں اور خدا سے دور و مہجور پڑے ہیں۔

ان کی ظاہری آراستگی اس طرح ہے جس طرح کوڑے کے ڈھیر پر سبزی اُگی ہو جو کسی کام نہیں آتی، جو شخص اپنے آپ کو نیک ظاہر کرے اور (حقیقت میں) نیکی اس میں نہ ہو، اللہ تعالیٰ اس پر نظرِ عنایت نہیں فرمائے گا۔

أَعَاذَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مِنَ السُّمْعَةِ وَالرِّيَآءِ۔

ترجمہ: "ہم اللہ سبحانہ تعالیٰ سے دکھلاوے اور ریاء کاری سے پناہ مانگتے ہیں"۔

چونکہ بعض فقراء نے سلوک کی تکمیل نہیں کی ہوتی اور فنا و بقا کا شربت نہیں چکھا ہوتا لیکن بزرگ اور شیخ بننے کے آرزومند ہوتے ہیں حقیقت میں وہ اپنے نفس کے فریب خوردہ ہوتے ہیں اور سعادت کے رستے کی منزلوں کی سیر سے انہوں نے خود کو محروم رکھا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔

ترجمہ: "اے ایمان والو! تم کیوں ایسی بات کہتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے

اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے غضب کا باعث ہے کہ تُم وہ کہو جو تُم خود نہیں کرتے"۔

لہٰذا مجاہدہ اور یادِ خدا کے بغیر مشائخ کی مسند پر بیٹھنا اور حقیقت کی قوت کے بغیر طریقت کے بہادروں کے میدان میں دعوائے کمر باندھنا نہایت ہی بے جا ہے بعض جاہل بدبختوں نے اپنی داڑھی، مونچھ صاف کرا کے زنار کی طرح سیاہ دھاگہ گردن میں ڈال لیا ہے اور نورِ شریعت سے محروم ہو گئے بھنگ اور کوکنار پینے کے عادی ہو کر قلندری کا نام اپنے اوپر چسپاں کر لیا اور شیطان کی قید میں گرفتار ہو گئے ہیں۔

کھیل کُود اور ترکِ نماز کو طریقۂ ملامتیہ قرار دے کر اسی کو خدا پرستی سمجھ بیٹھے ہیں، ان کے پاس نہ عقل ہے نہ علم جس کے ذریعہ سے اخلاق کی اصلاح اور قلبی امراض کا ازالہ کریں، اور نہ ہی انہیں ذوق شوق ہے کہ جس سے خواہش پرستی کی مستی سے بچ سکیں یہ (لوگ) خود پرست کورباطن ہیں دین اور اسلام کی راہ گم کر کے گمراہی میں پڑ گئے ہیں چونکہ بدنصیبی اور سیاہ بختی نے انہیں اس طرح گرفتار کیا ہے لہٰذا وہ اصلاً اپنے عیوب دیکھتے ہی نہیں، خلاصہ یہ کہ خداجوئی کے رستہ میں کئی گروہ مختلف طریقوں سے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں اور اپنی عمر اسی راہ میں صرف کر دیتے ہیں لیکن چونکہ نفس اور شیطان نے حق وباطل کی راہ کو گڈمڈ کر رکھا ہے اس لئے یہ سب لوگ غلطی میں پڑ گئے ہیں، اور انہوں نے راہِ حق کو شریعت کے خلاف تلاش کیا ہے۔

لاکھ آفرین ایسے آدمی پر جو حضرت سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے طریقہ سے محبت کرے اور صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، سلف صالحین علمائے مجتہدین اور مشائخ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقہ پر راہِ خدا کے سلوک کو اپنائے اس راستہ کی اچھائی وبرائی اور بدخواہ نفس کا فریب جان لے اور اوصافِ

حمیدہ واخلاقِ حسنہ سے اپنے ظاہر وباطن کو آراستہ کرلے بال بھر بھی شریعتِ مطہرہ کے خلاف نہ کرے، چونکہ شریعت اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ ہے تو جو شخص وسیلہ کو ترک کرے اور امورِ دین میں استقامت اختیار نہ کرے، درحقیقت اس نے اپنے دین سے اعراض کرکے دائرۂ اسلام سے پاؤں باہر کھینچ لئے ہیں، بعض جاہل بدعتی فقراء کہتے ہیں اب ہم شریعت سے گزر کر طریقت وحقیقت کے مقام تک پہنچ گئے ہیں ایسے لوگوں کے اعتقاد سے اللہ کی پناہ، جو شخص شریعت سے گزر جائے وہ کافر ہو جاتا ہے حقیقت تک کیسے پہنچے گا؟

سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: مخلوق پر تمام راستے بند ہیں مگر وہ شخص جو حضرت مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے رستہ پر چلتا ہے اس کو خدا تک رسائی ہو جاتی ہے۔

حضرت ابوالحسن باروسی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "قلب کی صفائی اور شرحِ صدر اس وقت حاصل ہوتے ہیں جب مؤمن سنّتِ نبوی کی پیروی کرتا ہے اور بدعات سے اجتناب کرتا ہے"۔

حضرت شیخ ابوسعید قلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "جو شخص حال کا دعویٰ کرتا ہے اور وہ حال اس کو شریعت کی حد سے باہر نکال دیتا ہے اس کے نزدیک نہ جا اور اس کی صحبت سے پرہیز کر"۔

شرائطِ سلوک: لہٰذا ازلی سعادت مند جنھوں نے اس راستہ میں قدم رکھا، ان کے لئے سلوک کی چند شرائط کا جاننا اور اس پر عمل ضروری ہے، تمام پسندیدہ وناپسندیدہ کاموں میں پوری احتیاط کرنا واجب ہے اگر طالبِ خدا ان شرائط میں سے کسی ایک شرط میں (کوتاہی) کرے گا اس کے سلوک میں فتور آجائے گا، اور اپنے مقصود سے دور ہو جائے گا۔

گزشتہ عمر میں جتنی نافرمانیاں اور گناہ سرزد ہوئے ان سے توبہ کرلے، ہر گناہ کو یاد کرکے اس پر نادم وپشیماں ہو تضرع وزاری سے استغفار میں مشغول ہو

کمالِ عجز و نیاز سے خدائے احد کی درگاہ میں طالبِ مغفرت اور قبولیتِ توبہ کا خواستگار ہو کیونکہ استغفار آتشِ سوزاں سے بچانے والا ہے جنّت کے دروازوں کی چابی ہے، معاصی کی ذلتوں سے رہائی دینے والا اور رحمت کے دروازے کھولنے والا ہے حدیث پاک میں ہے:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ۔

ترجمہ : ”گناہوں سے توبہ کرنے والا اس کی طرح ہے جس کا کوئی گناہ نہ ہو“۔

لیکن صدقِ دِل سے اس طرح توبہ کرے کہ دوبارہ معصیت کے داغ سے آئینۂ دِل آلودہ نہ ہو اور کبھی گناہ کا خیال بھی اس کے دِل میں پیدا نہ ہو کیونکہ حقیقتِ توبہ یہی ہے کہ دِل اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے ہٹ جائے اور اس طرح پورے صدق سے اس کے موافق ہو جائے کہ تادمِ اخیر اس کے دِل میں گناہ کی جانب لوٹنے کا خیال بھی نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا۔

ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ کی جانب توبہ کرو، خالص توبہ“۔

لیکن (گزشتہ) گناہ کو یاد کرنا عوام کا حال ہے اس لئے کہ گناہوں کی یاد غم اور خوف کا ثمرہ دیتی ہے اور خوف گناہوں سے روکے رکھتا ہے لیکن سالک جس نے سلوک میں قدم رکھا ہے کے لئے گناہوں کو یاد کرنا نقصان دہ ہے اس لئے کہ سالک کا مقصد توبۂ نصوح کے بعد ماسوی اللہ کو بھول جانا ہے اور اپنے انکشاف میں مستغرق رہنا ہے اور ماضی و مستقبل کے احوال کو فراموش کر دینا، قُوتِ متخیلہ کو معطل رکھنا تاکہ کبھی بھی دِل میں حق کے سوا کچھ نہ آئے شریعت کی راہ اور سرورِ دین و دنیا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع میں اس طرح ثابت قدم اور مستقل مزاج رہے کہ

شریعتِ مطہرہ کی باریکیوں میں سے کوئی باریکی رہ نہ جائے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے اعمال میں سے کوئی عمل رہ نہ جائے۔ اس لیے کہ کارخانۂ ولایت حضرت رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع کے بغیر درست و ٹھیک نہیں ہوتا معرفت کا راستہ دین پر استقامت کے بغیر نہیں کھلتا۔

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ۔

ترجمہ: "جس نے رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی"۔

جو شغل و ذکر اپنے شیخِ طریقت سے حاصل کئے ہوں شب و روز ان میں مشغول رہے، ہردم و ہرقدم ان سے غافل نہ ہو تاکہ ان کا ثمرہ جو دونوں جہاں کی سعادت اور دولتِ جاودانی ہے ظاہر ہو۔ پیرِ طریقت سے محبت واتحاد کا رابطہ اور اخلاص وعقیدت کا رشتہ مضبوط رکھے، اس کے افعال واقوال پر قطعاً اعتراض نہ کرے۔ اس کے رنگ میں اپنے آپ کو فنا کردے، جو کچھ شیخ طریقت اس کو حکم دیں اسے احسان سمجھ کر قبول کرے تاکہ فیض وسعادت کے دروازے کھلے رہیں۔

اَلشَّیۡخُ فِیۡ قَوۡمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیۡ اُمَّتِہٖ۔

ترجمہ: "شیخ اپنی قوم میں اس طرح ہوتا ہے جیسے نبی اپنی امت میں ہوتا ہے"۔

اور دِل کو یادِ خدا اور حق جل وعلا کی عبادت میں یکسو و یک رو کرلے توجہ کا قبلہ ایک مقصود کے علاوہ نہ بنائے کیونکہ یادِ خدا تفکرات کے ہجوم کے ساتھ کچھ فائدہ نہیں دیتی، دِل پراگندہ ہو تو عبادت کچھ نفع مند نہیں ہوتی اس لِیے کہ سالک کا دِل جس قدر ماسویٰ سے تعلق رکھتا ہے اسی قدر وصلِ حقیقی سے دور و مہجور ہوتا ہے، جو عبادت کرے اخلاص کے ساتھ کرے کیونکہ جو عبادت اخلاص کے بغیر ہو وہ ایسے درخت کی مانند ہے جو پھل نہ دے اور قطعاً فائدہ نہ دے اور اخلاص یہ ہے کہ

خدا سے خدا کے علاوہ کچھ نہ مانگے اور جو کچھ کرے طمع کے بغیر خالص اللہ کے لیے کرے ظاہروباطن یکساں رکھے اور نیک اعمال سے جو عمل کرے۔ اس کو اعتبار کے لائق نہ سمجھے، اس پر فخر نہ کرے، اگر سالک کی عبادت پہاڑ کے برابر ہو تو بھی اسے چاہیئے کہ اسے گھاس کے تنکے کے برابر بھی خیال نہ کرے بلکہ اپنی عبادت کو معصیت کے رنگ میں دیکھے، تاکہ اس پر نظر نہ پڑے اور نخوت و تکبر پیدا نہ ہو جہلاء عوام اور اہلِ بدعت جو نفس وشیطان کے محکوم ہوتے ہیں کی صحبت سے مکمل طور پر پرہیز کرے کیونکہ ناجنس کی صحبت وقت ضائع کرنے والی ہے اور راہ خدا میں ڈاکہ ڈالنے والی ہے اگر اتفاقیہ اس طرح کی مجلس میں گرفتار ہو جائے تو اپنے حلم، وقار اور سنجیدگی کو ملحوظ خاطر رکھے ان لوگوں کی لغویات کے جواب میں مشغول نہ ہو تاکہ حال کی پراگندگی طاری نہ ہو اور جمعیتِ باطن میں فتور نہ پڑے، لوگوں کے ساتھ ضرورت کے بغیر میل جول نہ رکھے جتنی عوام سے دوری ہو گی اتنی ہی حق کی حضوری نصیب ہوگی۔

اَلْاِتِّصَالُ بِالْحَقِّ عَلٰی قَدْرِ الْاِ نْفِصَالِ عَنِ الْخَلْقِ۔

ترجمہ: ”جتنا کوئی مخلوق سے دور ہوگا اتنا ہی اسے حق جل شانہ سے قرب ووصال ہوگا“۔

موت کو بہت یاد کرے اور خود کو مسافر راہ گزر اور قبرستان والوں سے شمار کرے تاکہ دنیاوی امور سے دِل بستگی کم ہو اور لمبی امیدیں پیدا نہ ہوں چنانچہ حدیث پاک میں ہے

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ وَعِدْ نَفْسَكَ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُوْرِ۔

ترجمہ: ”دنیا میں اجنبی یا مسافر کی طرح رہ اور اپنے آپ کو اہلِ قبور سے

شمار کر"۔

یہی وجہ ہے کہ آدمی کے لِئے موت کو یاد کرنے سے بہتر کوئی پند و نصیحت نہیں اگر زندگی کی تمنا کرے تو نیت یہ ہو کہ کمالات کا حصول اور سعادتوں کے خزانے زیادہ سے زیادہ حاصل ہوں کسی کے ساتھ ترش روئی اور سخت کلامی سے پیش نہ آئے کیونکہ برے اخلاق درحقیقت صفاتِ ذمیمہ کے غلبہ سے پیدا ہوتے ہیں، سالک کے حق میں اخلاقِ حسنہ سے بہتر اور خوبصورت کوئی اور آرائش نہیں ہے۔

حدیث شریف میں ہے "کل قیامت کے دِن اعمال کے ترازو میں اخلاقِ حسنہ سے زیادہ وزنی کوئی چیز نہیں ہو گی"۔

ضعیفوں، کمزوروں، فقیروں اور شکستہ خاطر لوگوں سے رحم و شفقت سے پیش آئے کیونکہ راہ خدا میں دِل نوازی، جان بازی سے بہتر ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے مناجات میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا اے اللہ میں تجھے کہاں تلاش کروں؟ فرمایا شکستہ دلوں کے پاس۔

لِکُلِّ شَیْءٍ مِفْتَاحٌ وَمِفْتَاحُ الْجَنَّةِ حُبُّ الْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ۔

ترجمہ : "ہر چیز کی چابی ہے اور جنت کی چابی فقراء و مساکین کی محبت ہے"۔

کسی وقت بھی غصہ نہ کرے تاکہ اس کی عادت نہ پڑ جائے کیونکہ غصہ عبادت کے نُور کو اس طرح جَلاتا ہے جس طرح ظاہری آگ خس و شاک کو جَلا دیتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام سے پوچھا گیا کہ سب چیزوں سے سخت چیز کیا ہے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کا غضب عرض کی گئی کہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے بندہ کس طرح نجات پا سکتا ہے؟ فرمایا: اپنا غصہ ترک کر کے، قوی ہمت سالکوں اور اہلِ محبت

عاشقوں کی صحبت و ہم نشینی اختیار کرے، کیونکہ

یارِ نیک بہ از کارِ نیک است

"اچھے کام سے اچھا دوست بہتر ہے"

اپنے آپ کو مخلوق سے بہتر اور ممتاز نہ جانے کیونکہ خود کو بہتر جاننا سراسر خودبینی ہے اور یہ بات ثابت ہے کہ خود بین خدا بین نہیں ہو سکتا، جو تعلقات اور موانع اس راستہ میں پیش آئیں ان سب کو سامنے سے ہٹا کر ہلکا ہو جائے۔ تاکہ کوئی رکاوٹ دِل کو دامنگیر نہ ہو، کیونکہ تعلقات کے کانٹوں اور علائق کے بوجھ کے ساتھ اس راہ کی منازل طے نہیں کی جا سکتیں، قطعِ تعلقات اور الگ تھلگ ہوئے بغیر وحدانیت کی خلوت سرا میں راستہ نہیں مل سکتا۔

حضرت خواجہ ابراہیم باخرزی قدس سرہٗ فرماتے ہیں، میں نے اللہ تعالٰی کو خواب میں دیکھا میں نے عرض کی اے باری تعالٰی بندہ تجھ تک کب پہنچ سکتا ہے؟ فرمایا! اس وقت جب اس کے لئے مجھ سے دور کرنے والی رکاوٹ نہ ہو۔

نفس کو کثیر مجاہدوں اور عظیم ریاضتوں، اس کی خواہشات کے خلاف عمل کر کے اپنا مطیع و فرماں بردار بنائے، اس کی کوئی خواہش پوری نہ کرے، جو شخص ہمیشہ نفس کی خواہش پر چلے راہِ حق اس پر نہیں کھلتی کیونکہ تمام بدبختیوں کا سرچشمہ متابعتِ نفس ہے۔

أَسَاسُ الْكُفْرِ خِيَالُكَ عَلٰى مُرَادِ نَفْسِكَ۔

ترجمہ : "اللہ تعالٰی کی ناشکری کی بنیاد نفس کی خواہش کے مطابق تیرا خیال ہے"۔

جو ریاضت و مجاہدہ کرے وہ حضرت سرورِ عالم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے اسوہ کے مطابق ہو، اپنی جانب سے کوئی اختراع نہ کرے، جو ریاضت شریعتِ مطہرہ کے خلاف ہو وہ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں کوئی راستہ نہیں کھولتی، جو گروہ خلافِ سنّت

عمل کرتے ہیں بدعتی ہیں حدیث پاک میں ہے۔

"اللہ تعالیٰ بدعتی کا کوئی عمل قبول نہیں فرماتا، جب تک کہ وہ اس بدعت کو ترک نہ کر دے"۔

حضرت رسولِ اعظم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے۔

تھوڑا عمل جو سنّت کے موافق ہو بدعت کے زیادہ عمل سے بہتر ہے۔

أَہْلُ الْبِدْعَةِ كُلُّهُمْ فِي النَّارِ

اہلِ بدعت سب دوزخ میں ہوں گے۔

اخلاقِ مذمومہ اور بُری عادات و رسومات تبدیل کرے کیونکہ رسمی اخلاق اور عادی اوصاف بدبختی کی نشانیاں ہیں دِل میں کسی کے بارے میں دشمنی نہ رکھے جو سینہ کینہ سے پُر ہو وہ رحمتِ باری تعالیٰ سے محروم ہے کسی کے رنجیدہ کرنے سے رنجیدہ نہ ہو اگر کوئی تکلیف دے اور ایذا پہنچائے اس کو جلد معاف کر دے، انتقام کے درپے نہ ہو کیونکہ برائی کا بدلہ نیکی سے دینا جواں مردوں کا کام ہے، شر کا شر سے جواب محض شر ہے اس لِئے کہ اس سے زیادہ عظیم کوئی کام نہیں کہ جس نے تجھ سے برائی کی ہو تو اس سے نیکی کرے اگر تو یہ نہیں کر سکتا تو معاف ہی کر دے عفو کی بہت فضیلت ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی بارِ خدایا تیری بارگاہ میں کون سا بندہ زیادہ عزیز ہے، ارشاد فرمایا! جو طاقت رکھنے کے باوجود معاف کر دے۔

دوسری حدیث شریف میں ہے۔ "جو اپنے مومن بھائی کی غلطی معاف کر دے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے"

حضرت مولانا روم قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

مرد آنست کہ از رنجانیدن کسے نہ رنجد،

وجوانمرد آنکه مستحق رنجانیدن را نرنجاند
واز عیب مردم دائما چشم پوشیده دارد و
برعیبھائے خود بینا گردد۔

ترجمہ : "مرد وہ ہے جو کسی کے دکھ دینے سے ناراض نہ ہو اور جواں مرد وہ ہے جو تکلیف کے مستحق کو بھی تکلیف نہ دے اور لوگوں کے عیب سے ہمیشہ چشم پوشی کرے اور اپنے عیبوں پر نظر رکھے۔

مُحاسبہ: حضرت عمر رضی اللہُ تعالیٰ عنہ ہمیشہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اپنے عیبوں کے بارے میں دریافت کرتے رہتے اور فرماتے خدا اس شخص پر رحم فرمائے جو میرے عیبوں کو میرے سامنے بطورِ ہدیہ پیش کرے کیونکہ جب تک کوئی اپنے عیبوں کو نہ جانے گا اپنے آپ کو ان سے پاک نہ کر سکے گا۔

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہُ السامی سے پوچھا گیا کہ بندہ درجہ کمال تک کب پہنچتا ہے؟ فرمایا اس وقت جب اپنے عیوب کو پہچانے اور لوگوں کے عیوب کو دیکھنا بند کر دے کسی کی غیبت اور بدگوئی نہ کرے کیونکہ بدترین اور مذموم ترین کام اپنے مسلمان بھائی کی غیبت کرنا ہے۔

غیبت سے بچنا:

حضرت رسولِ اعظم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

"غیبت سے دور رہو کیونکہ غیبت زنا سے بھی بری ہے بلکہ زنا سے توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرمالیتا ہے اور غیبت سے نہیں جب تک وہ خود معاف نہ کرے جس کی غیبت کی ہے"۔

نیز ارشاد فرمایا: شبِ معراج کو میرا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو اپنا گوشت ناخنوں کے ذریعہ اتار رہے تھے میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کی گئی

کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی غیبت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ جس شخص نے کسی مسلمان کی غیبت کی اور بغیر توبہ کے فوت ہو گیا وہ پہلا شخص ہو گا جو دوزخ میں جائے گا اور جو شخص غیبت سے توبہ کر کے مرا وہ سب سے آخری شخص ہو گا جو بہشت میں جائے گا۔

سب کاموں میں اللہ سبحانہ تعالیٰ سے راضی وشاکر رہے، کسی وقت بھی گلہ وشکایت نہ کرے، جب بندہ تمام امور میں حق تعالیٰ سے راضی ہو جائے تو یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہو گا۔

توکل اور قناعت کا راستہ اختیار کرے جو کچھ بلاتشویش مل جائے اسی پر صبر وقناعت کرے اپنے سارے کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا۔

ترجمہ: "وہ مشرق ومغرب کا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کو کارساز بناؤ"۔

جو چیز ضرورت سے زائد ہو اسے فقراء اور غرباء پر خرچ کر دے کسی سائل وحاجت مند کو اس آیت کے مطابق

وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ "سائل کو مت جھڑکو"۔

محروم وناامید نہ کرے کیونکہ جو سائل کو محروم کرتا ہے ایک ہفتہ تک فرشتے اس کے گھر میں نہیں آتے اور جو کچھ کسی کو دے تو اس کا ذکر زبان پر نہ لائے اس پر احسان نہ جتائے بلکہ اس کا احسان جانے کہ، اس کی وجہ سے خیرات وثواب کا کام اس سے ظہور پذیر ہوا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ

والاذی۔

ترجمہ : "اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف دے کر باطل نہ کرو"۔

حتی الامکان محتاجوں کی حاجت برآری اور ضرورت مندوں کی ضرورت پورا کرنے میں دریغ نہ کرے۔

مَنْ كَانَ فِیْ حَاجَةِ اَخِیْهِ كَانَ اللّٰهُ فِیْ حَاجَتِهٖ۔

ترجمہ : "جو شخص اپنے بھائی کی ضروریات پورا کرنے میں مصروف ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضروریات میں لگا رہتا ہے"۔

کیونکہ بندگانِ خدا کے دلوں کو راحت پہنچانا لاکھ سال کی عبادت وطاعت سے بہتر ہے۔

اِدْخَالَ السُّرُوْرِ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ خَیْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ۔

ترجمہ : "مومنین کے دِل مسرور کرنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے"۔

امیرالمؤمنین حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "اگر میں کسی مؤمن کی ضرورت پوری کروں تو اس کو ستر برس اعتکاف بیٹھنے سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں"۔

حُسنِ نیت: سب کاموں میں نیت درست رکھے یعنی جو فعل و عمل کرے چاہیئے کہ وہ محض اللہ تعالیٰ کیلئے اور اسکی خوشنودی کی خاطر ہو، نفس کا اس میں دخل نہ ہو کیونکہ نفسانی اغراض صحیح عمل کو بھی تباہ کردیتی ہیں حدیث پاک میں ہے۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔

ترجمہ : "اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے"۔

بلکہ دنیاوی کاموں میں بھی آخرت کی نیت ہو، ہر گھڑی دِل کے ارادے کو

اچھے کاموں پر آمادگی سے تازہ رکھے۔

نِيَّتُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهٖ۔

ترجمہ : "مومن کی نیت اس کے عمل سے اچھی ہے"۔

عزیمت: تقویٰ و پرہیزگاری کے زیور سے خود کو آراستہ رکھے یعنی عزیمت پر عمل کرے اور رخصت سے دور رہے اس لیے کہ تقویٰ کی رعایت متقی کو بلند درجات تک پہنچاتی ہے اور خوب صفائی عطا کرتی ہے۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ أَتْقَاكُمْ۔

ترجمہ : "اللہ تعالیٰ کے نزدیک تُم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو زیادہ متقی ہے"۔

ذکر : اپنی نشست و برخاست اللہ تعالیٰ کی یاد کے بغیر نہ رکھے سارے اوقات کو ذکر و فکر میں آباد رکھے، کیونکہ ذکر کی کثرت ورد و محبت کے نُور کو بڑھاتی ہے اور غفلت کے پردوں کو جلاتی ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَاماً وَّقُعُوْداً وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ۔

ترجمہ : "وہ لوگ کھڑے بیٹھے اور کروٹوں کے بل اللہ کو یاد کرتے ہیں اور غور و فکر کرتے ہیں"۔

سترِ احوال : اگر احوالِ حقیقت اور کشفِ باطنی ظاہر ہو تو پوشیدہ رکھے تاکہ مخلوق میں نشانہ نہ بنے، لوگ اژدحام نہ کریں اور متاعِ باطنی کو غارت نہ کر دیں جو فیضِ عالمِ قدس سے دِل پر وارد ہو اس کو اپنے اعمال کا نتیجہ نہ جانے بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل و عنایت تصوّر کرے، اپنی شہرت و ریاست کا طالب نہ ہو کیونکہ جو شخص ریاست کو دوست رکھنے والا اور شہرت کا طالب ہوتا ہے وہ اخلاص سے دور ہوتا ہے اور جس میں اخلاص نہیں اس کو سالکِ طریقت نہیں کہتے، اس لیے کہ ریاست سے لاکھوں آفات وبلائیں ظاہر ہونے لگتی ہیں اور سالک کو مراتبِ عالیہ سے روک دیتی ہیں

اَلشُّهْرَةُ آفَةٌ وَالْخُمُوْلَةُ رَاحَةٌ۔

ترجمہ: "شہرت آفت ہے اور گمنامی راحت ہے"۔

ہر دم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو حاضر وناظر جانے غافل و بے ادب لوگوں کی طرح نہ بیٹھے جب اس حقیقت کا یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ میرے سارے اقوال، افعال اور احوال کو دیکھتا ہے، اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، تو پھر کوئی ایسا کام نہیں کرے گا جو اس کی رضا کے خلاف ہو بخل اور کسی سے حسد نہ کرے اور اس حقیقت کو یقینِ دِل کے ساتھ جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کسی کو دیا ہے وہ حکمت سے خالی نہیں ہر ایک کے لِئے حِصّہ اس کے حوصلہ اور احوال کے مناسب ازل سے تقسیم کر دیا گیا ہے۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيَاةِ الدُّنْيَا۔

ترجمہ: "ہم نے دنیوی زندگی میں تمہارے درمیان روزی تقسیم کر دی ہے"۔

ہمیشہ گردن جھکائے اور نظریں نیچی رکھے تاکہ جو چیزیں دیکھنے کے قابل نہیں ان کو نہ دیکھ سکے اور آنکھوں کا نُور گناہوں سے آلودہ نہ ہو اگر نظر نامناسب جگہ پر پڑے تو دِل کو زخمی کر دیتی ہے۔ حضرت رسولِ اعظم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ نظر شیطان کے تیروں سے ایک زہرآلودہ تیر ہے اس کی ڈھال لوگوں کی طرف کم دیکھنا ہے جو شخص اللہ کے خوف سے بے جا نظر کرنے سے پرہیز کرتا ہے اس کو ایمان کی خلعت نصیب ہوتی ہے۔

حرام و مشتبہ لقمہ سے مکمل طور پر پرہیز کرے، جو شخص حرام کا ایک لقمہ کھا لیتا ہے چالیس روز تک اس کی کوئی عبادت اور دعا قبول نہیں ہوتی حلال کھانا تمام نیکیوں کا سردار ہے اگر حلال پاک کھانا میسّر آئے تو اس میں سے اتنا ہی کھائے کہ عبادت کی قوّت حاصل ہو جائے کیونکہ سالک کے لِئے سیر ہو کر کھانا حرام ہے اس

لئے کہ ہر چیز کے لئے ایک زنگ ہوتا ہے اور آئینۂ دِل کے لئے زنگ سیر ہو کر کھانا ہے کھاتے وقت دِل کو حاضر رکھے غفلت میں نہ کھائے، جو سالک غفلت میں کھاتا ہے اگرچہ وہ حلال ہو، عینِ تاریکی ہو جاتا ہے زبان کو فضول باتوں اور بے ہودہ گوئی سے محفوظ رکھے، خاموشی کی مہر مُنہ پر لگائے تاکہ ناشائستہ گفتگو جیسے کہ فحش، جھوٹ، غیبت، چغلی، کلماتِ کفر اور دوسری لغویات وغیرہ زبان پر نہ لائے فضول باتیں کرنے سے مال تباہ ہو جاتا ہے۔

مَنْ سَكَتَ سَلِمَ وَمَنْ سَلِمَ نَجَا۔

ترجمہ : "جو خاموش رہا وہ سلامت رہا اور جو سلامت رہا اس نے نجات پائی"۔

شب خیزی : شب بیداری کو اپنے اُوپر لازم کرے کیونکہ طاعت کی حلاوت یادِ باری تعالیٰ کی لذت اور سعادتوں کے خزانے شب بیداری کے بغیر حاصل نہیں ہوتے۔ ایسی خلوت جس میں غیروں کا دخل نہ ہو اور اسرار وانوار کا ظہور شب خیزی کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ ہمیشہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے، صبح وشام اپنے اوقات واحوال کو ملاحظہ کرتا رہے اگر تمام اوقات، نیکیوں اور طاعت وعبادت میں گزرے ہوں تو شکر ادا کرے ان میں اضافہ کی کوشش کرے اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف یا غفلت (میں یہ اوقات) گزرے ہوں تو اس سے نادم وپشیمان ہو اور اس کی تلافی کرے۔

حضرت رسولِ اعظم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا فرمان ہے۔ "لوگوں میں سب سے زیادہ عقل مند وہ ہے جو ہر ہر لمحہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے"۔

حرص وہوا، تکبر اور تمام اخلاقِ مذمومہ سے ظاہر وباطن کو پاک کرے تاکہ

تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ

"اللہ تعالیٰ کے اخلاق کو اپنا لو" کے مقام تک پہنچے۔

اے عزیز! اگر تو دین ودنیا کی سعادت اور دونوں جہانوں کی دولت چاہتا

ہے تو تمام اخلاقِ حمیدہ سے خود کو آراستہ کر لے جو اوپر بیان ہوئے ہیں کیا معلوم اللہ تعالیٰ کا فضل و عنایت کس طرف سے رونما ہوتا ہے اور دولتِ حقیقی کا دریچہ کس راستہ سے کھلتا ہے، یہ سب اخلاق بیمار کے لیے پرہیز کے قائم مقام ہیں جو خوش نصیب سالک مذکورہ صفات سے موصوف ہو اُمید ہے کہ وہ ظاہری و باطنی امراض سے صحت یاب ہو گا اور اللہ تعالیٰ کے فیض و رحمت کے لائق ہو جائے گا اور خاک کی پستی سے آسمانوں کی بلندی تک پہنچ جائے گا۔

ان تمام امور پر استقامت سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور ان تمام اخلاقِ حسنہ کی توفیق دین پر استقامت کے بغیر میسّر نہیں ہوتی لہٰذا اس راہ کے سالک چاہئے کہ کو اپنے احوال کو ہمیشہ کتاب و سنت کے میزان میں تولتا رہے اگر اس کے مطابق و موافق درست ہوں تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے کہ باری تعالیٰ کے فضل سے نجات کی اُمید ہے اور اگر ذرہ بھر بھی اس کے خلاف دیکھے تو جان لے کہ سراسر خسارہ اور نقصان ہے۔

سیّد الطائفہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "میرے نزدیک شراب پینا اس حال سے بہتر ہے جو کسی شرعی رکن کا مانع ہو"۔

بعض فقراء کے حال پر تعجب ہے جنہوں نے اس راستہ میں قدم رکھا ہے لیکن نماز کی ادائیگی جو افضل عبادت اور ابوابِ سعادت کی چابی ہے میں سستی و کاہلی اختیار کرتے ہیں۔ اس عظیم القدر کام کو ہلکا اور حقیر جانتے ہیں بلکہ بعض کم بخت فقراء نماز ترک کر کے بدعت کے کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں معاذاللہ "اللہ اپنی پناہ میں رکھے یہ تمام شیطانی فریب ہیں جنہوں نے ان لوگوں کو گمراہی میں ڈال دیا ہے اور سعادتِ ابدی سے روک دیا ہے کیونکہ نماز ارکانِ اسلام میں سے ایک رکن ہے، جو شخص اس رکن کی پابندی نہ کرے نماز قائم نہ کرے درحقیقت اس نے اپنے دین میں رخنہ ڈال دیا ہے۔

لِکُلِّ شَیْءٍ اٰفَۃٌ وَّاٰفَۃُ الدِّیْنِ تَرْکُ الصَّلٰوۃِ

"ہر چیز کے لئے ایک آفت ہے اور دین کی آفت نماز کا ترک کرنا ہے"۔

حدیث پاک میں ہے: "تارکِ صلوۃ جو لقمہ اٹھاتا ہے وہ لقمہ اس پر لعنت کرتا ہے کہ اے خدا کے دشمن کس طرح تو اللہ کا رزق کھاتا ہے اور اس کا فرض ادا نہیں کرتا ہے"۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سعید لوگ شقی لوگوں کو دوزخ میں دیکھیں گے تو کہیں گے تم دُنیا میں تو مسلمان تھے، دوزخ میں کس وجہ سے آگئے وہ جواباً کہیں گے، نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے کیونکہ دُنیا میں اس سعادت سے محروم تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

مَاسَلَكَكُمْ فِىْ سَقَرَ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ۔

ترجمہ: "کون سی چیز تمہیں دوزخ میں لائی وہ کہیں گے کہ ہم نماز ادا نہ کرتے تھے"۔

حضرت ابو حفص بخاری رَحمتہ اللہ عَلَیْہِ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی نماز نہ پڑھے تو مسلمان رہ سکتا ہے؟ فرمایا: میں نے سب کتابوں اور قرآن کریم میں دیکھا تاکہ اس میں دیکھ سکوں کہ نماز ادا کئے بغیر مسلمان رہ سکے (ایسا کہیں نہیں پایا)۔

ایک آدمی نے ابلیس کو دیکھا اور اسے کہا کہ میں کیا کروں تو تیری طرح ہو جاؤں شیطان نے کہا نماز کو ذلیل رکھ (یعنی ادا نہ کر) قسمیں بہت کھایا کرو سائل نے کہا اللہ کی قسم اس کے بعد میں نماز میں ہوشیار ہو جاؤں گا کسی وقت بھی ترک نہیں کروں گا، میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر لیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں گا قسم نہیں اٹھاؤں گا شیطان نے کہا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میری تعلیمات کے خلاصہ کو اس حیلہ سے سیکھے گا میں تجھے نہ بتاتا جو ہوا سو ہوا دیکھئے ابلیس اتنے قرب و منزلت کے باوجود ایک نافرمانی کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا تو راندۂ درگاہِ الٰہی ہوا اور بندۂ

مؤمن سجدہ کے لِئے یعنی نماز کی ادائیگی کے لِئے مامور ہوا اگر تو اس حکمِ الٰہی کو ضائع کرے تو تجھ پر افسوس کہ تیرا ٹھکانہ بھی دوزخ ہو گا۔

حضرت شیخ نُور قدس سرہٗ کے مکتوب میں لکھا ہے کہ شیطان کسی طاعت پر اتنا پریشان نہیں ہوتا جتنا سجدہ سے ہوتا ہے اس لِئے کہ وہ مستحقِ لعنت سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے ہوا جس وقت بندۂ مومن کو سجدہ میں دیکھتا ہے تو اس کو بے چینی اضطرار اور تکلیف ہوتی ہے اور ماتم کرتے ہوئے کہتا ہے یہ وہی عمل ہے جس کو میں نے نہیں کیا اور ہلاکت میں پڑا اور مردود ہوا انہوں نے کیا تو نجات پا کر مقبول ہو گئے چونکہ شیطان تجھے ہمیشہ تکلیف دینا چاہتا ہے تو تجھے بھی چاہیئے کہ ہمیشہ اس کو ایذا پہنچائے اور سجدہ سے سر نہ اٹھائے کیونکہ اعمالِ صالحہ سے کوئی عمل اور عبادات سے کوئی عبادت نماز سے بہتر نہیں یہی وجہ ہے کہ شیطانی خیالات تمام اوقات سے زیادہ نماز میں آتے ہیں۔

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: نماز بمنزلہ کشتی ہے اور دوسری عبادات کشتی میں اشیاء واسباب کی طرح اگر کشتی سلامت پہنچ گئی تو تمام اشیاء سلامتی کے ساتھ پہنچ جائیں گی اور اگر کشتی میں رخنہ پڑ گیا کشتی غرق ہو گئی تو اسباب واشیاء جو کشتی میں تھا سب تباہ ہو جائے گا یہی کیفیت نماز کی ہے کہ تمام عبادات وریاضات نماز کی ادائیگی کے بغیر بارگاہِ الٰہی میں قبول نہیں ہوں گی۔

ایک عابد کی نیکیاں وخیرات بہت تھیں لیکن نماز نہیں پڑھتا تھا ایک شب اس نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور اس کو میدانِ حساب میں حاضر کیا گیا جب اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں دیا گیا تو اس نے دیکھا تمام حسنات وخیرات ہیں لیکن نماز نہیں حکم آیا کہ تمام عبادات اس کے مُنہ پر مارو یہ بے نمازی تھا چنانچہ اس کو سر برہنہ دوزخ کی جانب لے گئے۔

جب خواب سے بیدار ہوا تو توبہ کی اور شرمندہ ہوا' باقی عمر نماز میں گزاری۔

اے عزیز! اس حقیقت کو یقینِ دِل سے جان کہ عبادتِ بدنیہ میں افضل اور قربِ ربانی کا سبب یہی نماز ہے کل قیامت کو (سب سے پہلے) نماز کے سوا کسی اور عمل پر محاسبہ نہ ہو گا یہی نماز مومنوں کی مغفرت کا سبب ہے اور ایمان کا رکن بھی یہی نماز ہے، اہلِ شوق کی معراج، اربابِ ذوق کے لئے عزت کا تاج نماز ہے، عبادتوں کے خزانے اور سعادت کے دروازوں کی چابی نماز ہے، یہی نماز عاشقوں کی خلوت گاہ اور مشتاقوں کی آنکھ کا نُور بڑھانے والی ہے، نماز پیغمبروں کی سنت، رحمٰن جل شانہ کی معرفت کا نُور یہی ہے، ایمان کی جڑ نماز، شیطان کی کراہت نماز ہی ہے لیکن غفلت کے صحرا میں قیدی لوگوں کو اسرارِ نماز کی کیا خبر، ہر جاہل جو سروپا سے ننگا ہے اسکو ان باتوں کا کیا اثر یقیناً عبادات سے افضل ترین اور بلند درجات تک پہنچانے والا عمل نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ سے اول وقت میں نماز ادا کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا جس شخص کو اس سعادت کی توفیق حاصل ہو اسے چاہیئے کہ پانچ وقت نماز باجماعت ادا کرے، خشوع وخضوع، آرام اور حضورِ دل کے ساتھ پڑھے، رکوع، سجود، جلسہ اور قومہ ترتیب کے ساتھ ادا کرے، اگر غافلوں اور بے ادبوں کی طرح پڑھے گا تو اس کی نماز بالکل قبول نہیں ہو گی۔

لَا صَلٰوةَ اِلَّا فِیْ تَعْدِیْلِ الْاَرْکَانِ۔

ترجمہ : ”تعدیل ارکان کے بغیر نماز (کامل) نہیں“۔

حضرت زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک آدمی کو رکوع و سجود کی صحیح ادائیگی کے بغیر نماز ادا کرتے دیکھا تو اس کو بلا کر فرمایا: کتنے عرصہ سے اس طرح نماز پڑھ رہا ہے، اس نے عرض کی چالیس برس سے فرمایا ”جا! چالیس برس میں تو نے کوئی نماز نہیں پڑھی، اگر تو (اس حالت میں) مرگیا تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ

کے طریقہ پر نہیں مرے گا' اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایک شخص کو جلدی جلدی نماز ادا کرتے دیکھا تو ارشاد فرمایا۔

قُمْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ۔

ترجمہ: "اُٹھ پھر نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی"۔

صاحبِ کافی تحریر فرماتے ہیں: تعدیلِ ارکان حضرت امام ابو یوسف رَحمۃ اللہ عَلَیْہِ اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک فرض ہے' اگر ترک کرے گا اس کی نماز درست نہیں ہو گی' یہ روایت منظومہ میں وارد ہے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رَحمۃ اللہ عَلَیْہِ اور حضرت امام محمد رَحمۃ اللہ عَلَیْہِ کے نزدیک واجب ہے اگر ترک کرے گا تو گناہگار ہو گا اور اس کی نماز کامل نہیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے ملفوظات میں منقول ہے "کہ حضرت پیغمبرِ اعظم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ' دین میں بڑھ کر دشمن' اور عذاب میں زیادہ سخت اس سے نہیں کہ آدمی نماز کو شرائط کے مطابق اپنے وقت میں ادا نہ کرے"۔

شیخ الاسلام حضرت شیخ برہان الدین رَحمۃ اللہ عَلَیْہِ فرماتے ہیں: "جو نماز تعدیلِ ارکان کے ساتھ ادا نہ کی جائے اس کو دوبارہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے"۔

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشادِ پاک ہے:

مَنْ حَفِظَ عَلَی الصَّلٰوۃِ بِقِیَامِھَا وَرُکُوْعِھَا وَسُجُوْدِھَا حَرَّمَ اللّٰہُ جَسَدَہٗ عَلَی النَّارِ۔

ترجمہ: "جو شخص' قیام' رکوع اور سجدہ صحیح ادا کر کے نماز کی حفاظت کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو دوزخ کی آگ پر حرام فرماتا ہے"۔

رکوع و سجود اور دو سجدوں کے درمیان (قومہ) میں آرام کی رعایت کرنا ارکانِ نماز سے ہے جو نماز کو اطمینانِ دِل کے ساتھ ادا کرتا ہے' وہ نماز اس کی

مغفرت کا سبب ہو جاتی ہے۔ ارکان کے درمیان آرام کا مفہوم یہ ہے کہ ہر ذکر جو جس کسی رکن میں معیّن ہے اس کو اسی رکن میں مکمل کرے۔

اے عزیز! حقیقتِ نماز آدمی کی طرح ہے جس طرح انسان شکل کے اعتبار سے خوبصورت اور بے عیب اس وقت ہوتا ہے جب اس کے تمام اعضاء آنکھ، کان، زبان، ناک، ہاتھ اور پاؤں درست و سلامت ہوں اسی طرح نماز، کامل، صحیح، سالم اور بے عیب اس وقت ہوتی ہے جب تمام ارکان واعمال کو صاحبِ شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام کے موافق ادا کیا جائے۔

سعادت مندوں کے گروہ پر لازم ہے کہ اس معاملہ میں کسی طرح کی سستی وکاہلی روا نہ رکھیں بلکہ عجز ونیاز سے آدابِ عبودیت بجالائیں تاکہ اس طرح کی نماز موجبِ مغفرت ہو جائے اور ایمان کی بنیاد کو مستحکم کردے۔

تفسیرِ کبیر میں وارد ہے کہ جب حضور سیّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے شبِ معراج کو اللہ جل مجدہ کی بارگاہ سے مراجعت فرمائی تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی، جس دولت سے میں سعادت مند ہوا ہوں اس سے میری امت کے لِئے کیا حِصّہ عطا ہوگا؟

ارشاد فرمایا: آپ کی امت کی معراج باجماعت نماز ہے، جب سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس دُنیا میں نزولِ اجلال فرمایا تو اپنے صحابہ کو اس طرح خبردی کہ

اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ

امتِ محمّدیہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے مؤمنین کے لِئے نماز ایک معراج ہے۔ اور تمام بدنی اور قلبی عبادات کی جامع ہے کیونکہ یہ اعضاء کے ساتھ تعلق بھی رکھتی ہے اور باطنی حضور کے ساتھ بھی تعلق رکھتی ہے جب بندۂ مؤمن اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے ظاہر کو طاہر پانی سے پاک کرکے نماز کے ارادہ سے اللہ تعالیٰ کے گھر میں قدم رکھ کر نماز شروع کرتا ہے تو ہر حجاب جو بندہ اور خدا کے درمیان ہوتا ہے

اٹھ جاتا ہے، اگرچہ ابھی یہ دولت نمازی پر ظاہر نہیں ہوتی لیکن اس جہاں سے انتقال کے بعد اس کا ثمر اور مقام ظاہر ہو گا۔ وہ سالکانِ طریقت جن کے دِل کی آنکھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد اور باطنی سلوک کے حصول کے لِئے کھول دیا ہے، ان کو یہ دولت اسی وقت حاصل ہو جاتی ہے۔

اے عزیز! حقیقتِ نماز ایسی معجون ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوبِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی امت کے دلوں کی شگفتگی اور جانوں کی تازگی کے لِئے عطا فرمائی، اہلِ آسمان و زمین کی عبادات اس میں جمع فرما دی، جس طرح کہ عالمِ بالا کے ساکنین میں سے بعض رکوع، بعض سجود، بعض تسبیح و تہلیل اور بعض حمد وثنا میں مصروف ہیں اسی طرح انسانوں میں بعض ذکر و فکر، بعض قرآن کریم پڑھنے بعض درود شریف، بعض دعاؤں اور دیگر عبادات میں مشغول ہیں اور نماز تمام جزوی وکلی عبادات کی جامع ہے اگرچہ (نماز) ارکانِ اسلام سے ایک رکن ہے لیکن کمالِ جامعیت کی وجہ سے کل کا حکم رکھتی ہے اس لِئے کہ نماز میں تکبیر، تسبیح، تہلیل، تحمید، تمجید، تقدیس، تعظیم، دعا، ثنا، ذکر و فکر، قرآت، درود، خضوع وخشوع، رکوع وسجود، قومہ وجلسہ اور سلام، تمام عباداتِ جزی وکلی اس میں داخل ہیں۔ جو شخص نماز کو بخوبی ادا کرتا ہے درحقیقت وہ تمام انسانوں وفرشتوں کی عبادت کا ثواب حاصل کر لیتا ہے، وہ لوگ جو نماز کے بغیر قربِ الٰہی چاہتے ہیں اور دیگر امور میں مشغول ہیں، عجب حیرانی ہے کہ وہ کون سا قرب تلاش کر رہے ہیں، حالانکہ خود حق سبحانہ و تعالیٰ کلامِ مجید میں فرماتا ہے۔

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔

ترجمہ : "سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ"۔

حدیث پاک میں وارد ہے۔

أَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِي الصَّلٰوةِ۔

ترجمہ : "بندہ رَبّ کے زیادہ قریب نماز میں ہوتا ہے"

اس کے خلاف اور کسی دوسرے کام میں مشغول ہو کر اپنا مقصد تلاش کرنا اپنے اوقات کو ضائع کرنا ہے اب اس حقیقت کو جان کہ نماز میں ظاہری آداب کی رعایت اگرچہ ایک عظیم کام ہے لیکن اہلِ حقیقت کے نزدیک یہ نماز کی صورت وجسم ہے اور نماز کی روح وجان حضورِ قلب ہے۔

لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ۔

ترجمہ : "حضورِ قلب کے بغیر نماز نہیں"۔

حضرت رسولِ اعظم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے: "جس نماز میں دِل حاضر نہ ہو اللہ تعالیٰ اس نماز کی طرف نہیں دیکھتا" حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ رَحمۃ اللہ عَلَیْہِ ، حضرت امام شافعی رَحمۃ اللہ عَلَیْہِ اور دیگر علماء نے جو فرمایا کہ تکبیرِ اولیٰ (تحریمہ) کے وقت دِل حاضر ہونا چاہیئے' یہ ضرورت کے باعث اُنہوں نے فتویٰ دیا ہے کیونکہ مخلوق پر غفلت غالب ہے۔ سالک کو چاہیئے کہ نماز میں غیرِحق سے اجتناب کر کے دِل کی توجہ کو یکسو کرے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو حاضر وناظر جانے۔

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ۔

ترجمہ : "کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے' گویا تو اسے دیکھ رہا ہے' اگر تو نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے"۔

یعنی تو بارگاہِ صمدیت کی اس طرح عبادت کرے کہ یا تو اس جناب کو دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ سکتا تو یقینِ دِل سے جان کہ اللہ تعالیٰ مُجھے دیکھ رہا ہے جس طرح ایک خادم بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو بادشاہ اس کی طرف دیکھے اور وہ کسی اور طرف متوجہ ہو' تو ایسا شخص شاہی عنایات کا مستحق یقیناً نہیں ہو سکتا اسی طرح نماز میں در حقیقت حقیقی بادشاہ کے حضور کھڑا ہونا ہوتا ہے تو جو شخص آدابِ

بندگی کی رعایت نہیں رکھتا اور حق کے سوا دوسرے خیالات دِل میں لاتا ہے تو فرشتے عبادتِ کاملہ کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں نہیں لکھتے۔

کشف المحجوب میں ہے: کہ جب حضرت رسولِ اعظم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ معراج پر تشریف لے گئے تو کمالِ حفظِ ادب اور بلند ہمتی کے باعث دونوں جہانوں کی طرف توجہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی۔

ترجمہ: "نہ کجی کی آنکھ نے اور نہ ہی حد سے تجاوز کیا"۔

مازاغ سے مراد دُنیا دیکھنا اور ماطغی سے مراد رویتِ عقبیٰ ہے اس لیے کہ یہ دونوں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ماسواء ہیں پس امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے لیے نماز معراج کے قائم مقام ہے۔ ایسا مناسب نہیں کہ دِل غیرِحق کی جانب مصروف ہو۔

اے عزیز! نماز جسے معراج کہتے ہیں وہ ایسی نماز ہے جس کی برکت وعظمت سے غیرِحق سے مکمل طور پر اعراض ہو اور باطن خیالات وتصورات سے خالی ہو۔

وگرنہ ایں چہ نمازے بود کہ من بے تو
نشستہ سوئے محراب دِل بیازارم

ترجمہ: "وگرنہ وہ نماز ہی کیا کہ میں تیرے بغیر، محراب کی طرف بیٹھ کر دل کو ستاتا رہوں"۔

حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "اگر مجھے نماز میں غیرِحق کا خیال دل میں آتا تو اس نماز کو دوبارہ ادا کرتا کیونکہ جس نماز میں ذرہ بھر بھی ماسوا کا خیال دِل میں پیدا ہو، تو ممکن نہیں کہ وہ نماز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو، یا اس کی لذت وحلاوت نمازی کی جان کے مذاق میں پہنچے"۔

سلک السلوک میں ہے کہ ایک صاحبِ وقت درویش مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ بارش شروع ہو گئی اس کا دِل کمرہ کی جانب مائل ہوا کہ ایسا نہ ہو گھر کی چھت سے پانی ٹپکنے لگے مسجد کے کونے سے آواز آئی: اے درویش! یہ نماز جو تو ادا کر رہا ہے اس کا ہم پر کوئی احسان نہیں، اس لِئے کہ جو کچُھ تجھ میں لطیف ہے اس کو ہر گھڑی تو اپنے گھر کی جانب روانہ کر رہا ہے اور جو کچھ تجھ میں کثیف ہے اس کو یہاں چھوڑ رہا ہے حق کے سوا جو خیال قوُتِ متخیلہ میں گردش کرے تاریکی لاتا ہے اور جس عبادت میں تاریکی ہو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قابلِ قبول نہیں ہوتی۔

اے عزیز! خیال کرو کہ جب جسم (انسانی) ظاہری نجاست میں ملوث ہو تو حق سبحانہ وتعالیٰ کے حضور سجدہ کرنے کے لائق نہیں، اسی طرح وہ دِل جو حرص وہوا کی میل اور دنیا کے مردار وغیرہ سے آلودہ ہو اللہ تعالیٰ کے قرب وحضور اور معرفت کے لائق کس طرح ہو گا اور اس پر حقیقی دولت کب کھلے گی۔

سبحہ دردستِ تو ہمی گوید دل بگرداں مراچہ گردانی

ترجمہ: "تسبیح تیرے ہاتھ میں اس طرح کہتی ہے، دِل کو پھیر، مجُھے کیا پھیرتا ہے"۔

تو درونِ نماز دِل بیروں گشتہا می کنند عمانی

ترجمہ: "تو نماز میں مصروف ہے، تیرا دِل باہر مہمان بننے کے لِئے گشت کر رہا ہے"۔

ایں چنیں خاطرِ پریشان را شرم نیاید نمازی خوانی

ترجمہ: "ایسے پریشان دِل کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے تجھے شرم نہیں آتی"۔

ابو جہم بن حذیفہ رَضی اللہُ تعالیٰ عنہ نے ایک سیاہ صوف کا لباس جس پر سفید نشان تھا حضور نبی کریم صَلّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہ وَسَلَّمَ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے پہنا اور نماز ادا فرمائی، فراغت کے بعد وہ لباس اتار دیا اور

فرمایا: اے عائشہ رَضی اللہُ تعالیٰ عنہا یہ لباس ابو جہم کو واپس کر دو دورانِ نماز میری نظر اس پر پڑی قریب تھا کہ مجھے غیرِ حق کی طرف مائل کر دے۔

اس معاملہ میں مکمل طور پر احتیاط کرنی چاہیئے اور دِل کو غیر کے خیالات سے روکنا خصوصاً سالک کے لئے ضروری ہے۔ وہ سالک جس کو نماز میں جمعیتِ باطن میسّر نہیں ہوتی، نماز کا نُور اس کے دِل پر نہیں چمکتا، اہلِ طریقت کے نزدیک ایسے آدمی کا سلوک بالکل ابتر ہے۔

رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے: جس شخص کو نماز غفلت اور دِل کی پریشانی سے نہیں روکتی اس نماز سے اسے دوری وناامیدی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اس حقیقت کو جان لو کہ نماز تین قسم کی ہوتی ہے۔

(۱) عوام کی نماز۔

(۲) خواص کی نماز۔

(۳) خاص الخاص لوگوں کی نماز۔

عوام کی نماز: وہ ہے جو لوگ رسم وعادت کے طور پر غافل دِل کے ساتھ ادا کرتے ہیں اگرچہ ازروئے حکمِ ظاہر وہ ادا ہو جاتی ہے لیکن صدق وصفا سے خالی ہے یہ نماز اس اخروٹ کی طرح ہے جو مغز سے خالی ہو اور ایسی صورت ہے جس میں جان نہ ہو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نماز وروزہ سے رنج وتکلیف کے سوا کچھ حاصل نہیں کرتے یعنی ظاہر میں وہ سجدہ کرتے ہیں اور باطن پراگندہ ہوتا ہے اور رکوع وسجود، قومہ اور جلسہ میں احتیاط نہیں کرتے رسم وعادت کے انداز پر کہ نفس اس کا خوگر ہو گیا ہو، غافل وبے ادب لوگوں کی طرح پڑھتے ہیں اگر حضورِ دِل اور دِل پراگندگی سے جمع نہیں رکھ سکتے تو ظاہری ارکان میں بھی احتیاط نہیں کرتے۔

انصاف سے دیکھئے اور خیال کیجئے کہ اس طرح کی نماز اللہ رَبّ العزت کی

بارگاہ میں کب قبولیت کے لائق ہو سکتی ہے۔ مثنوی

می گزاری از نماز و غیر آں

لیک یک ذرہ نداری ذوقِ جاں

ترجمہ : "تو نماز وغیرہ ادا کرتا ہے لیکن ذرہ بھر بھی دِل کا ذوق نہیں رکھتا"۔

ذوق باید تادہد طاعات بر

مغز باید تا دہد دانہ شجر

ترجمہ : "ذوق چاہیے تاکہ طاعتیں پھل دیں، مغز ہونا چاہیئے تاکہ دانہ سے درخت پیدا ہو"۔

دانہ بے مغز کے گردد نہال

صورتے بے جاں نباشد جز خیال

ترجمہ : "بغیر مغز کے بیج درخت کب بن سکتا ہے اور تصویر جان کے بغیر سوائے خیال کے کچھ نہیں ہوتی"۔

طاعتش نغزاست ومعنی نغزنہ

جوزہا بسیار ودروے مغزنہ

ترجمہ : "ایسے شخص کی عبادت بظاہر اچھی ہے لیکن اس کی حقیقت اچھی نہیں ہے"۔ اس کی مثال یوں ہے کہ اخروٹ تو بہت ہوں لیکن ان میں مغز نہ ہو۔

دلہن کی طرح نماز اس وقت چہرہ سے نقاب اتارتی ہے جب دِل کے سامنے ذاتِ اقدس کے علاوہ کچھ نہ ہو اور باطن غیر کے خیالات سے پاک ہو۔

سالکانِ خاص کی نماز: سعادت کا راستہ چلنے والوں کی نماز ایسی ہوتی ہے کہ (سالک) جب نماز کی طرف متوجہ ہوتا ہے ظاہری طہارت کرتا ہے

اور باطن کو توبہ استغفار کے پانی سے دھوتا ہے، ذوق وشوق کا سرمایہ جو مذاقِ جان کو حلاوت بخشنے والا ہے، تلاش کرتا ہے، جسم کو جو روح کا لباس ہے، آلائش طبعی اور اوصافِ بشری سے پاک کرتا ہے اور جب نماز کی جگہ قدم رکھتا ہے تو دِل کو جو حضرت کبریاء جل وعلا کے اسرار وانور کے ظہور کا محل ہے خطراتِ غیر سے صاف کرتا ہے جب ظاہری چہرے کو قبلہ کی جانب کرتا ہے تو دِل کے چہرے اور توجہ باطنی کو حقیقی قبلہ کی جانب کر کے نظر دِل پر جماتا ہے، جب تکبیر کہتا ہے تو دونوں جہانوں سے تعلق منقطع کر کے دُنیا و آخرت پر تکبیر کہتا ہے اور جب عبادت کے مصلیٰ پر کھڑا ہوتا ہے تو حق سبحانہ وتعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر کمالِ ادب وحضور کے ساتھ ملک العلام (اللہ تعالیٰ) جو درجاتِ علیا پر پہنچانے والا ہے کا کلام پڑھنے میں مشغول ہوتا ہے جب رکوع میں جاتا ہے تو کمالِ خشوع وخضوع اور شکستگی کے ساتھ سر جھکاتا ہے اور نفس کی انانیت سر سے دور کرتا ہے، جب سجدہ میں جاتا ہے تو اپنی ذلت ونیاز اور حضرت کبریا جل وعلا کی عظمت وجلال ملاحظہ کرتا ہے، جب ارکانِ نماز کی منازل طے کر کے قرب کے بچھونے پر بیٹھتا ہے تو اغیار کی طرف سے پریشانی کے بغیر، ہشیار دِل کے ساتھ دعاوثنا کے لئے زبان کھولتا ہے جب سلام پھیرتا ہے تو اپنی خودی کو رخصت کرتا ہے اور خدائے احد جل وعلا کے جمال کے مشاہدہ میں غرق ہو جاتا ہے تاکہ نماز کے ذریعہ سے نمازی کی روح عالمِ اقدس کی جانب عروج کرے اور حقیقتِ نماز کی چہرہ کشائی ہو۔ ابیات

ایں نمازت تاجِ شاہی می دہد　　بل ترا ازخود رہائی می دہد

ترجمہ: "یہ نماز تجھے تاجِ شاہی دیتی ہے، بلکہ تجھ کو تجھ سے رہائی دیتی ہے"۔

نقدِ ہستی محو کن در نماز　　تابگوئی پیشِ حق راز ونیاز

ترجمہ: "نماز میں اپنے آپ کو مٹا دے، تاکہ تو خدا کے سامنے راز ونیاز پیش کرے"۔

خواص یعنی عارفین کی نماز: جسم عبادت میں، دِل حضوری میں، جان قرب و محبت کے مقام میں اور نفس فنا درفنا ہوتا ہے۔

جب عارفِ کامل نماز میں داخل ہوتا ہے، اللہ اکبر کہتے ہی اپنے آپ سے غائب ہو جاتا ہے حق کے حضور حاضر اور بحر نیستی میں اس طرح فنا ہو جاتا ہے کہ اس وقت اس کو نہ اپنی ذات کی خبر ہوتی ہے نہ اس میں بشریت کی بو کا اثر۔ کیونکہ نماز کے ہر رکن میں عالمِ قدس سے اتنا فیض اس کے باطن پر پڑتا ہے کہ اس کو خودی سے آزاد کر کے اور بے خود بنا کر حق تعالیٰ کے حضور حاضر کر دیتا ہے کیا ہی اچھا ایک بزرگ نے کہا ہے: ایک نماز جو تجھ کو خودی سے نجات دے دے ان ہزار نمازں سے بہتر ہے جن میں خودی باقی ہو اس لِئے کہ حقیقتِ نماز اس شخص پر منکشف کرتے ہیں جو اپنے سے فانی ہو کر حق کے ساتھ باقی ہو جائے۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "عوام کی نماز ظاہری اعضاء کی رعایت ہے اور خواص کی نماز ماسوی اللہ سے مکمل اعراض اور بحرِ شہود میں مستغرق ہونا ہے"۔

اخص الخواص کی نماز یہ ہے کہ عابد مکمل طور پر اپنے آپ سے غائب ہو کر حق تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جائے یہی وجہ ہے کہ سالکانِ طریقت جو میدانِ شریعت کے شاہباز ہیں، نماز کے ذریعہ سے اتنی ترقی کرتے ہیں جو بیان و برہان سے باہر ہے یہ وجدانی معاملہ ہے بیان میں نہیں آ سکتا۔ بیت

ہر کہ او از خود بکلی وا نرست نایدش ورے ازیں دریا بدست

ترجمہ: "جو شخص اپنے آپ سے مکمل طور پر آزاد نہیں ہوتا اس دریا سے کوئی موتی اسے حاصل نہیں ہوتا"۔

جس طرح مبتدی کو ابتداء میں ذکر و فکر سے ترقی نصیب ہوتی ہے اسی طرح منتہی کا عروج و ترقی نمازوں سے وابستہ ہے اہلِ کمال سالکین کی عبادت کے

مرتبہ کی انتہاء نماز میں ہے۔

اے عزیز! اگرچہ ابتدائے حال میں ذوق و شوق، احوال و مقامات، واردات اور کشف و کرامات کا ولولہ غالب آتا ہے لیکن منتہی افراد کا آخری کام نماز کے بغیر کچھ اور نہیں جو تلوین کے مقام سے تمکین کی منزل تک پہنچ جاتے ہیں۔

جب رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وحدانیت کے خلوت خانہ میں داخل ہونا چاہتے تو حضرت بلال رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہ کو فرماتے:

أَرِحْنَا يَا بِلَالُ بِالصَّلٰوةِ۔

ترجمہ: "اے بلال ہمیں نماز کے ذریعہ راحت پہنچاؤ"۔

نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے وصال و اتصال کی دولت جو آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کو شبِ معراج کو میسّر آئی وہ عالمِ دُنیا میں نماز کے ذریعہ سے پاتے۔

صاحبِ کشف المحجوب سید علی ہجویری قدس سرہٗ فرماتے ہیں: شبِ معراج حضرت سرورِ عالمیان صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے باری تعالیٰ مجھے دنیا کی مصیبت سرا میں واپس نہ بھیج اور حرص و طمع کی قید میں نہ ڈال، اللہ کریم نے فرمایا: ہمارا حکم اسی طرح ہے کہ آپ واپس جا کر احکامِ شرع نافذ کریں تاکہ جو کچھ ہم نے آپ کو یہاں عنایت فرمایا ہے وہاں بھی عطا فرمائیں، غرباء و ضعفاء ہم سے جدا ہو کر اپنے وطن سے دور چلے گئے ہیں اور ان کے دِل آتشِ فراق سے جلے ہوئے ہیں، انہیں اپنے اصلی وطن کی طرف رہنمائی کیجئے، غریب الوطنی کے کوچہ کے سرگشتہ لوگوں کی دستگیری کیجئے یہ چند روزہ فراق آپ کو نقصان نہیں دے گا بلکہ آپ کا وجودِ مسعود دُنیا و جہاں والوں کے لِئے فائدہ مند ہے"۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ

وَإِنَّكَ لَتَهْدِيْ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

ترجمہ: "ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لِئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اور آپ سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں"۔

جب رحمتِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ دُنیا میں لوٹے آپ کا قلبِ اطہراس مقامِ معلیٰ کا مشتاق ہوتا تو فرماتے۔

أَرِحْنَا يَا بِلَالُ بِالصَّلٰوةِ۔

ترجمہ: "اے بلال! ہمیں نماز کے ذریعہ سے راحت پہنچایئے"۔

اور نماز کے ذریعہ اس دولت تک پہنچتے۔

حضور نبی مکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے اکمل متبعین نے آپ کے خوانِ احسان اور مائدہ پُرفائدہ سے حظِ وافر پایا ہے، تمام امور میں اپنے آپ کو سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت ومتابعت میں محو وفنا کردیا ہے نماز میں اس دولت سے سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت واستعداد کے مطابق حِصّہ وفیض ملتا ہے۔

اتباعِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ: اے عزیز! نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی متابعت ایسی عظیم نعمت اور دولتِ کبریٰ ہے کہ ہر قسم کے مقامات، کمالات اور حالات ودرجات جو سالکین کو حاصل ہوتے ہیں سارے اتباعِ نبی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی برکت سے حاصل ہوتے ہیں لہٰذا جو کام مقاصد کے حصول کا ذریعہ ہوں ان میں سستی اور کوتاہی کمال درجہ کی جہالت اور نادانی ہے جو شخص اپنے ظاہر وباطن کو اخلاقِ محمّدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ سے آراستہ رکھتا ہے اس کی ذات عالی صفات، عنایاتِ الٰہیہ کی منظورِ نظر ہو جاتی ہے اور سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ سے محبت اور متابعت کے تعلق کے مطابق کمالاتِ ولایت سے بہرہ ور ہو کر صفاتِ کاملہ سے موصوف ہو جاتا ہے اگر تو چاہتا ہے کہ اس بلند مقام سے شرف یاب ہو تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی اتباع میں اپنے آپ کو ثابت قدم رکھ وجودِ محمّدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے آئینہ کو بارگاہِ احدیت کے حسن کے ظہور سے جدا خیال نہ کر جب کوئی سعادت مند سالک تمام امورِ شرعیہ میں راسخ ومستقل ہو جاتا ہے اور سرورِ عالم

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف (حسنہ) سے خلعت پہن لیتا ہے اور اس بارگاہ میں مقرب و مقبول ہو جاتا ہے تو اس کو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا نائب بنا دیا جاتا ہے اور اس کے سر پر تاجِ خلافت رکھ دیا جاتا ہے۔ اس کا نُور سورج کے نُور کی طرح ہوتا ہے دُنیا کو فیض دیتا ہے اور جہاں کو منوّر و نورانی کر دیتا ہے دُنیا اور اہلِ دُنیا کا قیام اس کی ذات بابرکت سے ہوتا ہے لیکن اس مقام پر اس شخص کو سرفراز کیا جاتا ہے جو شریعت، طریقت اور حقیقت کے تمام مراتب کا جامع ہو اس لِئے کہ احکامِ شریعت کی حفاظت یا انوارِ طریقت کا مکاشفہ اور اسرارِ حقیقت کا مشاہدہ ایک بہت عظیم کام ہے۔

شریعت یہ ہے کہ امر و نہی اور سنّتِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ پر استقامت اختیار کرے۔

طریقت تَخَلَّقُوْا بِأَخْلَاقِ اللّٰہِ کے حکم کے مطابق صفات کا بدل جانا ہے، حقیقت باطن کو غیرِ حق سے خالی کر دینا اور اپنے آپ کو خودی کی قید سے خلاصی دلانا ہے لیکن وہ سالک جو مقامِ سکر کے قیام میں قید ہو اور اس کے غلبہ کے باعث امورِ شرعیہ میں قصور کرے تو ایسا شخص صحیح معنوں میں خلافت کے قابل نہیں چونکہ اولیائے کاملین صحو کو سکر پر ترجیح دیتے ہیں اسی وجہ سے اس مقام (سکر) کے مکین کماحقہ، شریعت کا حق ادا نہیں کر سکتے۔

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ السامی فرماتے ہیں: ایک وقت مجھے عروج نصیب ہوا، میرا سر آسمان پر لے جا کر مجھے بہشت و دوزخ دکھائی گئی میں نے کسی چیز کی جانب نہ دیکھا، یہاں تک کہ مجھے حجابات سے گزار دیا، پھر میں پرندہ بن گیا اور ہویت کی فضا میں اڑنے لگا، یہاں تک کہ احدیت کے میدان سے شرف یاب ہوا، جب میں نے دیکھا تو وہ سب میں ہی تھا میں نے عرض کی اے باری تعالیٰ! میری خودی کے ہوتے ہوئے مجھے تیری طرف راہ نہیں مل سکتی مجھے میری خودی سے نجات حاصل نہیں تو اب مجھے کیا کرنا چاہیئے؟

ارشاد فرمایا! اے بایزید خودی سے تیری نجات میرے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی متابعت میں ہے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے قدموں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنا اور آپ کی اتباع اختیار کر تجھے تیرا مقصود حاصل ہو جائے گا۔

جسے اللہ تعالیٰ کمال و تکمیل تک پہنچانا چاہتا ہے اس کی خود تربیت اپنے فضل سے فرماتا ہے، اپنی جانب خود راستہ دکھاتا ہے وہ لوگ جو ازلی سعادت کی بدولت اس سعادت کی قابلیت واستعداد رکھتے ہیں شرعی حقوق ادا کرنے میں حد سے زیادہ سعی کرتے ہیں معنوی کمالات حاصل ہونے کے باوجود وسائل سے دست کش نہیں ہوتے حق تعالیٰ شانہ، اپنے حبیب مکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی برکت سے ان کے دلوں کو اپنی معرفت کے نُور سے منور فرما کر اعلیٰ علیین کے مقام پر پہنچا دیتا ہے۔

اے عزیز! جب تک سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت غالب نہ ہو اور سالک کی صفات حضرت رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی صفات میں فنا نہ ہو جائیں اپنے آپ سے رہائی اور حق تعالیٰ سے شناسائی نصیب نہیں ہوتی، فنا فی اللہ کا مقام جو عاشقوں کے مقام کی انتہاء اور سالکین کا مقصد ہے میسّر نہیں ہوتا۔

فنا فی اللہ کا درجہ فنا فی الرسول پر موقوف ہے اور فنا فی الرسول (کا مقام) اس وقت حاصل ہوتا ہے جب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف و اخلاق اس میں موجود ہوں اور اس کے تمام اعمال، افعال، حرکات وسکنات عبادات، وریاضات اور عادات بعینہٖ حضرت رسولِ اعظم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے طریقۂ مبارکہ کے مطابق ہوں چونکہ نوعِ انسان کی حقیقت لطافت میں پانی اور ہوا کا حکم رکھتی ہے جس رنگ وصفت میں مل جاتی ہے اسی جیسا رنگ اختیار کر لیتی ہے کمالِ سعادت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے اوصاف کے رنگ میں رنگ دے تاکہ اس کی وساطت سے اعلیٰ مقصد وبلند مرتبت مطلب تک پہنچے اس لیے کہ سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے اعمال میں سے ہر عمل درگاہِ خداوندی میں محبوب ومقبول ہے سالک کو اس کا جاننا اور اس پر عمل کرنا واجب ہے اس لئے حضور رحمتِ دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی عاداتِ شریفہ اور

اوصافِ مبارکہ کا کچھ ذکر معتبر کتابوں سے اخذ کر کے اجمالی طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

شمائلِ حمیدہ : سنو! سنو! ہر خاص و عام کو پہلے سلام کرنا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا طریقہ تھا آپ کے نزدیک غنی و مفلس کے درمیان کوئی فرق نہ تھا ہمیشہ خندہ روئی کے ساتھ نرم و شیریں کلام فرماتے۔

بدگوئی اور عیب جوئی کی طبع لطیف میں گنجائش نہ تھی اگر کسی کی نامناسب حرکت دیکھتے تو کنایتہً اشارہ فرماتے تاکہ وہ شکستہ دِل نہ ہو۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ متواضع، متحمل مزاج، متوکل، صابر، قناعت اختیار کرنے والے رحیم دل، وعدہ کے سچے اور عہد کے پکے تھے۔

جود و سخا اور احسان و مروت کے اس مقام پر فائز تھے، جو چیز کوئی طلب کرتا بلاتوقف عطا فرما دیتے۔

اہلِ مجلس میں ہر ایک کو اپنی التفات و عنایت سے حِصّہ عطا فرماتے اس عالی محفل میں بیٹھنے والا ہر آدمی یہ یقین کرتا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے نزدیک مجھ سے زیادہ کوئی معزز نہیں ہو گا ہر ایک کی قابلیت و استعداد کے مطابق گفتگو فرماتے یہاں تک ہر آدمی راضی اور خوش ہوتا۔

آپ کے اخلاقِ مبارکہ اتنے عظیم تھے کہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دس برس سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں رہا اس دوران میں آپ نے مجھے کبھی یہ نہ فرمایا کہ تو نے برا کیا یا کیوں کیا؟ اگر میں اچھا کام کرتا تو دعائے خیر فرماتے اور اگر حکم کے مخالف اور ناپسندیدہ کام کرتا تو فرماتے۔

كَانَ أَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا۔

ترجمہ : "اللہ تعالیٰ کی تقدیر مقرر شدہ ہے"۔

خلافِ حق امر کے سوا کسی پر غصہ نہ فرماتے، اپنی ذات سے متعلق ایسے

معاملہ کے لِئے جس کام کا تعلق دُنیا سے ہو کسی سے انتقام نہ لیتے، قہقہہ نہ لگاتے اور نہ ہی ہنستے لیکن تبسم فرماتے بغیر ضرورت وحاجت کے گفتگو نہ فرماتے۔

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی خاموشی طویل ہوتی جب گفتگو فرماتے تو بات مکمل کرتے یعنی بات صحیح صحیح فرماتے ناقص وشکستہ گفتگو نہ فرماتے مختصر الفاظ سے گفتگو فرماتے جو کثیر معانی کے حامل ہوتے جب بات کرتے تو دائیں ہاتھ کے مبارک انگوٹھے کو بائیں ہاتھ کی مبارک ہتھیلی پر مارتے اگر اشارہ فرماتے تو ہاتھ کی پوری ہتھیلی سے فرماتے صرف انگشت مبارک سے اشارہ نہ فرماتے جو کچھ آتا سب حاضرین وغائبین، فقراء اور مستحقین میں تقسیم فرماتے بیماروں کی عیادت کے لِئے تشریف لے جاتے عیادت میں سفر کی طوالت کو عذر نہ بناتے۔

صحابہ کرام، بچوں اور اہل وعیال سے مل کر رہتے ہمسایہ کی رعایت فرماتے۔

مہمانوں کی عزت کرتے، کبھی کبھی اپنی چادر مبارک زمین پر بچھا دیتے اور لوگوں کو اس پر بٹھاتے صرف صحیح ودرست گفتگو فرماتے، انتہائی شرم اور کمالِ حیاء سے پوری نظر کسی کے چہرے پر نہ ڈالتے، جو کوئی آپ سے احسان کرتا اس کا بدلہ دیتے اکثر اوقات قبلہ رو تشریف فرما ہوتے آپ کی اپنی نشست وبرخاست اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر نہ ہوتی ہمیشہ باوضو رہتے اور مسواک اپنے آپ سے علیحدہ نہ فرماتے، مسواک کرنے میں مبالغہ اس قدر فرماتے کہ دندان مبارک کی جڑیں گھسنے لگتیں اور حلق مبارک سے خاع خاع کی آوازیں نکلتیں، خچر اور دراز گوش پر سوار ہو جاتے کبھی کسی کو اپنے ہمراہ سوار فرما لیتے، جو کوئی دعوت دیتا اس کو قبول فرما لیتے، نعمت کی تعظیم فرماتے اگرچہ تھوڑی ہوتی، اس کی مذمت نہ فرماتے اگر پسند ہوتی تو تناول فرماتے اور اگر رغبت نہ ہوتی تو چھوڑ دیتے، خالی زمین پر بیٹھ جاتے اسی جگہ کھانا کھاتے اور آرام فرماتے، گھر والوں کی خدمت کرتے بکریوں کا دودھ دوہتے، اونٹ کا گھٹنا باندھ دیتے، اس کو چارہ بھی ڈال دیتے، غلام کو دسترخوان پر شامل کر لیتے، خمیر

تیار کر لیتے، بازار تشریف لے جاتے سامان خرید کر گھر لاتے، نعلین مبارک گانٹھ لیتے، کپڑے سی لیتے، جب مجلس میں تشریف لاتے، جہاں جگہ ملتی وہاں بیٹھ جاتے، بلند مقام پر بیٹھنے کا ارادہ نہ فرماتے اپنے لِئے خاص نشست گاہ مقرر نہ فرماتے، امت کو بالانشینی سے منع فرماتے، جو فاضل، عالم، صالح، متقی، خداترس، زاہد، عابد اور دین میں زیادہ قوی ہوتا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے نزدیک مقرب و عزیز ہوتا، عنایات اور مہربانیوں سے اس کو حظِ وافر تر ملتا، صحابہ کرام کی ضروریات و مقاصد پورے کرنے میں مشغول رہتے اور انہیں ایسے کاموں میں مصروف رکھتے جو ان کے احوال اور بہتری کے مناسب ہوتے، طالبان (راہِ حق) کے دلوں کو نورِ ہدایت سے روشن فرماتے، لوگوں کے لِئے فوائد و نصائح اور توجہ باطنی سے دریغ نہ فرماتے، مبارک مجلس میں ایسی بے مقصد گفتگو نہ ہوتی جس میں دینی فوائد نہ ہوں، طالبانِ خیر و برکت اور اہلِ سعادت گروہ در گروہ حاضر ہو کر دینی انعامات سے اپنا حصہ پاتے، چونکہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا قلبِ اطہر معارف کے انوار اور حقائق کے اسرار سے مالا مال تھا اور زبان مبارک قلبِ اطہر کے خزانے کی چابی کی طرح تھی امت کے لِئے جو حکم سود مند ہوتا ارشاد فرماتے سعادت کے خزانے عنایت فرماتے، قرآن کریم سن کر اکثر گریہ فرماتے یا صلوۃ اللیل میں گریہ وزاری کرتے امت پر شفقت کے باعث یا میت پر رحمت کی وجہ سے بھی آہ وزاری کرتے جمائی نہ لیتے۔

حدیث شریف میں ہے جمائی شیطان اور چھینک رحمان کی جانب سے ہے جمائی غلبہ کرے تو بائیں ہاتھ کے ساتھ منہ ڈھانپے یا نچلے ہونٹ کو دانتوں سے پکڑے اس کی وجہ سے ہاء، ہاء اور آہ آہ، جیسی آواز منہ سے نکالنا نہایت ہی برا ہے اس وجہ سے شیطان ہنستا ہے۔

چھینک آتی تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ دستِ اقدس یا کپڑے سے دہن مبارک کو ڈھانپ لیتے سیریٔ طعام کے باعث جو ڈکار آتی ہے اسے ناپسند فرماتے، صحابہ کرام کے ہمراہ چلتے تو ان کو آگے کرتے اور خود پیچھے چلتے اور فرماتے

مجھے چھوڑیئے میری پشت فرشتوں کے لئے خالی رہنے دو، ضعیفوں کی مدد فرماتے، کمزوروں کو سوار کرلیتے، کسی کو رنجیدہ کرتے نہ کسی سے رنجیدہ ہوتے، ہمیشہ غمگین وفکرمند رہتے، کھانا کبھی سیر ہو کر تناول نہ فرماتے، رات کو آرام نہ فرماتے، لباسِ عصمت وپارسائی، اور درگاہِ الٰہی میں محبوبیت کے درجہ کے باوجود صومِ وصال، شب بیداری اور کثرتِ نماز کی وجہ سے ایک گھڑی بھی آرام نہ فرماتے۔

أَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ وَأَكْمَلُ التَّحِيَّاتِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ۔

اے عزیز! حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے فضائل وخصائل کو لکھنے کے ہمت اور بیان کرنے کی کسے طاقت ہے لیکن سعادت مند آدمی کو جس قدر اس سعادت کی توفیق حاصل ہو اس پر عمل کرے اور سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت کا پودا دِل کی فضاء میں لگائے کیونکہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت ودوستی تمام سعادتوں کی سردار اور عالی درجات تک پہنچانے والی ہے، مفلسانِ بے مایہ کے لِئے سرمایۂ تمام اور خالی ہاتھوں کے لِئے بے انتہا دولت ہے جو شخص سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت میں فنا اور آپ کے اوصافِ شریفہ سے آراستہ ہو جاتا ہے وہ دونوں جہانوں میں سعادت مند اور مقبولِ دین و دُنیا ہو جاتا ہے۔

حکایت: بنی اسرائیل میں ایک آدمی انتہائی فاسق وفاجر اور پریشان روزگار تھا اس نے دو سو برس فسق وفجور میں گزار دیئے عبادت گزار لوگوں کے ساتھ مختلف قسم کے ظلم وفساد اور زیادتی کرتا رہتا اسی دوران ملک الموت روح قبض کرنے آ گئے مختلف قسم کے گناہوں کے ساتھ اسے عالمِ دُنیا سے قبض کرلیا اس کی موت پر لوگوں نے خوشیاں کیں اللہ کا شکر ادا کیا بعدازاں اس کو پاؤں سے پکڑ کر بنی اسرائیل کے کوڑے کے ڈھیر پر ڈال آئے اللہ رب العالمین کی جانب سے حضرت جبرئیل علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا کہ اے

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے: میرے ایک دوست نے دُنیا سے آخرت کی جانب کوچ کیا۔ اس کے دشمنوں نے اسے کوڑے کے ڈھیر پر ڈال دیا ہے آپ جا کر اس کو وہاں سے نکال کر تجہیز و تکفین کریں اور بنی اسرائیل کو اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کی راہنمائی فرمائیں تاکہ وہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کی برکت سے بخشے جائیں اور قبولیت کا مقام پائیں حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمانِ الٰہی سے اس کوڑا پر تشریف لائے جب آپ کی نظر اس مرد پر پڑی تو دیکھا کہ یہ وہی ہے جس نے دو سو برس فسق و فجور میں گزارے، حیران ہوئے لیکن مامور تھے حکمِ الٰہی بجالائے اس کے بعد اللہ جل شانہ کی بارگاہ سے اس کے متعلق دریافت کیا اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے موسیٰ! میرے بندوں نے اس سے جو معاصی اور بے ادبیاں دیکھیں اور ان کے علم میں آئیں فی الواقع وہ شخص اس سے سو گناہ زیادہ سزا کا مستحق تھا لیکن ایک دِن اس نے توریت کھولی اور اس میں سید آخرالزماں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی نعت دیکھی محمد مصطفیٰ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت نے اس کے دل میں جوش مارا یہاں تک کہ جس ورق پر نامِ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ رقم تھا اپنے چہرے پر ملا اور بوسہ دیا ہم نے اپنے محبوب کی اس عزت کی برکت سے اس کے دو سو برس کے گناہ بخش دیئے اور اسے اپنے مقبول بندوں میں شامل کر لیا۔

ہاں اے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے گدا تیرے سر پر تو سرورِ دین و دُنیا کا سایۂ عاطفت ہے حقیقت میں دونوں جہان کی دولت و سعادت تیری بغل میں ہے اس دولت کی قدر پہچان جو کچھ انبیاء کرام علیہم السلام کی آرزو تھی وہ تجھے مل گئی ہے، جو چیز اوروں کو طفیلی طور پر عطا ہوئی تجھے اصالتاً مرحمت ہوئی ہے۔ شعر

ندانم کہ دانی چہ دولت تراست فخرِ دو عالم ترا پیشواست

ترجمہ: "میں نہیں جانتا کہ کیا تجھے علم ہے کہ تجھے کون سی نعمت میسر ہے، حضرت فخرِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ تیرے پیشوا ہیں"۔

ہر سعادت مند جو سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت میں فنا ہو اور آپ کی متابعت و پیروی میں مستقل و راسخ ہو تو وہ بارگاہ نبویہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ سے بلا واسطہ فیض حاصل کرتا ہے اور آپ کے وسیلہ سے بارگاہِ احدیت میں مقبول و مقرب ہو جاتا ہے کیونکہ سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت بعینہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی محبت ہے۔

فضائلِ درود شریف

سرورِ دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت کی علامات سے ایک یہ ہے کہ ہمیشہ بادشاہِ کون ومکان نُورِ ہر دو جہاں صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ کی روح مبارک پر نیاز واخلاص سے درود شریف بھیجتا رہے تاکہ محبت واخلاص کے رابطہ سے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی روحانیت سے مستفیض ہو اور اللہ تعالیٰ کے فیض ورحمت کے لائق ہو۔

مصابیح میں ہے کہ رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

"جس شخص نے مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے"۔

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں: کہ بندۂ مؤمن جب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ پر درود شریف پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو متعین کرتا ہے کہ آنکھ جھپکنے سے پہلے روضۂ مطہرہ پر حاضر ہو کر عرض کرے یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ فلاں بن فلاں نے آپ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھا ہے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کمالِ فرحت ونشاط سے جواب میں فرماتے ہیں: اس نے ایک مرتبہ مجھ پر درود شریف پڑھا تُم اس پر میری طرف سے دس مرتبہ رحمتیں بھیجو کتنی ہی اچھی وہ ساعت ہے جب تیرا سلام وتسلیمات حضرت رسولِ اعظم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں پہنچے اور کتنی ہی سعادت ہو گی جب حضور سیّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے جواب اور یاد سے تُو سرفراز ہو جائے۔

حدیثِ پاک میں ہے، حضرت رسولِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: قیامت کے روز لوگوں میں سب سے زیادہ میرے قریب وہ ہو گا جو مجھ پر کثرت سے درود شریف پڑھے خصوصاً جمعہ کے دِن اور جمعہ کی رات میں درود شریف کثرت سے پڑھے۔

سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَعَلٰٓی اٰلِیْ مِائَۃَ مَرَّۃٍ لَیْلَۃَ الْجُمُعَۃِ غَفَرَاللّٰہُ لَہٗ ذُنُوْبَ عِشْرِیْنَ سَنَۃً وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَعَلٰٓی اٰلِیْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ غَفَرَاللّٰہُ لَہٗ ذُنُوْبَ مِائَۃَ سَنَۃٍ۔

ترجمہ: "جس نے مجھ پر اور میری آل پر سو مرتبہ جمعۃ المبارک کی رات درود شریف پڑھا، اللہ تعالیٰ اس کے بیس برس کے گناہ بخش دیتا ہے اور جس نے مجھ پر اور میری آل پر سو مرتبہ جمعۃ المبارک کے دِن درود شریف پڑھا اس کے سو برس کے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے"۔

بعض بزرگوں نے فرمایا: جمعہ کی شب میں درود شریف پڑھنے میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ حضور سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ بنفس نفیس درود شریف سماعت فرماتے ہیں اور صلوٰۃ وسلام کا جواب اسے عنایت فرماتے ہیں جو آپ پر درود وسلام عرض کرے۔

ایک دوسری حدیث شریف میں ہے: کہ جو شخص جمعۃ المبارک کے روز ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتا ہے اس وقت تک نہیں مرتا جب تک اپنی جگہ جنّت میں نہ دیکھ لے۔

جو شخص شبِ جمعہ ہزار مرتبہ درود شریف اور دو رکعت نماز ادا کرے، ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ آیت الکرسی اور گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے،

سلام کے بعد سو مرتبہ یہ درود شریف پڑھے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْأُمِّیِ وَعَلٰی آلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔

"خواب میں رحمتِ دوجہاں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی زیارت سے شرفیاب ہو گا اور جو خواب میں رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی زیارت کرلیتا ہے اس پر آتشِ جحیم حرام ہو جاتی ہے۔

کون سی سعادت اس سے بہتر اور کون سی عبادت اس سے اچھی ہو گی کہ سعادت مند بندہ نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے جمالِ جہاں آراء اور چہرۂ زیبا سے شرف یاب ہو اور اس عظیم دولت کے حصول پر دین ودنیا کا سعادت مند ہو جائے اگر توفیق ملے تو چار رکعت صلوۃ عبہر ادا کرے حضرت عمر بن خطاب رَضی اللّٰہُ تعالٰی عنہ اور حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: جب ہم سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی ملاقات کے مشتاق ہوتے یہ نماز ادا کرتے تو خواب میں رحمتِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے جمال جہاں آرا سے شرف یاب ہو جاتے۔

صلوۃ عبہر چار رکعت ایک سلام سے پڑھی جاتی ہے اگر دِن ہو تو دو سلاموں کے ساتھ (دو، دو رکعت) ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد دس مرتبہ انا انزلناہ، کلمۂ تمجید پندرہ مرتبہ، رکوع میں تسبیح مسنونہ کے بعد کلمۂ مذکورہ دس مرتبہ، قومہ میں تین مرتبہ، سجدہ میں تسبیح مسنونہ کے بعد کلمۂ مذکورہ پانچ مرتبہ پڑھے، جلسہ میں کچھ نہ پڑھے، اسی طرح سجدۂ دوم میں پانچ مرتبہ نماز مکمل کر چکے تو کسی سے گفتگو کئے بغیر سورۂ فاتحہ دس بار اور دس مرتبہ سورۂ انزلناہ اور کلمۂ تمجید تینتیس (۳۳) مرتبہ پڑھے اور ایک بار

جَزَى اللّٰهُ عَنَّا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاهُوَ اَهْلُهٗ

پڑھے اس نماز کے فضائل اس کے علاوہ اور بھی ہیں لیکن یہاں اختصار سے کام لیا جاتا ہے پھر دوبارہ مدعا کی جانب آتے ہیں اور فضائلِ درود شریف میں قلم کی زبان کو شیریں کرتے ہیں۔

افضل ترین سعادت اور اعلیٰ ترین عبادت حضرت رسولِ اعظم صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ پر درود شریف پڑھنا ہے کیونکہ درود شریف کی کثرت سے سرورِ عالم صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی محبت جو تمام سعادتوں کا سرچشمہ ہے غالب آتی ہے اور اس کے توسط سے بارگاہِ احدیت میں قبولیت نصیب ہو جاتی ہے درود شریف کی برکت سے تمام گناہ نیکیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

وارد ہے کہ ایک دفعہ حضور نبی اکرم صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ صحابہ کی جماعت کے ہمراہ غزوہ میں تشریف لے جا رہے تھے، خیمہ میں جلوہ افروز ہوئے کھانا طلب فرمایا جو کی روٹی پیش کی گئی فرمایا کیا سالن بھی ہے؟ صحابہ نے عرض کی نہیں اچانک شہد کی ایک مکھی صحابہ کے اردگرد چکر لگانے لگی اور آواز نکالنے لگی، صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ یہ مکھی کیا فریاد کر رہی ہے، فرمایا کہ یہ مکھی کہہ رہی ہے ہم شہد کی مکھیوں کی جماعت مضطرب وملول ہیں کہ صحابہ کرام بغیر سالن کے روٹی کھا رہے ہیں اس پہاڑ میں ہمارا شہد ہے لیکن ہم لانے کی طاقت نہیں رکھتیں کسی کو فرمائیں کہ شہد لے آئے، حضرت علی رَضی اللّٰهُ تعالیٰ عنہ اٹھے اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا چوبی پیالہ لے کر مکھی کے پیچھے پیچھے اس پہاڑ میں گئے مکھی ایک غار میں چلی گئی حضرت علی رَضی اللّٰهُ تعالیٰ عنہ بھی پیچھے غار میں چلے گئے وہاں انتہائی صاف ومصفا شہد دیکھا پیالہ کو بھر کر بارگاہ نبوی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ میں لے آئے مکھی بھی دوبارہ حاضرِ خدمت ہوئی نبی پاک صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ

نے وہ شہد تمام صحابہ میں تقسیم فرما دیا اور تمام کو حصّہ مل گیا لیکن مکھی پہلی طرح آواز نکالتی رہی صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ یہ مکھی اب کیا کہتی ہے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا میرے ساتھ سوال و جواب کر رہی ہے میں نے اس سے پوچھا تمہاری غذا کیا ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اس پہاڑ و بیابان کے ہر تلخ پھول اور ہر بے مزہ پتے کو ہم کھاتی ہیں پھر میں نے پوچھا تمہاری غذا تلخ و بے مزہ ہے کس طرح اس میں صفائی اور مٹھاس پیدا ہوتی ہے اس نے عرض کی یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ ہمارا ایک امیر اور سردار ہے جس کے ہم سب تابع ہیں جب ہم پھولوں پر بیٹھتی ہیں کہ ان کو چوسیں ہمارا امیر آپ پر درود سریف پڑھنا شروع کرتا ہے تو ہم بھی اس کی موافقت کرنے لگتی ہیں اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ پر درود شریف پڑھتی ہیں تو وہ تلخ پھول اور بے مزہ پتے درود پاک کی برکت سے ہمارے حلق میں شیریں ہو کر صاف و مصفا شہد بن جاتے ہیں۔

اسی وجہ سے لوگوں کی بیماریوں کی اس میں شفا ہے۔

جس وقت کہ مکھیاں صدق سے درود شریف پڑھتی ہیں تو ان کی غذا کی تلخی مٹھاس میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اگر بندۂ مؤمن درود وصلوٰۃ کا تحفہ سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ جو موجودات کے باغ کا سرو ہیں کی روح مبارک پر محبت واخلاص سے پڑھے تو اُمید ہے کہ اس کے سارے گناہ نیکیوں میں بدل جائیں گے حضرت رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے وسیلہ سے آپ کی بارگاہ کا مقرب اور بارگاہِ الٰہی کا واصل ہو جائے گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ کیا تو چاہتا ہے کہ میں تیرے کلام، تیری زبان، تیری سوچ، تیرے دل، تیری روح، تیرے بدن، تیرے نُورِ بصر، تیری آنکھ، تیری شنوائی، تیرے کانوں، تیرے لعابِ دھن، تیری آنکھ کی سیاہی اور تیری آنکھ کی سفیدی سے بھی زیادہ قریب ہو

جاؤں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے خداوند! میری آرزو تیری جناب میں یہی ہے کہ میں تیرے زیادہ قریب ہوں تو اللہ جل شانہ نے فرمایا:

فَأَكْثِرِ الصَّلَوَاتِ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: "تو پھر حضرت محمد کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ پر درود شریف کی کثرت کرو"۔

تاکہ اس دولت سے مشرف ہو جاؤ اور بنی اسرائیل کو یہ پیغام پہنچاؤ کہ جو شخص میرے ساتھ حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا انکار کرتے ہوئے ملاقات کرے گا اس پر دوزخ کے تازیانے کو مسلط کروں گا اور اس کو اپنی لقاء سے محروم کر دوں گا تاکہ میرے مشاہدہ کی سعادت نہ پاسکے اس پر کوئی فرشتہ رحم نہیں کرے گا اور کوئی پیغمبر اس کی شفاعت نہیں کرے گا اور فرشتے اس کو چہرے کے بل کھینچ کر دوزخ میں ڈال دیں گے اور اس کے بعد ہمیشہ دوزخ میں رہے گا ہرگز نجات نہیں پائے گا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے پروردگار! حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کون ہیں کہ ان پر درود شریف کے بغیر میں تیرے قرب کی دولت نہیں پا سکتا اور تیرے قرب کی دولت سے سعادت مند نہیں ہو سکتا مگر آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ پر درود شریف کے توسط سے حق تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ اگر محمد مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اور آپ کی امت نہ ہوتی تو نہ میں جنت کو پیدا کرتا، نہ دوزخ کو، نہ سورج کو ظاہر کرتا، نہ چاند کو، نہ دن کو پیدا کرتا، نہ رات کو، نہ کوئی ملک مقرب ہوتا، نہ نبی مرسل، اور تجھے بھی پیدا نہ کرتا اے موسیٰ اگر تو محمد مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی نبوت کا اقرار نہ کرتا، آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ پر درود نہ بھیجتا تو تجھے بھی دوزخ میں جلاتا اگرچہ ابراہیم خلیل اللہ ہوں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: بے شک میں اقرار کرتا ہوں اور حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی فضیلت پر گواہی دیتا ہوں اور کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھتا ہوں، لیکن میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تو مجھے زیادہ دوست رکھتا ہے یا حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یَا مُوْسٰی أَنْتَ کَلِیْمِیْ وَ مُحَمَّدٌ حَبِیْبِیْ وَالْحَبِیْبُ أَحَبُّ إِلَیَّ مِنَ الْکَلِیْمِ۔

ترجمہ: "اے موسیٰ تو میرا کلیم ہے اور حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ میرے حبیب ہیں اور حبیب میرے ہاں کلیم سے زیادہ محبوب ہے"۔

کوئی رستہ بھی اس سے بہتر اور قریب تر نہیں کہ سالک کو اس راستہ سے قبول کر لیں اور درود شریف کی برکت سے حقیقی دولت کا دریچہ کھول دیں لیکن چاہئے درود شریف پڑھتے وقت باوضو ہو اور تمام آداب بجالائے، یعنی درود شریف شروع کرتے وقت قبلہ رو ہو، تعظیم اور مکمل آداب کی رعایت رکھتے ہوئے بیٹھے، پاک وصاف جگہ پڑھے، گندی جگہ رستہ اور کوچہ وبازار میں نہ پڑھے۔

اپنے ظاہر وباطن کو حضور سیّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی جناب میں متوجہ کرے اور دِل کو ان کی محبت میں لگا دے اور ان کے ذوق میں کھو جائے کیونکہ کوئی بھی مزہ اس سے شریں تر اور کوئی حلاوت اس سے اچھی نہیں، اگر خوشبو میسّر ہو تو اسے بھی ساتھ رکھے،

اس طرح خیال کرے کہ رحمتِ دو جہاں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ جلوہ افروز ہیں اور سن رہے ہیں اور منتظر اور امیدوار رہے تاکہ درود شریف کی وساطت سے بارگاہِ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے فیض پہنچے اور دین ودنیا کا سعادت مند ہو جائے۔

درود شریف سے فراغت کے بعد انتہائی عجز ونیاز سے یہ عرض کرے:

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ أَنْتَ سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَأَنْتَ شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْنَ وَأَنْتَ ھَادِی الْمُضِلِّیْنَ أَنَا عَاجِزٌ

مِسْکِیْنٌ لَا مَعَاذِیْ وَلَا مَلَاذِیْ سِوَاکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُنْظُرْ اِلٰی اَحْوَالِیْ بِالْعَیْنِ الْمُکَرَّمَةِ اُعْطِنِیْ مَائِدَةً مِنْ نَوَالِ حُضُوْرِکَ۔

ترجمہ : "اے اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ آپ رسولوں کے سردار، گناہگاروں کی شفاعت کرنے والے، گمراہوں کو ہدایت بخشنے والے ہیں، میں عاجز اور مسکین ہوں، آپ کے سوا میری کوئی پناہ گاہ نہیں اور نہ ہی کوئی بچنے کی جگہ ہے یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اپنی مکرم و معزز چشم مبارک سے میرے احوال پر نظرِ رحمت فرمایئے اور اپنی بارگاہ کے عطیات سے مجھے بھی دسترخوان عطا فرمایئے۔

کجائی یا رسول اللہ کجائی چرا در دیدۂ تارم نیائی
منم مشتاق باصد آرزوہا چہ خوش باشد کہ دیدارم نمائی
بوییت زندہ ہر جائے کہ ہستم برویت آرزو مندم کجائی

صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ۔

ترجمہ : "اے اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ آپ کہاں ہیں؟ کیوں میری تاریک آنکھوں میں نہیں آتے، میں سو شوق اور بصد آرزو آپ کی دید کا مشتاق ہوں، کیا ہی اچھا ہو کہ آپ دیدار کرائیں میں جہاں بھی ہوں آپ کی خوشبو سے زندہ ہوں آپ کے چہرہ کا آرزو مند ہوں آپ کہاں ہیں؟

صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ أَجْمَعِیْنَ۔

مقصدِ دوم

★ ریاضت و مجاہدہ۔ ★ نفس شناسی۔ ★ تقسیمِ اوقات۔
★ قرآنِ کریم پڑھنے کی فضیلت۔
★ تہذیبِ اخلاق اور خلافِ نفس اور مجاہدہ میں بعض فوائد۔

اے عزیز! جان لے کہ لطیف روح کو کثیف جسم میں رہنے کو یوں تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ اس لامکانی پرندے کو تاریک پنجرے میں ڈال دیا ہے اس کی غرض یہ ہے کہ ذرۂ خاک کو ریاضت کی کٹھالی میں پگھلا کر روح اسے اپنے رنگ میں پاک و صاف کر دے دائمی توجہ اور کثرتِ طاعات و عبادات کے ساتھ اسے صاف و مصفا کرے تاکہ ارشادِ باری تعالیٰ کے مطابق

إِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْأَرْضِ خَلِیْفَةً۔

ترجمہ: "میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں"۔

وہ خلافت کے لائق ہو اور

فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔

ترجمہ: "پس میرے بندوں میں داخل ہو کر جنّت میں داخل ہو جا"۔

کی سعادت سے سرفراز ہو جائے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہی رہی ہے کہ ریاضت و عبادت کے بغیر سعادت کا رستہ نہیں دکھایا جاتا اور محنت و مشقت کے بغیر فتوحات

کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

ترجمہ: "وہ لوگ جنہوں نے ہمارے راہ میں مجاہدہ کیا ہم انہیں اپنے رستوں کی راہنمائی کرتے ہیں"۔

یہ حقیقت کاملانِ اہلِ معنی کے نزدیک ثابت شدہ ہے کہ دولت جس قدر عالی شرف و منزلت والی ہوگی اتنی ہی سخت محنت اور تکلیف سے ہاتھ میں آئے گی اور وہ چیز جو ہلکی اور کم قدر والی ہو تھوڑی سی کوشش سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ ہاں محنت کا بوجھ جواں مردوں کے سوا کوئی نہیں اُٹھا سکتا اور سعادت کا خزانہ تکلیف کے سوا ہاتھ میں نہیں آتا رسمی طاعت اور عادی عبادت سے کام نہیں چلتا بندگی میں مضبوطی سے کمر باندھنی چاہیئے جسم کے آئینہ کو ریاضت کے صیقل اور اعمالِ صالحہ کے ذریعہ بشری اوصاف کھوٹ اور ملاوٹ سے پاک و صاف کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ملاقات کا وعدہ عملِ صالح کے ساتھ کیا ہے۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَّلاَ يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ أَحَداً۔

ترجمہ: "پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ اعمالِ صالحہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے"۔

لہٰذا دانا و عقل مند کے لیئے ضروری ہے کہ کسی وقت بھی اپنے رب کی بندگی و طاعت سے آرام نہ کرے اور کسی لحظہ میں بھی دامنِ عمل کو ہاتھ سے نہ چھوڑے کیونکہ اِنسان کا شرف و بزرگی لوازمِ بندگی کو ادا کرنے کی فکر میں ہے اگر بندہ حقوقِ بندگی کی ادائیگی میں قصور کرے اور اختیار کی لگام نفس و شیطان کے ہاتھ میں دے دے تو ایسا بندہ جانوروں سے بد تر ہے۔

أُولٰٓئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولٰٓئِكَ هُمُ

اَلْغَافِلُوْنَ۔

ترجمہ: ”یہی لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں وہی لوگ غافل ہیں“۔

کیونکہ اس نے اپنی پیدائش کا مقصود حاصل نہ کیا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری و فرمانبرداری پر ثابت قدم رہے، اپنے اوقات کی اس طرح حفاظت کرے کہ اس کے سوا کسی اور کام میں مصروف نہ ہو تو وہ اعلیٰ علیین کا صدر نشین ہوگا اور ملائکہ سے افضل ہوگا کیونکہ فرشتوں میں شہوت و خواہش پیدا نہیں کی گئی اور اِنسان میں عقل و خواہش دونوں چیزیں پیدا کی گئی ہیں اگر عقل کو خواہش پر غلبہ دے کر اللہ تعالیٰ کے رستہ پر آجائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی میں کوشش کرے گا تو ملائکہ سے افضل ہوگا۔

جو آدمی ریاضت و مجاہدہ کا طریقہ اختیار کرلیتا ہے اور خواہشاتِ نفسیانہ کے دروازے اپنے اوپر بند کرلیتا ہے ایسے لوگوں کے بارے میں حدیث پاک میں وارد ہے، کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ کو خطاب فرماتا ہے: اے میرے فرشتو! میرے بندہ کی جانب دیکھو ہم نے اس کو دُنیا میں کھانے پینے میں مبتلا کیا ہے اور مختلف قسم کی شہوات اس پر مسلط کیں، وہ ہماری رضا کی خاطر اپنی خواہشات کو ترک کرکے لذاتِ نفسیانہ کو چھوڑ کر ہمارا مطیع و فرمانبردار ہوگیا۔

صاحبِ کشف المحجوب حضرت مخدوم سیّد علی ہجویری قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ہر بندہ کو ہمیشہ دو جانب سے دعوتیں آتی رہتی ہیں ایک عقل کی جانب اور دوسری خواہش کی طرف سے جو عقل کی دعوت کے تابع ہوتا ہے خلعتِ ایمان سے شرف یاب ہوتا ہے اور جو خواہش کی دعوت کا تابع ہوتا ہے گمراہی میں غرق ہوجاتا ہے جو خواہش بھی ہے نفسِ امّارہ کے تقاضا کے باعث ہوتی ہے، ان خواہشات کو ریاضت و عبادت کے بغیر کسی دوسری چیز سے ختم نہیں کیا جاسکتا۔

لاکھ آفریں اس شخص پر جو نفس کی خواہش پر غالب آگیا اور اپنی حقیقت کو پہچاننے اور ڈھونڈنے لگا اور اپنے جسم کی کیفیت کو اس نے معلوم کرلیا کہ نوعِ انسانی کو کس لیئے پیدا کیا ہے اور اس میں یہ تمام عجائب وغرائب کیوں چھپا کر رکھے ہوئے ہیں ہاں جس کو اللہ تعالیٰ نے نواز دیا ہے اس کو آگاہ بھی کردیا ہے کاملانِ طریقت فرماتے ہیں: اوّل خود را بشناس تا خدا را بشناسی

"پہلے خود شناس ہو تاکہ خُدا شناس ہو جائے"۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ

ترجمہ: "جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا"۔

اپنے نفس کی پہچان یہ ہے کہ بندہ یہ یقین کرلے کہ میری تخلیق حقیر گندے پانی کے قطرہ سے ہوئی ہے۔

أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ۔

ترجمہ: "کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی سے پیدا نہیں فرمایا"۔

یہ جسم متضاد چار عناصر سے مرکب ہے کوئی ذات ہے جس نے ان تمام اضداد یعنی مٹی، ہوا، پانی اور آگ کو کمالِ قُدرت سے باہم ملا کر ان کا آپس میں تعلق اس طرح جوڑا کہ ان چار چیزوں کو ایک جسم بنا دیا ہے اس میں روح ڈال کر اسے زندہ کر دیا ہے اور کمالِ حُسن و جمال کے ساتھ آراستہ کر دیا۔ اس میں دس حواس پیدا کئے پانچ ظاہر میں اور پانچ باطن میں ظاہری پانچ باصرہ، شامہ، ذائقہ، سامعہ اور لامسہ ہیں اور باطنی پانچ یہ ہیں: عقل، وہم، خیال، مدرکہ اور حافظہ ہیں ان تمام کو جسم میں یکجا کرکے اِنسان کا نام دے دیا اور اسے

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۔

ترجمہ: "ہم شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں"۔ سے شرف بخشا اور

وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِن رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سَاجِدِيْنَ۔

ترجمہ : "اور میں نے اس میں اپنی روح پھونکی لہٰذا سب اس کے لیے سجدہ ریز ہو جاؤ"۔

کے اعزاز سے معزز کیا اور عظیم نوازشات سے سرفراز کیا اور انواع و اقسام کی عنایات سے بہرہ مند کیا اور بندگی کا حکم دیا۔ جب بندہ کو تحقیق سے معلوم ہوا کہ میں بندہ ہوں اور میرا ایک پروردگار ہے جو انتہائی کمال صفات سے آراستہ ہے اس نے اس طرح کی چیزیں مجھ میں پیدا کیں اور مجھے عبادت کا حکم دیا اور فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ

ترجمہ : "اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا"۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔

ترجمہ : "میں نے جن و انس کو اپنی عبادت کے لیے ہی پیدا کیا"۔

جو شخص اس حقیقت کو یقینِ دِل سے جان لیتا ہے وہ خود بخود اپنی عبودیت اور حق تعالیٰ کی ربوبیت کو پہچان لیتا ہے لہٰذا اپنی اصل میں تفکر کر اور اپنی حقیقت جان کہ تو کیا چیز تھا؟ کس لیے آیا؟ اور پھر واپس کہاں جائے گا؟ انسان کے اندر اتنے عجائبات کس لیے پیدا کئے گئے؟ اس حقیقت کو مختصر انداز پر مثال کے ذریعہ سے واضح کیا جاتا ہے، تاکہ سعادت مند انسان اپنا ظاہر و باطن رب تعالیٰ کی عبادت سے آراستہ رکھے اور قربِ الٰہی کے لائق ہو جائے۔

جاننا چاہیئے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے

إِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً

ترجمہ : "مَیں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں"۔

کے حکم سے لطیفہ روح کو اپنی حکمتِ کاملہ سے انسانی وجود کی سلطنت کا خلیفہ و فرمان روا بنا کر ملکِ انسانی کی نگہبانی اور دولتِ ایمانی کی حراست کا حکم دیا اور عقلِ کامل جو ہر نیک و بد کی تمیز کرنے والی ہے کو اس کا وزیر و مشیر بنایا نفسِ امارہ اور بدکار ابلیس

جو باغی و سرکش ہیں اس کے دشمن و راہزن بنائے' دونوں ظاہری و باطنی لشکر اس کے تابع کر دیئے۔ تاکہ بادشاہ بے نظیر وزیر کے صلاح و مشورہ سے اپنی مملکت میں حکمرانی کرے اور تمام لشکر اور رعیت بدنی کو کج روی اور خواہش پرستی سے روک کر صراطِ مستقیم اور حق پرستی پر لائے اور انسانی وجود کی مملکت کو جو غیبی انوار کا خزانہ اور یقینی اسرار کا مخزن ہے طاعت و عبادت کے نُور اور کثرتِ ذکر و مراقبہ سے منور و نُورانی رکھے اور تمام لشکر اور کارندوں کو اللہ کے دشمن سے کسی تشویش کے بغیر کام میں لگادے چنانچہ ظاہری لشکر جسم کے ظاہری اعضاء اور جوارح ہیں مثلاً ہاتھ' پاؤں' آنکھ' کان اور زُبان ان تمام کو طاعت و عبادت کے زیور سے آراستہ رکھے ہر ایک عضو کو اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت کے لائق بنائے اور بشری اوصاف کو چھوڑ کر فرشتوں کی صفات تک رسائی حاصل کر لے اور تخلقوا باخلاق اللہ "اخلاقِ الٰہیہ سے اپنے آپ کو متصف کر لو" کے منصب پر سرفراز ہو جائے لشکرِ معنوی حواسِ باطنی ہیں جیسے قُوتِ متخیلہ' قُوتِ حافظہ' قُوتِ مدرکہ اور قُوتِ اندیشہ' ان تمام کو یکسو اور یک رو کرے اور باطل تدابیر و ماسوی کے خیالات سے رہائی دلا کر کسبِ باطن یعنی ذکر و فکر مراقبہ اور خواطر سے نفی میں مشغول ہو جائے تاکہ باطن کا دارالحکومت غیر کے شور و غوغا جو حدیثِ نفس ہے سے خالی ہو جائے' فیوضاتِ باری تعالیٰ کی امانت قبول کرنے کے قابل ہو جائے اور دشمنوں کے لشکر شکست کھائیں۔

جب ظاہر و باطن نُورِ باری تعالیٰ سے منور ہو جائیں اور ان دو لشکروں کی امداد و اعانت سے سعادتوں کے خزانے اکٹھے کرے اور مقصودِ حقیقی کے راستہ کی منازل طے کر کے قربِ الٰہی کی سعادت تک جا پہنچے اور اغیار کی تشویش کے بغیر ظالم نفس کی کدورت کے بغیر باری تعالیٰ کے مطلق جمال کے نظارہ سے بہرہ مند ہو اور آسانی و خوشی سے اس عالمِ فانی کی اس تنگ گھاٹی اور تاریک کوچہ سے صحیح و سلامت نکل جائے۔

اگر وزیرِ عقل نفس و شیطان کا تابع ہو اور غفلت کرے تو دشمنوں کے

سارے لشکر جیسے حرص و ہوا، شہوت و تکبر، بخل و حسد غصہ و سخن چینی اور خودبینی جو بدبختیوں کا سرمایہ ہے، غالب آجاتے ہیں اور عنصری ملک کا خلیفہ بے بس، ضعیف و کمزور ہو جاتا ہے، شہرِ جسم کے تمام ظاہر و باطنی لشکر گمراہ ہو جاتے ہیں، ابدی سعادتوں کے ذخیرہ سے محروم رہ جاتے ہیں اور مقصود کا رستہ اس پر بند ہو جاتا ہے، تمام بدنی مملکت دشمنوں و راہزنوں کے تصرف میں آتی ہے اور ویران و برباد ہو جاتی ہے لیکن اس کا اصل کام سرمایۂ محبت ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کامل محبت نہ ہو جائے اور سلوک میں قدم نہ رکھے اس سلطنت کی حقیقت کو نہ پاسکے گا اور بدن کے شہر کو دشمن کے لشکر کے غلبہ سے محفوظ نہ رکھ سکے گا لہٰذا ہرگز اپنی حقیقت اپنی سلطنت اور اپنے رتبہ و عظمت سے غافل نہ ہو، کیونکہ اللہ جل جلالہ وعز کبریاءہٗ نے تجھے تمام مخلوق سے افضل پیدا کیا اور موجودات کی مملکت کا بادشاہ بنا دیا ہے، ظاہر و باطن کا لشکر سعادتوں کے خزانوں کے ذخیرہ کے لیے تجھے عنایت فرمایا اور تجھے اپنی طرف دعوت دی ہے تاکہ تو عالمِ سفلی سے اعلیٰ علیین تک پہنچ جائے اور قرب کی سعادت سے مشرف ہو۔

سعادت مند کی علامت یہ ہے کہ تمام بیرونی اعضاء اور حواسِ باطنی ہر کام میں یکجا کرے اور کسی وقت بھی اپنے آپ کو عبادت اور یادِ باری تعالیٰ سے فارغ نہ رکھے ظاہر و باطن کو بندگی اور فرمانبرداری کے مقام میں لائے، اس لِئے خلقِ خُدا میں افضل ترین وہ ہے جو اپنی پوری توجہ کو ظاہری و باطنی عبادت میں مصروف رکھے اور اپنی عمرِ عزیز کو غفلت و معصیت کا سرمایہ نہ بنائے اس لئے کہ ایمان کا پاکیزہ پودا یادِ باری تعالیٰ کی مدد کے بغیر مستحکم نہیں ہوتا اور دین و اسلام کا کارخانہ عبادتِ حق جل شانہ کے بغیر رونق پذیر نہیں ہوتا۔

جب کسی سعادت مند کو مقامِ علیا تک پہنچانا چاہتے ہیں تو تمام سعادتوں کے اسباب اس کو میسر ہو جاتے ہیں اور طاعت و عبادت کی توفیق اسے عطا فرما دیتے ہیں تو جس کو اس حقیقت کی آرزو ہو کہ سعادتوں کے خزانے جمع کرے اسے چاہیئے کہ

اپنے قدم اس راستہ میں مضبوط رکھے، روز و شب کے سارے اوقات یادِ خُدا میں محفوظ و مضبوط رکھے اوقات میں سے ہر وقت کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت میں مصروف رکھے، جس کی ترتیب آگے بیان ہوگی تاکہ کوئی وقت بے فائدہ صرف نہ ہو آخر کار تاسف و ندامت کا سبب نہ ہو۔

تقسیمِ اوقات: جب نصف شب گزر جائے تو بیدار ہو کر وضو کرے اور دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھ کر صلوۃ تہجد میں مشغول ہو جائے۔ نبی رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے:

رَكْعَتَانِ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ خَيْرٌمِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا

ترجمہ : "آدھی رات میں دو رکعتیں دُنیا اور مافیہا سے بہتر ہیں"۔

حدیث پاک میں ہے : سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ ارشاد فرماتے ہیں : "جو شخص تہجد پڑھتا ہے مَیں اور وہ جنت میں اکٹھے آئیں گے، اور وہ کل قیامت کو ہزار آدمیوں کی شفاعت کرے گا اور جب قبر سے اُٹھے گا اس کا چہرہ آفتاب سے زیادہ روشن ہوگا"۔

سیدالطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ سے عالمِ دُنیا سے انتقال کے بعد خواب میں کسی نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا معاملہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کسی عبادت نے کوئی فائدہ نہیں دیا سوائے ان دو رکعتوں کے جو آدھی رات کے وقت پڑھا کرتا تھا وہی کام آئیں"۔

تہجد کم سے کم چار رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت ہیں ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ یٰسین یا سورۂ مزمل یا سورۂ اخلاص جو توفیق ہو پڑھے لیکن سورۂ یٰسین پڑھے تو بہتر ہے۔

بزرگوں کا ارشاد ہے سورۂ یٰسین قرآنِ کریم کا دِل ہے جب قرآنِ کریم کا

دِل، مومن کا دِل اور رات کا دِل جمع ہو جائیں تو بہت سی فتوحات کی کشائش ہوتی ہے اور باطن روشن و منوّر ہو جاتا ہے۔ نمازِ تہجد کے بعد اسی مصلیٰ پر بیٹھ کر کمالِ عجز و نیاز کے ساتھ استغفار میں مشغول ہو جائے اس وقت جو استغفار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو رحمت کے پانی سے دھو ڈالتا ہے۔ اس کے بعد دستِ نیاز اُٹھا کر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فضل و کرم کے خزانہ اور اللہ تعالیٰ و تقدس کے دریائے رحمت سے مغفرت کا طالب ہو کیونکہ اس وقت رحمت کے دروازے کشادہ ہوتے ہیں اور لطفِ الٰہی کی ہوا چل رہی ہوتی ہے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ سبحانہ، و تعالیٰ کمالِ صفتِ حیاء اور فضل و کرم سے موصوف ہے جب بندوں میں سے کوئی دعا کے لیے ہاتھ اُٹھاتا ہے تو اسے شرم آتی ہے کہ اس کے ہاتھ اپنے فضل و کرم اور رحمت کے خزانوں سے خالی لوٹائے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے افضل کوئی چیز نہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

لَیْسَ اکرم عَلی اللّٰہِ مِنَ الدُّعَاءِ

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعاء سے زیادہ عزّت والی کوئی چیز نہیں ہے"۔

دعاء کے آداب و شرائط بجا لانے چاہئیں تاکہ قبولیت جلدی ہو۔

آدابِ دعاء: آدابِ دعا سے کامل ترین ادب اس سے پہلے توبہ و استغفار ہے، اخلاص، حضورِ دل، لقمۂ حلال، پاک لباس باوضو ہونا، قبلہ رو ہو کر ہاتھ اُٹھانا اور دو زانو بیٹھنا، آدابِ دعا میں داخل ہیں۔

جب حضرت رسولِ معظم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ دعا فرماتے تو دو زانو بیٹھ کر چہرۂ انور قبلہ کی جانب فرماتے اور اللہ تعالیٰ کی ثناء فرماتے، اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ پر درود شریف اوّل و آخر پڑھنا۔ دونوں ہاتھوں کو ننگا کر کے کندھوں تک بلند کرنا کمالِ عجز و نیاز اور خشوع و خضوع سے دعا مانگنا، یعنی اپنے آپ کو انتہائی تواضع، انکساری اور بے چارگی کے مقام تک لے آنا۔ دعا میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَآلِہٖ وَسَلَّمَ، تمام انبیاء کرام، اولیاء اور صلحاء کا وسیلہ پیش کرنا، بہت عاجزی کرنا اس لیے کہ دعا میں عاجزی کرنے والے کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے۔ دعاء سے فراغت کے بعد دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرنا بھی آدابِ دعا میں شامل ہے دعا میں جلدی نہ کرے۔

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ

ترجمہ : "تم مجھ سے مانگو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا"۔

کے ارشاد کے مطابق ناامید نہ ہو، اگر دُنیا میں (قبولیت کے) اثرات ظاہر نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ آخرت میں ثواب سے خزانہ عطا فرمائے گا۔

اسباق : دعا سے فراغت کے بعد باطنی اسباق یعنی ذکر و فکر میں مشغول ہو جائے کیونکہ اچھا وقت اچھے کاموں میں صرف کرنا بہتر ہے اور تمام کاموں سے بہترین کام اللہ سبحانہ، تعالیٰ کا ذکر ہے اگر نیند غلبہ کرے تو آنکھوں اور مُنہ پر پانی کے چھینٹے مارے یا تازہ وضو کرے، تاکہ سستی و کاہلی ختم ہو جائے۔ اگر چند لمحات آرام کرے تو نمازِ فجر سے پہلے اٹھے، تازہ وضو کرے اپنے گھر ہی میں اسی مصلّٰی پر سنّتِ فجر ادا کر کے تین مرتبہ حضورِ دل کے ساتھ یہ پڑھے۔

یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ یَا بَدِیْعَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا مَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْئَلُکَ اَنْ تُحْیِیَ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ یَا اللّٰہُ یَااللّٰہُ یَااللّٰہُ۔

ترجمہ : "اے زندہ ہستی! اے قائم رکھنے والی ذات! اے مہربانی فرمانے والے! اے احسان فرمانے والے! اے آسمانوں اور زمین کے موجد! اے عظمت اور احسان والے! اے وہ ہستی تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرے دِل کو اپنی معرفت کے نُور سے زندہ

فرما دے اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ!"۔

دل کو زندہ رکھنے کے لیئے یہ دعا بہت اثر رکھتی ہے۔ اگر فرصت ہو تو سو مرتبہ یہ پڑھے:

سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمۡدِهٖ سُبۡحَانَ اللّٰهِ الۡعَظِيۡمِ وَبِحَمۡدِهٖ أَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهِ وَاَتُوۡبُ إِلَيۡهِ

حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے:

كَلِمَتَانِ خَفِيۡفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيۡلَتَانِ فِي الۡمِيۡزَانِ حَبِيۡبَتَانِ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمۡدِهٖ سُبۡحَانَ اللّٰهِ الۡعَظِيۡمِ۔

ترجمہ: "دو کلمات زُبان پر ہلکے ہیں، میزان میں بھاری ہیں اور رحمٰن کریم کے پسندیدہ ہیں اور وہ سُبۡحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمۡدِهٖ سُبۡحَانَ اللّٰهِ الۡعَظِيۡمِ ہیں"۔

بعد ازاں مسجد میں جائے گھر سے نکلتے وقت آیت الکرسی پڑھے۔ جو شخص گھر سے نکلتے وقت آیت الکرسی پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے بھیجتا ہے، تاکہ اس کے لیئے استغفار کریں اور اس کے گھر واپس لوٹنے تک اس کے آگے پیچھے اس کی حفاظت کرتے رہیں۔ یہ آیتِ مبارکہ بہت فضیلت والی ہے۔ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے: آیت الکرسی سے افضل اور بہتر ثواب کے لحاظ سے کوئی آیت نہیں، اس آیتِ مبارکہ کے نزول کے وقت جبریل امین علیہ الصلوۃ والسلام ستر ہزار فرشتوں کے ہمراہ آئے تھے۔

جب مسجد کے دروازہ پر پہنچے تو داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے:

أَعُوۡذُ بِاللّٰهِ الۡعَظِيۡمِ وَبِوَجۡهِهِ الۡكَرِيۡمِ وَسُلۡطَانِهِ الۡقَدِيۡمِ مِنَ الشَّيۡطَانِ الرَّجِيۡمِ۔

ترجمہ: "میں عظمت والے اللہ تعالیٰ، اس کی کریم ذات اور اس کی قدیم

بادشاہت کی مردود شیطان سے پناہ طلب کرتا ہوں"۔

پہلے دایاں پاؤں مسجد میں رکھے اور اس طرح کہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُلِلّٰه وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ ذُنُوْبِىْ وَافْتَحْ لِىْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ وَ رَحْمَتِكَ۔

ترجمہ : "اللہ تعالٰی کے نام سے آغاز جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اللہ تعالٰی کے نام سے شروع، سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ درود و سلام اللہ تعالٰی کے رسول پر ہوں اے اللہ! میرے گناہ معاف فرما دے، اور میرے لئے اپنی رحمت و فضل کے دروازے کھول دے"۔

جب مسجد میں داخل ہو چکے تو کہے :

بِسْمِ اللّٰهِ دَخَلْنَا وَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا۔

ترجمہ : "اللہ تعالٰی کے نام سے ہم داخل ہوئے اور اللہ تعالٰی پر ہی ہمارا بھروسہ ہے"۔

نمازِ فجر با جماعت ادا کرے جو شخص جماعت کو محبوب رکھتا ہے اللہ تعالٰی اس کو محبوب رکھتا ہے۔ جماعت کی فضیلت میں احادیثِ مبارکہ کثرت کے ساتھ وارد ہیں اور اس کا ثواب بے حساب ہے۔ صحابۂ کرام میں سے کسی کی جماعت فوت ہو جاتی تو سات روز تک تعزیت کرتے اگر تکبیرِ اولی فوت ہو جاتی تو تین روز تک تعزیت کرتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا کہ ایک آدمی نماز، روزہ، حج اور زکوۃ ادا کرتا ہے، لیکن باجماعت نماز میں حاضر نہیں ہوتا ارشاد فرمایا "وہ دوزخی ہے" چنانچہ پوچھنے والا ایک

ماہ تک حضرت رسولِ کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ سے پوچھتا رہا اور آپ یہی جواب ارشاد فرماتے رہے۔

دوسری حدیث شریف میں وارد ہے کہ ایک شخص نے میری تمام امت جتنی نمازیں ادا کی ہوں گی، اسی قدر روزہ و زکوۃ اور دوسری ساری عبادات کی ہوگی لیکن دانستہ طور پر باجماعت نماز ادا کرنے کی سنت کا تارک ہوگا تو قیامت کے دِن مالک (داروغہ جہنم) کو حکم ہوگا کہ اس کو دوزخ میں ڈال دو اور اوندھے مُنہ گرا دو اور نہ پوچھو کہ کہاں تھا؟ اور کیا کہتا ہے؟ اللہ تعالیٰ اس پر دُنیا و آخرت میں نظرِ رحمت نہیں فرمائے گا اور اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اگر وہ آدمی فرض نماز ادا کرے فرمایا اگرچہ اکیلے فرض ادا کرتا رہے جب تک کہ وہ جماعت میں شامل نہ ہو جائے اس کی جگہ دوزخ میں ہوگی۔

محک الطالبین میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نے جبریلِ امین علیہ الصلوۃ والسلام سے نماز باجماعت کی فضیلت کے بارے میں دریافت کیا۔ جبرئیل امین علیہ الصلوۃ والسلام نے عرض کی یا رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اگر دو آدمی اکٹھے نماز ادا کریں تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کے لئے ہر رکعت کے بدلہ میں سو نمازوں کا ثواب لکھ دیتا ہے، جب تین آدمی مل کر نماز پڑھیں تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کے لئے ہر رکعت کے بدلہ میں چھ سو نمازوں کا ثواب لکھے گا۔ جب چار آدمی جمع ہوں تو ہر رکعت کے بدلہ میں ایک ہزار نماز کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ جب پانچ آدمی جمع ہوں تو اللہ تعالیٰ ہر رکعت کے بدلہ میں ہر ایک کو چار ہزار نمازوں کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ جب سات آدمی ہوں تو اللہ تعالیٰ ہر آدمی کو ہر رکعت کے بدلے میں سات لاکھ سات سو نمازوں کا ثواب عطا فرماتا ہے، جب آٹھ آدمی جمع ہوں تو ہر آدمی کو ہر رکعت کے بدلہ میں ایک کروڑ آٹھ سو نمازوں کا ثواب عطا فرماتا ہے، جب نو آدمی ہوں تو ہر رکعت کے بدلہ میں ستر کروڑ نو لاکھ نمازوں کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ جب دس آدمی ہوں تو ہر آدمی کو ہر رکعت کے بدلہ میں اسی کروڑ اور دس لاکھ نمازوں کا ثواب عطا

فرماتا ہے۔ جب دس سے زیادہ ہو جاتے ہیں تو اگر ساتوں آسمان، ساتوں زمینیں سیاہی ہو جائیں اور چودہ طبق کاغذ، ساری دُنیا کے درخت قلمیں ہو جائیں اور سارے فرشتے و اِنسان کاتب ہو جائیں تو ایک کا ثواب بھی نہ لکھ سکیں، اس ثواب کو ملک الوہاب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

لیکن کامل ثواب اس وقت ملتا ہے جب امام متقی ہو۔

مَنْ صَلّٰی خَلْفَ اِمَامٍ تَقِیٍّ فَکَاَنَّمَا صَلّٰی خَلْفَ نَبِیٍّ۔

ترجمہ : "جس نے متقی امام کے پیچھے نماز پڑھی گویا اس نے نبی کی اقتداء میں نماز ادا کی"۔

فرائض، واجبات، سنن و مستحبات اور آدابِ نماز میں کامل احتیاط کرے اور نماز حضورِ دل کے ساتھ پڑھے :

اَلْحُضُوْرُ فِی الطَّاعَةِ کَالرُّوْحِ فِی الْجَسَدِ۔

ترجمہ : "عبادت میں حضورِ دل جسم میں روح کی طرح ہے"۔

حدیث پاک میں ہے : جب جماعت میں حاضر ہو تو چاہیے کہ تکبیرِ اولیٰ کا ثواب پائے۔ مخبرِ صادق صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نے اس کی فضیلت میں ارشاد فرمایا :

اِنَّ التَّکْبِیْرَةَ الْاُوْلٰی خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا۔

ترجمہ : "تکبیرِ اولیٰ دُنیا و مافیہا سے بہتر ہے"۔

جو اس طرح کی دولت جو دُنیا ومافیہا سے بہتر ہے کو ضائع کردے تو انتہائی نادان اور زیاں کار ہے۔

فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے حدیث پاک میں ہے: جو شخص فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھتا ہے اس کے اور جنت کے درمیان صرف موت کا پردہ حائل ہے"۔ سرورِ عالم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے :

مَنْ قَرَءَ اٰیَۃَ الْکُرْسِیِّ بَعْدَ کُلِّ صَلَاۃٍ مَکْتُوْبَۃٍ لَمْ یَمْنَعْہُ فِیْ دُخُوْلِ الْجَنَّۃِ اِلَّا الْمَوْتُ۔

ترجمہ: "جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی، موت کے سوا اس کے دخولِ جنت میں کوئی رکاوٹ نہیں"۔

تینتیس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ، تینتیس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور تینتیس مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھے، ایک مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّایَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھے۔

بعد ازاں مراقبہ اور شغلِ باطنی میں مشغول ہو جائے۔ اوّل وقت میں مشغولیت سارے دِن کی بنیاد کی مضبوطی ہے اگر اوّل وقت میں خلل اور یادِ الٰہی میں سستی ہو جائے تو سارا دِن بے حلاوتی و بے جمعیتی میں گزرتا ہے۔ جب تک مسجد میں رہے سوائے ذکرِ الٰہی کے، دُنیا کا کوئی ذکر نہ کرے۔ حدیث پاک میں ہے:

مَنْ تَکَلَّمَ بِکَلَامِ الدُّنْیَا فِی الْمَسْجِدِ اَحْبَطَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَمَلَہٗ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً۔

ترجمہ: "جس نے مسجد میں دُنیاوی گفتگو کی اللہ تعالیٰ اس کے چالیس برس کے اعمال ضائع کر دے گا"۔

جب آفتاب بلند ہو جائے دو رکعت نمازِ اشراق ادا کرے ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد پانچ بار سورۃ اخلاص پڑھے۔

ایک مرتبہ حضرت سید العالمین محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے شیطان کو غمناک دیکھا تو پوچھا غمگین ہونے کا کیا سبب ہے؟ تو ابلیس نے کہا یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ! ان لوگوں کی وجہ سے جو نمازِ فجر ادا کرتے ہیں اور یادِ خدا میں بیٹھ جاتے ہیں، یہاں تک کہ سورج بلند ہوتا ہے اور نمازِ اشراق ادا کرتے ہیں۔

نیز ابلیس نے کہا یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ جس وقت میں عالمِ ملکوت میں تھا، مَیں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا کہ جو شخص نمازِ فجر با جماعت ادا کرے اور پھر وہیں بیٹھ جائے اور یادِ باری تعالیٰ میں مشغول ہو جائے، یہاں تک کہ آفتاب نکلے اور نمازِ اشراق ادا کرے، اللہ تعالیٰ اس کے ستر ہزار متعلقین کو اپنے فضل و کرم سے بخش دیتا ہے اور دوزخ کی آگ سے نجات دیتا ہے۔ جس نے یہ دو رکعت نماز ادا کی وہ اس طرح ہے جیسے سارا دن اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت کی اور اتنا ثواب پائے گا جو حساب میں نہیں سکتا۔

زاں بعد دو رکعت نمازِ استخارہ ادا کرے، پہلی رکعت میں الکافرون اور دوسری میں اخلاص، اس کے بعد دعا مانگے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے استعانت کرے تاکہ اس دِن کوئی گناہ اور ایسا کام جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو اس سے سرزد نہ ہو۔ پھر اپنے گھر آئے کہ صاحبانِ اہلِ شوق اور دوستانِ اہلِ ذوق جو ہمیشہ حق کے حضور توجہ رکھتے ہیں کی صحبت اختیار کرے، جاہل اور وہ لوگ جو غفلت میں مدہوش ہوں ان کی صحبت سے مکمل پرہیز کرے۔ کیونکہ

صحبتِ نیکاں بہتر از کارِ نیک است و صحبتِ بداں بدتر از کارِ بد

ترجمہ: "نیکوں کی صحبت نیک کام سے بہتر ہے اور بُروں کی صحبت بُرے کام سے بدتر ہے"۔

خصوصاً مبتدی کو ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے پرہیز لازم ہے جو ہنسی، مذاق، گالی گلوچ اور لایعنی کہانیاں بیان کرنے کے عادی ہوں، غافلوں، بے ہودہ گو لوگوں سے اجتناب ضروری ہے جو لہو و لعب میں مشغول رہتے ہوں۔ اگر عالم ہو تو اسباق میں مشغول ہو جائے اور اگر عالم نہ ہو تو احوالِ مشائخ اور مناقب اولیاء سے چند اوراق کا مطالعہ کرے کیونکہ اولیاء کا کلام اس راہ کے سالک کے لِئے تازیانہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جو بندگی میں انہیں چست و دلیر بناتا ہے اور ذوق و شوق کو تازہ

کرتا ہے اور اس سے یہ حقیقت بھی معلوم ہوتی ہے کہ اولیائے کرام کے مخالفین کے لِئے کیا حیرانی و پریشانی ہے اور موافقین کے لِئے کیا عزّت و شادمانی ہے۔ جب سعادت مند طالب ان حقائق کی جانب دیکھتا ہے تو اس کو طاعت و عبادت میں رغبت زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن اس بات کو ہمیشہ ملاحظہ کرے کہ کوئی ظاہری شغل باطن میں غفلت و حجاب کا سبب نہ بنے اور حضور مع اللہ میں فتور نہ آئے اس لِئے کہ ریاضت وعبادت، پڑھنا، مطالعہ، تمام نیک اعمال اور ساری عبادات سے مقصود یہ ہے کہ ہر ساعت حضوری تازہ تر ہوتی رہے اور اس راہ کی ترقی کا سبب ہو۔ جب کوئی کام خواہ نیک ہو یا بُرا محب و محبوب کے درمیان حجاب کا باعث بنے تو اہلِ معنیٰ کے مذہب میں اسے ترک کر دینا بہتر ہے۔ تمام کاموں سے اعلیٰ کام اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حضور توجہ ہے اور ہمیشہ باوضو رہے۔

اَلْوُضُوْءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

ترجمہ: "وضو مومنین کا اسلحہ ہے"۔

جو ہمیشہ مسلح رہے اس پر کوئی دشمن فتح نہیں پا سکتا۔ حدیث پاک میں ہے: "جب تک مومن باوضو رہتا ہے فرشتے اس کے لئے بخشش طلب کرتے رہتے ہیں اور اگر باوضو فوت ہو جائے تو شہید ہو گا"۔ ایک اور حدیث میں ہے:

لَا يُوَاظِبُ عَلَى الْوُضُوْءِ اِلَّا مُؤْمِنٌ

ترجمہ: "کہ مومن کے سوا کوئی وضو پر مواظبت نہیں کرتا"۔

جو لوگ خود کو پاک رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو محبوب رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض اولیاء کرام کسی وقت بھی بے وضو نہ رہتے اور قضائے حاجت کے سوا ان کا وضو نہیں ٹوٹتا اور کسی وضو کے ساتھ مسواک ترک نہ کرتے۔

صحیح حدیث میں ہے: مسواک کے ساتھ ایک نماز بغیر مسواک کے ستر نمازوں سے بہتر ہے۔ وضو میں ادعیہ مسنونہ اور کلمۂ شہادت کے علاوہ دیگر بے ہودہ

گفتگو نہ کرے- حدیث پاک میں ہے : "جو شخص وضو میں بے ہودہ گفتگو کرتا ہے تو اس کے صرف اعضائے وضو گناہوں سے پاک ہوتے ہیں اور اگر گفتگو نہ کرے تو اس کے تمام اعضاء گناہوں سے پاک ہو جاتے ہیں"-

وضو سے فراغت کے بعد سورۃ القدر تین مرتبہ اور کلمۂ شہادت پڑھے پھر یہ دعا مانگے :

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَہِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ لَاخَوْفَ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ-

ترجمہ : "اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں سے بنا- مجھے پاک رہنے والوں سے بنا، مجھے اپنے نیک بندوں سے بنا اور مجھے ان لوگوں سے بنا جن پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے"-

حدیث پاک میں ہے :

مَنْ قَرَءَ اِنَّآ اَنْزَلْنَاہُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ بَعْدَ الْوُضُوْءِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اَعْطَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَجْرَ اَلْف شَھِیْد وَالَّذِیْنَ قَاتَلُوْافِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی-

ترجمہ : "جس نے وضو کے بعد تین مرتبہ سورۃ القدر پڑھی، اللہ تعالیٰ اس کو ہزار شہیدوں کا ثواب عطا فرماتا ہے جنہوں نے اللہ کی راہ میں جنگ کی"-

نیز تین مرتبہ یہ دعا پڑھے :

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَن لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ

ترجمہ : "پاک ہے تو اے اللہ اور تیری تعریف کے ساتھ میں گواہی دیتا ہوں

کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو پاک ہے میں تجھ سے بخشش کا طلب گار ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں"۔

ہر وضو کے بعد دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھے۔ تحیۃ الوضو میں ثواب بہت ہے، حدیث پاک میں وارد ہے: "جو شخص مکمل احتیاط سے وضو کرے، یعنی فرائض، سنن اور تمام آداب بجا لائے اور حضورِ دل سے دو رکعت ادا کرے تو اس کی جزا جنت کے بغیر اور کچھ نہیں"۔

حضرت رسولِ اعظم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ شبِ معراج میں ترقی و عروج فرما رہے تھے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوتوں کی آواز اپنے آگے سنی جب معراج سے عالمِ دُنیا میں ورود فرمایا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے اعمال کا تجسّس فرمایا کہ کس عمل کے ذریعہ اس درجہ پر پہنچے اور کس کام کی وجہ سے میرے آگے آگے دوڑ رہے تھے، انھوں نے عرض کی، میرا ایک عمل ہے کہ دوگانۂ تحیۃ الوضو ہمیشہ ادا کرتا ہوں، کبھی ترک نہیں کرتا۔ حضرت رسولِ انام علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا: اسی عمل کے سبب تم اس مقام پر پہنچے ہو۔

بعد ازاں مغفرت طلب کرے، حدیث پاک میں ہے:

مَنْ لَمْ يَسْأَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ

ترجمہ: "جو اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے"۔

یہ بھی جانو! کہ سالکانِ اہلِ حقیقت کے نزدیک طہارت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) ظاہری: ظاہری اعضاء کو طاہر پانی سے دھونا، جو سب کو معلوم ہے۔

(۲) باطنی: باطنی طہارت یہ ہے کہ جب ہاتھ دھوئے تو ساتھ محبتِ دُنیا سے بھی ہاتھ دھوئے، جب مُنہ میں پانی ڈالے تو مُنہ کو غیر کے ذکر سے خالی کر لے، جب ناک میں ڈالے تو خود بینی سے نظر اُٹھا لے، جب مُنہ دھوئے تو دِل کے چہرے کو نقوشِ

ماسوی سے دھوئے- تمام بُری حرکات اور مناہی سے توبہ کرے- جب سر کا مسح کرے تو سر سے انانیت دور کرے، جب پاؤں دھوئے تو حق سبحانہ و تعالیٰ سے جادۂ شریعت پر استقامت کی توفیق طلب کرے، تاکہ ظاہری و باطنی دونوں طہارتیں اسے حاصل ہوں-

حدیث پاک میں ہے: جو ظاہری طہارت کرتا ہے اسے ملائکہ دوست رکھتے ہیں اور جو باطنی طہارت کرتا ہے اس کو ملائکہ کا رب دوست رکھتا ہے تو اس سے بہتر کون سی سعادت ہو گی کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ دوست رکھے سالک کو چاہئے کہ ظاہری و باطنی دونوں طہارتوں کو جمع کرے تاکہ اہلِ کمال عارفین اور صاحبِ حال کاملین کی جماعت میں شامل ہو جائے-

بعد ازاں ذکر نفی و اثبات، اسمِ ذات یا پاسِ انفاس جو شیخِ طریقت سے شغل حاصل کیا ہو اس میں مشغول ہو اور اس کے ذوق میں مستغرق ہو جائے اکثر اوقات قبلہ رو بیٹھے، کیونکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا عمل مبارک اسی طرح تھا- اپنے ظاہر و باطن کو حق سبحانہ و تعالیٰ کی جانب متوجہ رکھے اور سارے اوقات میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو حاضر و ناظر جانے- نشست و برخاست میں خشوع و خضوع اور تمام آداب کا خیال رکھے، نامناسب حرکات و سکنات نہ کرے-

ایک روز حضور سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ دورانِ وضو ہاتھ مبارک میں انگشتری گھما رہے تھے، حکم آیا کہ اے محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ! آپ کو کھیل کے لئے پیدا نہیں کیا، اس کے بعد آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس طرح کبھی نہیں کیا- ارشاد فرمایا:

أَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَأَحْسَنَ تَأْدِیْبِیْ

ترجمہ: "میرے رب نے مجھے بہترین آداب تعلیم فرمائے"-

اس لئے کہ ظاہری حُسنِ ادب باطنی حُسنِ ادب کا آئینہ دار ہے-

اگر کوئی دنیوی کام درپیش ہو تو کسی دوسرے کے سپرد کرے، خود بافراغتِ دِل یادِ خُدا میں مشغول ہو۔ جو شخص اپنے کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہے تو اس کے سارے کام اس کے حسبِ دِل خواہ پورے ہو جاتے ہیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام روئے زمین کی سلطنت و مملکت کے باوجود کسی وقت بھی دُنیا کے مال کا ذکر اور اس کی بات زُبان پر نہ لاتے، اگر خزانے کے محافظ آتے تو بیت المال کے لِئے ایک شخص مقرر تھا آپ معاملہ اس کے سپرد فرما دیتے اور فرماتے: "جتنا میں دُنیاوی امور میں مشغول ہوتا ہوں اتنا میں یادِ خُدا تعالیٰ میں مشغول کیوں نہ ہوں"۔

اگر دُنیاوی امور میں سے کوئی ضروری معاملہ دامن گیر ہو جائے اور اس کا خیال پیچھا نہ چھوڑے تو اس کے لِئے اضطراب و بے چینی نہ کرے۔ اس آیت

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

ترجمہ: "وہ ایسے لوگ ہیں کہ تجارت اور بیع ان کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کرسکتی"۔

کے مطابق ظاہرا انتہائی تحمل و وقار کے ساتھ اس کو انجام دے اور باطن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول رکھے۔ ایسا نہ ہو کہ دونوں کو اس کے سپرد کرے۔

حُسنِ اخلاق: کسی کے ساتھ درشت روی و سخت کلامی نہ کرے، ہر کسی سے شیریں زباں، کشادہ پیشانی سے نرم و ملائم گفتگو کرے، اس لِئے کہ بزرگی کا کامل ترین زیور اچھے اخلاق اور لوگوں سے تواضع کے ساتھ پیش آنا ہے۔ اور دین و دُنیا میں بلند مراتب کا ذریعہ ہے۔ یہ حقیقت اکثر مقامات پر دیکھی گئی ہے کہ جو عالی قدر اور بزرگ مرتبے والا ہو وہ کریم الخلق اور متواضع ہوتا ہے اگرچہ تواضع ہر کسی کو زینت دینے والی اور خوش آئند ہوتی ہے لیکن بلند مرتبہ لوگوں کے لِئے انتہائی اچھی اور زیبا ہے اس لِئے کہ اچھے اخلاق سے عالی مقام لوگوں کی بزرگی کم نہیں ہوتی بلکہ جتنے

اخلاق اچھے اور تواضع زیادہ ہوگی اتنی ہی ان کی فضیلت، خالق و مخلوق کے نزدیک زیادہ ہوگی۔

ہر کہ دارد در جہاں خلقِ نیکو مخزنِ اسرارباشد جانِ او

"جو کوئی دُنیا میں اچھے اخلاق رکھتا ہو، اس کی جان اسرارِ (الٰہی) کا مخزن ہے"۔ حدیث پاک میں ہے: "کہ مومن حُسنِ اخلاق کے سبب قائم اللیل اور صائم النہار لوگوں کا درجہ پالیتا ہے"۔

حضرت ابو عبداللہ شاذلی قدس سرہٗ سے لوگوں نے پوچھا: اولیاء اللہ مخلوق میں کِس چیز کے ذریعہ سے پہچانے جاتے ہیں؟ ارشاد فرمایا: یہ لوگ لطافتِ زبان، حُسنِ اخلاق شگفتہ روئی، اعتراض کی کمی، عذر قبول کرنے اور نیکوں اور بدوں پر شفقت کرنے سے پہچانے جاتے ہیں"۔

لیکن خلقِ خُدا سے تواضع نرمی محض اللہ تعالیٰ کے لیئے ہو، کیونکہ تواضع سے مقصود اللہ تعالیٰ کے حضور فروتنی عاجزی اور انکساری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قُدرتوں کا مظہراور اس کی ذات کا کامل مظہر بننے کی صلاحیت رکھنے والا اس کی مخلوق کے بغیر اور کوئی چیز نہیں ہے۔ لہٰذا رب تعالیٰ کے کامل مظہر کی صلاحیت رکھنے والے یقیناً تعظیم کے لائق ہیں۔ یا اس نیت سے تواضع اختیار کرے کہ ممکن ہے کہ اس شخص کا درجہ مجھ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترہو۔ اہلِ کمال عرفاء کی صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ ہرایک کو اپنے سے بہتر جانتے ہیں اور اپنے نفس کو ذلیل و خوار خیال کرتے ہیں۔

مسکین نوازی: اگر کوئی سائل، محتاج، فقیراور شکستہ دِل آئے تو اس آیت کے مطابق

وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ۔

ترجمہ: "سائل کو مت جھڑکیئے"۔

اس کے سوال کو رد نہ کرے، حتیٰ الامکان اس کو خالی ہاتھ واپس نہ لوٹائے

کیونکہ اِنسان کی صفاتِ محمودہ سے کوئی صفت سخاوت سے بہتر نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰ صلوات اللہ و سلامہ علیہ کا ارشاد پاک ہے: کہ جو شخص کسی سائل کو ناامید لوٹا دے ایک ہفتہ تک فرشتے اس کے گھر نہیں آتے۔ جو کچھ دے خوش دلی سے اور تازہ روئی سے دے نہ کہ کراہت سے سخت سُست کہہ کردے۔

حدیث پاک میں ہے: "کل قیامت کے روز درویشوں میں سے ایک کو لایا جائے گا' اس کی نماز' روزہ' حج و زکوۃ اور عبادات بہت ہوں گی وہ سب قبول نہ ہوں گی' فرشتوں کو فرمانِ الٰہی ہو گا کہ اسے دوزخ کی جانب لے جاؤ' وہ آدمی عرض کرے گا اے باری تعالیٰ میں نے "دنیا میں بہت نیک اعمال کئے ہیں' کِس عمل کی وجہ سے مجھے دوزخ میں لے جا رہے ہیں۔ حکم ہو گا دُنیا میں تیرے پاس درویش' فقیر اور سائل آتے تھے تو ان سے مُنہ پھیرلیتا تھا' آج ہم نے بھی تجھ سے مُنہ پھیرلیا اور تیری عبادات تیرے مُنہ پر دے ماری ہیں"۔

لہٰذا جو بھی فقیر' غریب اور درویش آئے تو اسے حقارت کی نظر سے نہ دیکھے کیونکہ وہ اللہ کا فرستادہ ہے۔ بلکہ تمام درویشوں' نیک لوگوں اور فقیروں کو اپنے عیال و اطفال سے زیادہ دوست رکھے۔ اس لِئے کہ صلحاء و فقراء خُدا یاد دلاتے اور آخرت میں ثواب کا سبب بنتے ہیں۔ اور عیال و اطفال دُنیا کی یاد دلاتے ہیں اور آخرت سے غافل کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے جس دِن ان کے پاس کوئی سائل نہ آتا تو ارشاد فرماتے: "آج ہمارے گناہ دھونے والا کوئی نہیں آیا"۔

سلوک کی دُنیا میں یہ عظیم کام ہے لیکن سخاوت کے لئے کچھ شرائط ہیں:

(۱) پوشیدہ طور پر دے اور خود کو سخی مشہور نہ کرے تاکہ ریا سے زیادہ دور اور اخلاص کے زیادہ قریب ہو اپنی سخاوت پر فخر نہ کرے اور مال کی وجہ سے اپنے آپ کو فقیروں اور درویشوں سے بہتر نہ جانے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرف درویشوں کے لئے ہے نہ مال داروں کے لیے۔ اگر کوئی فقیر و درویش آئے تو

پہلے اس کو سلام کرے اور عزت کرے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوتا ہے۔

حدیث پاک میں ہے: صدقہ پہلے اللہ تعالیٰ کی مہربانی کے ہاتھ میں جاتا ہے پھر فقیر کے ہاتھ میں لہٰذا مالدار جو کچھ فقیر کو دیتا ہے درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کو دیتا ہے، فقیر اللہ تعالیٰ کا نائب ہوتا ہے جو کچھ دے خوش دلی سے دے، اگر ناپسندیدگی سے دے گا تو قبول نہ ہونے کا خوف ہے جو کچھ حلال اور بہتر ہو اور اپنے نفس کو زیادہ عزیز و پیارا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے راہ میں خرچ کرے اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک کو محبوب رکھتا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ

ترجمہ: "اور فقراء پر خرچ کرنے کے لئے خبیث مال کا ارادہ نہ کرو جبکہ خود تُم اسے نہیں لیتے ہو مگر اس صورت میں کہ تُم چشم پوشی کرلو"۔

یعنی جو چیز لوگ تُم کو دیں اور تم اس کو ناپسندیدگی سے وصول کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے لیئے اس چیز کو تُم کیوں خرچ کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے کہ اس نے ایک محتاج کو اس کے پاس بھیجا ہے اور اس کی ضرورت کو میرے ہاتھ سے پورا کرایا۔

نمازِ چاشت: جب دِن کا ایک حصہ گزر جائے تو نمازِ چاشت یعنی صلوٰۃ الضحیٰ ادا کرے اگرچہ محدثین کے نزدیک اشراق و چاشت ایک ہی ہے، لیکن چونکہ پیغمبرِ اعظم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا عمل دونوں نوافل کے متعلق ہے تو لہٰذا دونوں پڑھ لینا بہتر ہے کیونکہ عبادت ہے۔ بعض مشائخ نے اس نماز کے ضائع ہونے کے خدشہ سے اشراق کے متصل بھی پڑھا ہے۔ یہ نماز تہجد کی طرح چار رکعت سے بارہ رکعت تک پہلی رکعت میں سورۂ والشمس، دوسری میں واللیل، تیسری میں والضحیٰ،

چوتھی میں الم نشرح پڑھے اگر ذوق ہو تو اور باقی رکعات میں سے ہر رکعت میں ایک بار آیت الکرسی اور تین بار سورۂ اخلاص پڑھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں حضور نبی اعظم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے اسے باب الضحیٰ کہتے ہیں قیامت کے دن منادی ندا دے گا دُنیا میں نمازِ ضحیٰ پڑھنے والے اور اس پر مداومت کرنے والے کہاں ہیں؟ انھیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ جنت میں آئیں"۔

اس نماز سے فراغت کے بعد دعائے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَسْأَلُکَ اِیْمَاناً دَائِماً وَأَسْأَلُکَ قَلْباً خَاشِعاً وَأَسْأَلُکَ عِلْماً نَافِعاً وَأَسْأَلُکَ یَقِیْناً صَادِقاً وَأَسْأَلُکَ دِیْناً قَیِّماً وَأَسْأَلُکَ الْعَافِیَةَ مِنْ کُلِّ بَلِیَّةٍ وَأَسْأَلُکَ تَمَامَ الْعَافِیَةِ وَأَسْأَلُکَ دَوَامَ الْعَافِیَةِ وَأَسْأَلُکَ الشُّکْرَ عَلَی الْعَافِیَةِ وَأَسْأَلُکَ غِنَیً عَنِ النَّاسِ۔

ترجمہ: "اے اللہ! میں تجھ سے دائمی ایمان کا سوالی ہوں، میں تجھ سے ڈرنے والا دِل مانگتا ہوں، تجھ سے نفع مند علم طلب کرتا ہوں، تجھ سے سچے یقین کا خواستگار ہوں، تجھ سے مضبوط دین مانگتا ہوں، ہر بلا سے میں تیری عافیت کا طالب ہوں، کامل عافیت طلب کرتا ہوں، ہمیشہ کی عافیت کا سوالی ہوں، عافیت پر شکر ادا کرنے کی توفیق طلب کرتا ہوں، تجھ سے لوگوں سے غنا کا خواہش مند ہوں"۔

توکل : رزق کا ڈر دِل سے نکال دے اس کے پیچھے بے قرار و بے آرام نہ ہو اس کی فکر میں دِل کو تردد میں نہ ڈالے، اس مقصد میں فکر مند نہ ہو کہ کیا کھاؤں گا اور کیا پہنوں گا۔

اَلرِّزْقُ يَطْلُبُ الْعَبْدَ كَمَا يَطْلُبُهُ

ترجمہ : "رزق بندہ کو ڈھونڈتا ہے جس طرح وہ اسے ڈھونڈتا ہے"۔

سالک کو چاہئے کہ اس حقیقت میں یقین کو پختہ رکھے کہ رزق روزِ ازل سے میرے حصہ میں ہو چکا ہے وہ بغیر رکاوٹ اور سعی کے مجھ تک پہنچ آئے گا۔ اس کے پیچھے دوڑنا، دربدر پھرنا درحقیقت عمر کے سرمایہ کو ضائع کرنا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ

ترجمہ : "جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے، اس کے لِئے وہ کافی ہو جاتا ہے"۔

نیز فرمایا :

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا

ترجمہ : "اور زمین میں ہر پائے جانے والے چوپائے کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذِمّہ کرم پر ہے"۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر اپنا یقین پختہ کر کے فراغتِ دل کے ساتھ مکمل طور پر حق کی معیت اختیار کرے اور اپنی تدابیر چھوڑ دینی چاہئے۔ ایک بزرگ نے کیا اچھا کہا : "جتنا تعلق اِنسان کا رزق کے ساتھ ہے اگر رازق کے ساتھ ہوتا تو ہرگز روزی کے حصول کے لِئے اتنا عاجز نہ ہوتا"۔ جو اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہو جاتا ہے تو غیب الغیب روزی سے پاتا ہے، لیکن بعض بزرگوں نے سبب یا سترِ احوال یا انبیاء کرام کی سنت کے لِئے کسب اختیار کیا ہے، اگر کوئی سالک کامل ضروری روزی کے لِئے سعی کرے تو اس

کے لیۓ کوئی رکاوٹ نہیں کیونکہ اس کی نظر اسباب سے اُٹھ گئی ہے اور اسباب میں مسبب کے سوا اس کی نظر کسی اور پر نہیں ہوتی اور غیر کو درمیان میں نہیں دیکھتا۔

حضرت شیخ عبد اللہ انطاکی قدس سرہٗ فرماتے ہیں : "تمام مخلوق کا جمال اسباب کی موجودگی میں ہے اور فقراء کا جمال اسباب کی نفی اور مسبب کے اثبات اس کی جانب رجوع اور اس کے احکام پر راضی رہنے میں ہوتا ہے"۔

مقدارِ طعام : حلال انداز سے جو کچھ میسّر آئے اس سے بُھوک کے تیسرے حصہ کے برابر کھائے، اگر زائد کھانا چاہے تو آدھی بُھوک کے برابر کھا لے۔ کیونکہ نفس کو اتنی مقدار دینا درست ہے کیونکہ اِنسان کے بدن کا قوام اس غذا کے ساتھ مربوط ہے۔ جب سالک بُھوک اختیار کرے گا تو اس کا دماغ ضعیف ہو جائے گا اور جو ہرِ عقل جو سمجھ کا سرمایہ ہے، میں خلل واقع ہو جائے گا اور ضعفِ دماغ کے سبب حقائق و معارفِ ربّانی کا سمجھنا دشوار ہو جائے گا۔ کھانے میں زیادتی نہ کرے کیونکہ زیادہ کھانے سے کئی ہزار بیماریاں پیدا ہوتی ہیں خصوصاً سالک کے لیۓ زیادہ کھانا گناہ ہے۔ کیونکہ پیٹ بھر کر کھانے سے غفلت و سستی پیدا ہوتی ہے اور سعادت کے کاموں سے رکاوٹ بنتی ہے۔

احتیاط : حضرت شیخ عبداللہ مختار ہروی قدس سرہٗ فرماتے ہیں : کھانا اس طرح کھا کہ تو نے اسے کھایا ہے نہ اس طرح کہ وہ تجھے کھا جائے، اگر تو نے اسے کھایا تو سارا نُور ہو جائے گا اور اگر اس نے تجھے کھایا تو سب دھواں ہو جائے گا"۔ یعنی کم کھانے اور اوسط درجہ کا خیال رکھو۔ لقمہ میں مکمل احتیاط کرو کہ وہ پاک ہو اور شبہات سے خالی ہو۔ جو کوئی پاک و حلال لقمہ کھاتا ہے اس کا ثمرہ یہ ہے کہ اسے طاعت کی توفیق زیادہ ہوتی اور وہ جو حرام لقمہ کھاتا ہے اس کے نتیجے میں معصیت اور غفلت زیادہ ہو جاتی ہے۔ جب اعضاء و جوارح رزقِ حلال سے پرورش پائیں گے تو ان سے اعمالِ خیر کے سوا کچھ صادر نہیں ہو گا۔ رزقِ حلال کا کم ترین درجہ یہ ہے کہ شریعتِ مطہرہ اس کی مذمت نہ کرے۔ کھانے کے دوران اللہ تعالیٰ کو فراموش نہ کرے، غفلت سے نہ

کھائے، کھاتے وقت حضورِ قلب کی رعایت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کی ادائیگی کا سبب اور باطن کی صفائی کا باعث ہوتی ہے۔

حضرت شیخ نجم الدین کبری قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "صاحبِ دِل کے قلب کے سامنے غفلت کی حالت میں کھانا کھانے سے غلیظ تر اور قوی تر حجاب کوئی اور نہیں ہے"۔

ہر لقمہ کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہِ اور آخر میں اَلْحَمْدُلِلّٰہِ کہے جو کوئی لقمہ کے شروع میں بسم اللہ نہیں پڑھتا شیطان اس کا ہم نوالہ ہو جاتا ہے، کھانے کے اول و آخر نمک چکھے، کھانے کے درمیان تھوڑا سا پانی پیئے تاکہ نیند کا غلبہ نہ ہو، کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے، کھاتے وقت دایاں گھٹنا کھڑا کرے اور بائیں پنڈلی پر بیٹھے، تکیہ لگا کر کھانا نہ کھائے، کیونکہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے: میں بندہ ہوں بندہ کی طرح بیٹھتا ہوں، بندہ کی طرح کھاتا ہوں۔

جب تک بھوک زیادہ نہ ہو کھانا نہ کھائے ابھی بھوک باقی ہو تو کھانے سے ہاتھ روک لے، دستر خوان میں زیادہ تکلف نہ کرے اکیلا نہ کھائے۔ جتنے ہاتھ زیادہ ہوں گے برکت بھی زیادہ ہوگی۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام مہمان کی تلاش میں ایک، دو میل تک جاتے، جب تک مہمان نہ پاتے اکیلے کھانا تناول نہ فرماتے۔ سلف کی عادت تھی کہ کبھی اکیلے کھانا نہ کھاتے، حدیث پاک میں ہے: "جو مہمان نواز نہیں اس میں خیر و برکت نہیں"۔

اپنے آپ، اہل و عیال و اطفال درویشوں اور فقیروں کو یکساں طریقہ سے دے ان میں فرق نہ کرے، بلکہ اپنا حصہ اگر لذیذ ہو تو دوسروں پر ایثار کر دے، مہمانوں کی عزّت کرے، ان کا دل خوش کرے۔

اللہ کا شکر: کھانے میں عبادت کی قوت کا ارادہ کرے نہ کہ نفس کی لذت کا، کھاتے وقت لہو و لعب اور بے ہودہ قصص بیان نہ کرے، اولیائے کرام اور پارسا لوگوں کا ذکر کرنے میں رکاوٹ نہیں، خشک و تر کا فرق نہ کرے، جو کچھ اللہ تعالیٰ دے اس پر شکر ادا کرے اس کی مذمت نہ کرے حقیقتِ شکر یہ ہے کہ نعمت کی قوت منعم کی طاعت میں صرف کرے، اگر حلال روٹی کھائی ہو تو شکر بجالائے اور اگر کوئی مشتبہ چیز کھالے تو گریہ و استغفار کرے اور غمگین ہو اور توبہ کرے، تاکہ دوسری بار مشتبہ لقمہ نہ کھایا جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "اگر تم اتنی نمازیں پڑھو کہ کمر کبڑی ہوجائے اور اتنے روزے رکھو کہ بال کی طرح باریک ہو جاؤ تو اس سے نہ کچھ نفع ہے اور نہ ہی قبولیت جب تک کہ حرام سے پرہیز نہ کیا جائے"۔

جو نعمت جہاں سے میسر ہو، اللہ تعالیٰ کا کرم و عنایت جانے نہ کہ کسی اور کا

ایک دِن حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام نے مناجات کی: الٰہی میں تیری نعمتوں کا شکر کِس طریقہ سے ادا کروں، فرمان ہوا: "جس نعمت کو ہماری دی ہوئی جانو گے تو تمام نعمتوں کا شکر ادا کر لو گے" لیکن لینے والے کے لئے ضروری ہے کہ جس سے لے رہا ہے اس کے حق میں دعا کرے جب کھانے سے فارغ ہو تو فاتحہ، قریش اور اخلاص پڑھے، ہاتھ، مُنہ دھوئے، نیا وضو کرے اگرچہ وضو ہو، اس لئے کہ وضو کا نُور کھانے کے بوجھ و کثافت کو دِل سے دور کر دیتا ہے، اور طبیعت کو ہلکا اور خوش کر دیتا ہے، فراغتِ طعام کے بعد کھانے کے شکر میں دوگانہ ادا کرے تاکہ کھانے کی وجہ سے جو دِل غبار آلود ہوگیا ہے وہ ختم ہو جائے۔

بعدازاں رات کی سستی و تھکاوٹ دور کرنے کی غرض سے کچھ وقت قیلولہ کرے تاکہ رات کی بیداری سستی کے بغیر میسر آجائے۔ وقتِ ظہر سے قبل بیدار ہوجائے اور نیند کی ظلمت و کثافت کو دور کرنے کے لِئے نفی و اثبات قلبی یا زبانی جس طرح حکم ہو ذکر میں مشغول ہوجائے، پھر تازہ وضو کرے نمازِ ظہر باجماعت

ادا کر کے تلاوتِ قرآنِ کریم کرے۔ عبادات میں سے افضل عبادت تلاوتِ قرآن مجید ہے۔ کل روزِ قیامت قرآنِ کریم سے زیادہ شفاعت کرنے والا کوئی نہیں ہو گا۔

حدیث پاک میں ہے : "قرآنِ حکیم کی فضیلت باقی سارے کلاموں پر اس طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی فضیلت تمام مخلوق پر ہے"۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بارہامرتبہ خواب میں زیارتِ باری تعالیٰ کی سعادت سے شرف یاب ہوئے، عرض کی اے خُداوند کریم! تیری درگاہ کا قرب کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟ فرمایا: قرآن مجید کی تلاوت سے عرض کی: سمجھ کر یا بغیر سمجھ کے۔ ارشاد فرمایا: "سمجھ کر یا بغیر سمجھ کے" نیز حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے قرآنِ کریم کی فضیلت میں منقول ہے، اگر کسی نے نماز میں کھڑے ہو کر قرآنِ کریم پڑھا تو ہر حرف کے بدلے میں سو نیکیاں عطا ہوں گی، اگر بیٹھ کر نماز میں پڑھے تو پچاس عطا ہوتی ہیں، نماز کے علاوہ اگر باوضو پڑھے تو پچیس نیکیاں اور اگر بے وضو پڑھے تو دس نیکیاں عطا ہوتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق سارے قرآن مجید کے حروف تین لاکھ بائیس ہزار چھ سو ستر (۳۲۲۶۷۰) ★ ہیں لہٰذا قرآن مجید پڑھنے والے کو ہر حرف کے بدلہ میں دس نیکیاں ملیں گی، لیکن عالی درجہ اس وقت پائے گا جبکہ قرآن مجید پڑھنے کے آداب ملحوظ رکھے اور اس کا پورا حق ادا کرے۔

باوضو ہو، پاک و صاف جگہ قبلہ رو ہو کر پورے ادب کے ساتھ بیٹھے کیونکہ جس کے دِل پر حضرت کبریاء جل جلالہ کی عظمت و جلال غالب ہوتی ہے وہ کلامِ مجید پڑھنے میں بھی با ادب ہوتا ہے۔ زُبان کو فحش، کذب و غیبت اور لایعنی گفتگو سے پاک رکھے، جس زُبان سے اللہ کا کلام نکلتا ہے اس زُبان کو بے ہودہ

★ تعدادِ حروفِ قرآنِ کریم میں مختلف اقوال ہیں۔ مزرعُ الحسنات شرح دلائلُ الخیرات میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے حروف کی تعداد (۳۲۳۶۷۱) ہے۔ بدرالاسلام غفرلہٗ

گفتگو سے آلودہ نہ کرے، تاکہ قرآن مجید کی لذت و حلاوت دِل میں اثر کرے، جب قرآنِ کریم کا نُور قاری کے دِل میں پہنچتا ہے اور زُبان سے وہ نُور جان میں آتا ہے تو وہ اسرار ظاہر ہوتے ہیں جو کسی کتاب و تفسیر میں نہیں ہوتے، اور ایسا انس و راحت میسّر ہوتی ہے جو کسی بیان و تقریر میں سما نہیں سکتی، قرآن مجید دیکھ کر پڑھے اگرچہ حفظ ہو، جو دیکھ کر تلاوت کرتا ہے وہ دگنا ثواب پاتا ہے اور دیکھ کر پڑھنے سے صحیح و غلط معلوم ہو جاتا ہے نیز آنکھیں بھی ثواب سے بہرہ ور ہوتی ہیں، جو حافظِ قرآن ہو وہ دونوں جہان میں سعادت مند ہوتا ہے، اس کی فضیلت و بزرگی محتاجِ بیان نہیں کیونکہ قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ اور سعادت کے خزانوں میں ایک خزینہ ہے جو کوئی اپنے سینہ میں ایسا گنجینہ رکھتا ہے وہ درحقیقت ایک عظیم دولت پالیتا ہے، اور وہ جو دِل کے ورق پر کلامِ ربانی یاد رکھتا ہے حقیقت میں اس نے ایک کامل سعادت حاصل کرلی ہے۔ لہٰذا کون سی سعادت زیادہ افضل اور کون سی فضیلت اس سے زیادہ بڑھ کر بہتر ہے کہ بندہ کی زُبان سے رب تعالیٰ کا کلام ہمیشہ جاری رہے۔

حضرت ابو یعقوب زَیّاتْ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی مرید سے پوچھا کہ کیا تجھے قرآن مجید یاد ہے؟ اس نے عرض کی نہیں، آپ نے فرمایا: "اللہ کی پناہ جس مرید کو قرآن مجید یاد نہ ہو وہ ایسا پھول ہے، جس کی خوشبو نہیں وہ کِس چیز سے نغمہ سازی کرے گا اور کاہے سے ترنم کرے گا اور وہ کِس چیز کی مدد سے اپنے پروردگار سے باتیں کرے گا"۔

کوشش کرے کہ تین دنوں میں قرآن مجید ختم کرے وگرنہ ہفتہ سے کم نہ کرے لیکن قرات کی مقرر مقدار اہلِ ظاہر کے لِئے ہے، اہلِ حقیقت حسبِ حال جمیتِ باطن کے موافق جتنا ہو سکے پڑھیں۔ اِبتداء میں اعوذ باللہ پڑھے قرآنِ حکیم میں ہے۔

فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ۔

ترجمہ : "جب تو قرآن مجید پڑھے تو اللہ سے پناہ مانگ"۔

کیونکہ تعوذ پڑھنے سے قرآنِ حکیم کی قرات شیطانی وسوسے کے بغیر میسّر ہو جاتی ہے، اور شیطان کا کچھ غلبہ و تصرف نہیں ہوتا، قرآنِ حکیم کا لفظ لفظ واضح پڑھے۔ تمام حروف اپنے مخارج سے نکالے۔ اگر کوئی شخص قرآنِ کریم کے تلفظ کی ادائیگی اور قواعد نہ جانتا ہو تو جو استاد و قاری اس علم میں کامل دسترس رکھتے ہوں، ان سے سیکھے اور تلفظ صحیح کرے اگر غلط پڑھے گا تو گناہ گار ہو گا، آیاتِ قرآنیہ کو گانے کے انداز میں نہ پڑھے، اگر ریاء اور لوگوں کے معاملات میں خلل کا خوف نہ ہو تو بلند آواز سے پڑھے ورنہ آہستہ پڑھنا بہتر ہے۔

یَفْضُلُ عَمَلَ السِّرِّ عَلَی الْعَلَانِیَۃِ

ترجمہ : "پوشیدہ عمل ظاہر پر فضیلت رکھتا ہے"۔

حدیث پاک میں ہے : پوشیدہ قرأت جہری پر اس طرح فضیلت رکھتی ہے جس طرح پوشیدہ صدقہ ظاہری صدقہ پر فضیلت رکھتا ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ نہ بہت بلند پڑھے اور نہ بہت آہستہ، تلاوتِ قرآن مجید میں باطنی حواس کو جمع کرے تاکہ توجہ پراگندہ نہ ہو، اور گریہ وزاری کرے اور رونا نہ آئے تو بتکلف روئے کیونکہ یہ صورت عجز و نیاز کے زیادہ قریب ہے اور جو عمل عجز و نیاز کے ساتھ ہو وہ قبولیت بھی زیادہ رکھتا ہے اور یہ حرص نہ کرے کہ جلد ختم ہو جائے جتنی تلاوت کرے تحمّل و تفکر اور حضورِ معانی کے ساتھ کرے نہ کہ زُبان سے آواز نکالنے کے انداز سے کیونکہ قرآن مجید پڑھنا حق سبحانہ، و تعالیٰ کے ساتھ گفتگو کرنا ہے۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے :

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّتَکَلَّمَ مَعَ اللّٰہِ تَعَالٰی فَلْیَقْرَءِ الْقُرْاٰنَ

ترجمہ : ”جو اللہ تعالیٰ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ قرآنِ کریم کی تلاوت کرے“۔

کوشش کرے کہ غفلت سے نہ پڑھے غفلت سے پڑھا ہوا نہ پڑھا ہوا شمار کرے، دوبارہ پڑھے، اگر عالم ہے تو معانی میں غور و فکر کرے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْاَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ۔

ترجمہ : ”بلاشبہ اس میں نصیحت ہے اس شخص کے لیے جس کا دِل ہو یا اس کی طرف کان دھرے اور وہ دِل سے حاضر ہو“۔

یقیناً قرآنِ کریم میں ہر اس شخص کیلئے نصیحت ہے، جس نے کثرتِ مجاہدہ و ریاضت اور حضرت رسولِ اعظم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی متابعت کے سبب اپنا دِل خواہشاتِ بشریت اور نجاستِ نفسانیہ سے پاک کر لیا ہو کہ وہ گوشِ ہوش سے سُنے اور کلامِ ربانی میں جو کچھ امرونہی، وعدہ، وعید، عبادات وطاعات، حلال وحرام اور معاملات سے ہے اس کو سمجھے، جب آیتِ عذاب پر پہنچے تو لرز جائے، خوفزدہ ہو جائے اور غم واندوہ میں ڈوب جائے اور جب آیاتِ رحمت پر پہنچے تو شاداں وفرحاں ہو جائے، آیتِ رحمت کا تکرار کرے اور جب آیت سجدہ پڑھے تو جلد سجدہ کرے۔

اگر سالک صاحبِ معنیٰ ہے تو مستغرق ہو جائے اپنی نسبت میں ڈوب جائے یعنی اپنے محبوب کا کلام پڑھنے کے دوران اپنے محبوب کی ملاقات کا زیادہ مشتاق ہو جائے کیونکہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے سے جس قدر باطن کی صفائی نصیب ہوگی اسی قدر باطنی جمعیت اور باطن کی ترقی کا ذریعہ ہوگی۔

عروسِ چہرۂ قرآں نقاب آں گاہ بکشاید

کہ دارالملک ایماں را مجرد یابد از غوغہا

ترجمہ : ”قرآن کے چہرہ کی دلہن نقاب اس وقت اتارتی ہے جب ایمان کی

سلطنت کو شور و غوغا سے پاک پاتی ہے"۔

اے عزیز! اگرچہ ربّ تعالیٰ کا کلام سب لوگ پڑھتے ہیں لیکن اہلِ ظاہر کا پڑھنا اور ہے اور اہلِ باطن کا پڑھنا اور ہے، اس لیے کہ انوارِ قرآنی اس شخص پر منکشف ہوتے ہیں جس کا باطن خواہشاتِ نفسانی اور اوصافِ بشری سے پاک ہو، اور جمالِ قرآن کا پرتو اس شخص پر جلوہ گر ہوتا ہے جس کا دل غفلت کے غبار اور ماسویٰ کی کدورت سے صاف و مصفا ہو۔

یہ بات جان! کہ ہر چیز کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت، اہلِ ظاہر قرآنِ کریم کی صورت و الفاظ سے متمتع ہوتے ہیں، ثواب کا پھل پاتے ہیں اور درجاتِ اخروی اور سعادتِ دینی حاصل کرتے ہیں لیکن ان کے دِل انوارِ قرآنی حاصل کرنے کی لیاقت نہیں رکھتے، اہلِ باطن اس کی حقیقت سے بہرہ یاب ہوتے ہیں اور اس کے معانی کی خوشبو سے اپنی مشامِ جاں کو معطر کرتے ہیں بلکہ روشن ضمیر صاف باطن کے لِئے حروفِ قرآنیہ سے ہر حرف اسرارِ معانی سے کسی راز کا پردہ اُٹھانے والا ہے اور حضرت سبحانہ و تعالیٰ کا جمال دکھانے والا آئینہ ہے۔

قومے زوجودِ خویش فانی رفتہ زحروف در معانی

ترجمہ: "جس قوم نے اپنے جسم کو فنا فی اللہ کر دیا ہو وہ حروف سے گزر کر معانی میں آجاتی ہے"۔

حدیث پاک میں ہے: کہ جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے ساتھ کلام اور مناجات کرکے واپس لوٹتے تو لوگوں سے بھاگتے اور انگلیاں کانوں میں دباتے تاکہ لوگوں کی گفتگو نہ سنیں، اس وقت لوگوں کی گفتگو ان کو گدھے کی آواز کی طرح ناپسندیدہ معلوم ہوتی۔

اے عزیز! جان کہ تو قرآن مجید کو تمام کتب سماویہ سے افضل اور بہتر کہتا اور سنتا ہے، چاہیئے کہ اس کے پڑھنے کے وقت ماسوی اللہ سے دور ہو جائے لوگوں

کی گفتگو سے کان بند کر لے دِل کی توجہ کو یکسو کر کے کلامِ ربّانی کے انوار اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس طرح مستغرق ہو جائے کہ کسی اور جانب کی خبر نہ ہو تاکہ اس کے توسط سے حجاب ختم اور قربِ الٰہی میں ترقی ہو۔

جب عصر کا وقت ہو جائے تازہ وضو کر کے چار رکعت سنت ادا کرے صلوٰۃ

مراقبہ: عصر باجماعت ادا کرے اور مراقبہ میں مستغرق ہو جائے اور اپنے مشہود میں ڈوب جائے کیونکہ مشاہدہ میں ایک ساعت کا استغراق ہزار ریاضتوں اور مجاہدوں سے بہتر ہے۔ شام تک یادِ باری تعالیٰ کے بغیر کسی سے گفتگو نہ کرے جو شخص صبح و شام ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوتا ہے ذاکرین میں شمار ہوتا ہے غافلین میں نہیں۔ اس آیت کے مطابق

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ۔

ترجمہ: ”اپنے رب کو اپنے دِل میں عاجزی اور خوف سے اور اونچی آواز کی نسبت پست آواز سے صبح و شام یاد کرو اور غافلوں میں سے نہ بنو“۔

ان دو اوقات کا شرف اس لِئے ہے کہ دِن اور رات کے فرشتے ان دو اوقات میں جمع ہوتے ہیں اور لوگوں کے جو اعمال ہوتے ہیں ان کو اُٹھا کر لے جاتے ہیں۔

اے عزیز! جو شخص دونوں وقت احسان کرنے والے دولت مندوں کے دروازے پر حاضر ہوتا ہے تو ان کے کرم و عطا سے محروم نہیں ہوتا اور اگر بندۂ مومن صبح و شام کامل محبت سے دریائے الٰہی میں مشغول ہو جائے تو اللہ تعالیٰ و تقدس کی رحمت و کرم کے خزانوں سے کس طرح محروم رہے گا جب مغرب کا وقت ہو جائے تو فرض نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ پھر دو رکعت حفظ الایمان پڑھے، ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد آیت الکرسی ایک بار سورۂ اخلاص چھ

بار اور معوذتین ایک بار پڑھے، نیز دو رکعت ایمان کی حفاظت کے لئے پڑھے ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد، سورۃ الانعام کی پہلی پانچ آیات پڑھے اس دوگانہ پر ضرور مواظبت کرے کیونکہ اس کی بہت فضیلت اور بے شمار ثواب ہے۔ بعدازاں دو رکعت نماز، ہر رکعت میں چار قل پڑھے اور حضرت سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ تمام صحابہ کرام، ازواجِ طاہرات، اہلِ بیتِ عظام، تابعین، تبع تابعین، مجتہدین، اپنے سلسلہ شریفہ اور تمام مشائخِ دین کی ارواح کو فاتحہ پڑھے اور ان کی ارواحِ طیبہ سے مدد طلب کرے، کیونکہ جو آدمی مشائخ کی ارواح کو فاتحہ کے ساتھ یاد کرتا ہے تو ان کو اطلاع ہو جاتی ہے اور یقیناً وہ مدد کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے: دعا اور فاتحہ کے عظیم ثواب کو فرشتے نُور کے تھالوں میں رکھ کر ارواح کے سامنے پیش کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں یہ فلاں اور فلاں کی جانب سے ہدیہ ہے اور وہ اس طرح خوش ہوتے ہی جس طرح زندہ آدمی مرغوب اور اچھے تحفہ سے خوش ہوتا ہے۔

اس وقت کی حفاظت میں مکمل احتیاط کرے کہ حق جل و علا کی یاد کے سوا کسی دوسرے کام میں مصروف نہ ہو، اس وقت کو صبحِ ثانی کہتے ہیں بلکہ یہ اس سے بھی زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ صبح کی جو گھڑی گزرتی ہے وہ پریشانی لاتی ہے اور جو گھڑی شام کی گزرتی ہے وہ جمعیت و سکون بڑھاتی ہے اور کسی رکاوٹ کے بغیر اللہ تعالیٰ کی یاد میسر آتی ہے۔

پھر درود شریف پڑھنے میں مشغول ہو جائے، اخلاص و نیاز سے حضرت سیدِ کائنات صلوۃ اللہ و سلامہ، علیہ وعلی الہ پر درود بھیجے اور آپ کے حضور توجہ کرے اور سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے جمال بے مثال اور ملاقات کا آرزو مند ہو کیونکہ درود شریف ہزاروں برکات کا سرچشمہ اور ابوابِ سعادت کی چابی ہے، یہ وقت درود شریف پڑھنے کے لئے اس لئے مقرر ہے کہ شاید خواب میں زیارتِ حضرت سیدِ انام علیہ الصلوۃ والسلام کے شرف سے شاد کام ہو جائے اس دولتِ عظمیٰ

کے حصول سے دین و دُنیا میں سعادت مند ہو جائے۔ ان شاء اللہ ذوالفضل العظیم۔

درود شریف کی فضیلت مقصدِ اوّل میں لکھی جا چکی ہے۔ ہر درود شریف کے فضائل و خصائص اگرچہ مشائخ کی کتب میں مرقوم ہیں لیکن تجربہ میں آیا ہے کہ درودِ خمسہ حضرت سرورِ عالمیان صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں بہت مقبول ہے اور پراثر ہے لیکن افضل درود شریف احادیث کے مطابق وہ ہے جو نماز میں تشہد کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ جب درود شریف سے فارغ ہو تو نمازِ عشاء باجماعت ادا کرے نماز سے فراغت کے بعد گھر آئے، گھر داخل ہوتے وقت یہ آیت پڑھے۔

رَبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلاً مُّبَارَکاً وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ

ترجمہ: "اے اللہ مجھے ٹھہرنے کی برکت والی جگہ ٹھہرا تو بہترین مہمان نوازی کرنے والا ہے"۔

کسی سے گفتگو نہ کرے ہاں اہلِ خانہ کو سلام کرے کیونکہ یہ سنت ہے۔

نَهٰی عَنِ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَعَنِ التَّکَلُّمِ بَعْدَ الْعِشَاءِ

ترجمہ: "نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے عشاء سے قبل سونے اور عشاء کے بعد گفتگو کرنے سے منع فرمایا"۔

پھر اپنے خلوت گاہ میں آئے اور گزشتہ اوقات کو ملاحظہ کرے، اگر سارا دِن اللہ تعالیٰ کی یاد اور رضا میں صرف ہوا ہو تو شکر بجالائے تاکہ

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ

ترجمہ: "اگر تم شکر کرو گے تو میں اور زیادہ انعام دوں گا"۔

کے مطابق زیادہ توفیق ہو اور اگر خلافِ امر یا غفلت میں دِن گزرا یا ادائے بندگی میں قصور واقع ہوا ہو تو اس پر نادم و شرمندہ ہو اور کمالِ تضرع و زاری سے ستر مرتبہ استغفار پڑھے کیونکہ کوتاہیوں کی معافی اور رحمت کا ورود زیادہ تر عجز و نیاز سے ہی

ہوتا ہے اگر اپنی بیداری کا وثوق ہو تو وتر تہجد کے بعد ادا کرے جب وتر آخر شب تک موخر کر کے ادا کئے جائیں تو کاتبین اس وقت تک ساری رات اس کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھ دیتے ہیں جب تک کہ وہ وتر ادا نہ کر لے، رات کچھ نہ کھائے اگر کھانا ہو تو تھوڑا سا کھالے تاکہ گرانی و سستی نہ ہو اس لئے کہ کم کھانے سے صفائی قلب، لطافتِ روح، صحتِ بدن، سبکی اعضاء، وضو پر ہمیشگی اور کم خوابی میتسر آتی ہے، اگر نیند غلبہ کرے تو بستر پر آکر فاتحہ، آیت الکرسی، امن الرسول اور تین قل پڑھ کر دونوں ہاتھوں پر پھونک کر بدن پر پھیرے یہ حضور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا عمل مبارک ہے اگر وضو ہو تو بہتر ورنہ نیا وضو کرے جو باوضو سوتا ہے وہ قائم و صائم کا اجر پاتا ہے۔

حدیث پاک میں ہے: "جو شخص باوضو سوتا ہے، اس کی جان کو اجازت دی جاتی ہے کہ جا کر عرش کا طواف کرے اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کرے۔ سونے کا طریقہ یہ ہے کہ سر جنوب کو پاؤں شمال کو اور دائیں ہتھیلی چہرے کے نیچے، مُنہ قبلہ کی جانب رکھ کر سوئے، اس وقت کو یاد کرے جب اس کو اسی طریقہ پر لحد میں رکھا جائے گا، استغفار پڑھے، دِل تمام تعلقات سے کاٹ کر حق سے جوڑے، آخری لمحات کا تصور کرے، جب اِنسان کی جان نیند میں قبض ہو گیا خبر واپس لوٹے یا نہ اس لئے کہ

اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ

ترجمہ: "نیند موت کی بہن ہے"۔

بہ تکلف نیند نہ لائے اور ذکرِ الٰہی یا اپنے مشہود میں ڈوب جائے اسی ذوق میں رہے، یہاں تک نیند غالب آجائے۔ اسی مشغولیت اور استغراق میں اس کے حواس کو معطل کر دے، اس طرح کی نیند اہلِ سعادت کی ہے بلکہ عینِ عبادت ہے، جس وقت بیدار ہو تو دِل کو حاضر اور زُبان کو ذاکر بنائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ

ترجمہ: "ان کی کروٹیں لیٹنے کی جگھوں سے جدا رہتی ہیں اور اپنے رب کو پکارتے ہیں"۔

حضرت طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ (آپ کا شمار معتبر تابعین میں ہوتا ہے) فرماتے ہیں: کہ میں ایک سفر میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا (جو عظیم صحابی تھے)، میں تہجد کیلئے اُٹھا مگر آپ فجر سے تھوڑا سا پہلے اٹھے اور چند رکعت ادا فرمائیں، میں نے تعجب کیا کہ وہ مجھ سے افضل ہیں، لیکن نہیں اُٹھے، میرا تعجب اُنہوں نے بھانپ لیا تو فرمایا: میں ساری رات نماز پڑھتا رہا جب میں بیدار ہوتا تو تُم نہیں دیکھتے تھے کہ میں باری تعالیٰ کا ذکر کرتا تھا یہاں تک کہ مجھ پر نیند مسلط ہو جاتی تھی میں نے عرض کی ہاں فرمایا یہ عمل نماز کے قائم مقام ہے۔

خلاصہ یہ کہ کسی وقت بھی حق تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کے سوا اس کو چین نہ آئے تمام اوقات میں یادِ خُدا اور حق جل و علا کی عبادت پر دوام کو اپنے آپ پر لازم کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اِنسان کو عمر اور وقت کا سرمایہ دیا ہے تاکہ ان سے فائدہ حاصل کرے اگر سرمایہ ہی ضائع ہو جائے تو نفع کہاں سے حاصل ہو گا جو سعادت مند اس نہج پر زندگی بسر کرے گا اور اس انداز پر اوقات تقسیم کرے گا وہ دونوں جہاں میں سعادت مند اور مقبولِ دین و دُنیا ہو جائے گا اور عبادت سے نیا حضور اور بے اندازہ ترقی حاصل کرے اور ہر ایک عمل سے ایک دوسرا مزا پائے جس طرح امراء کے دستر خوان پر قسم قسم کے کھانے موجود ہوتے ہیں اور وہ ہر کھانے سے ایک علیحدہ مزہ اور دوسری لذت پاتے ہیں اسی طرح ازلی سعادت مند اور مقبولانِ باری تعالیٰ مختلف عبادات سے اپنے اوقات کو معمور رکھتے ہیں اور قسم قسم کی طاعات سے سعادتوں کے خزانے جمع کرتے رہتے ہیں۔

حدیث پاک میں ہے ہر روز جب دِن نکلتا ہے تو وہ ندا کرتا ہے: اے فرزندِ آدم اپنا حصہ مجھ سے حاصل کر لے یعنی کثرت سے طاعت و حسنات کر جب تجھ سے میں جدا ہوں گا پھر دوبارہ نہ لوٹوں گا"۔ لہٰذا جس کسی کو کارخانۂ تقدیرِ الٰہی سے عالی فطرت اور کامل عقل نصیب ہوتی ہیں وہ اپنا نفع و نقصان سمجھتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ انفاس کے جواہر کا خزانہ بے فائدہ خرچ کرنا عقل مند کا کام نہیں اور سرمایۂ عمر بے جا ضائع کرنا خرد مندوں کا کام نہیں، کیونکہ عقلِ کامل ایک گراں قدر سرمایہ ہے جو اِنسان کو بزرگی کے مقام پر پہنچاتا ہے، اور اس کی حیوانی صفات کو فرشتوں کی صفات میں تبدیل کر دیتا ہے، عقلِ کامل سے مراد آخرت کا نفع و نقصان سوچنے والی ہے نہ کہ دنیوی زندگی کے سود و زیاں کا خیال رکھنے والی عقل، اور عقل کا کمال بزرگانِ دین اور یقین کا راستہ اختیار کرنے والوں کے نزدیک یہ ہے کہ انسان، کردار، اطوار، احوال، اقوال اور اپنے افعال کی صورت کو عقل کے آئینہ میں دیکھے، جو ناپسندیدہ خصلت دیکھے اس سے احتراز کرکے صفاتِ حمیدہ کے ساتھ موصوف ہو تاکہ کامل اِنسان ہو جائے۔ اِنسان دو چیزوں سے مرکب ہے، صورت، صفت، معاملے کا دارومدار صفت پر ہے، کیونکہ صورت تو فناء ہو جائے گی اور صفت قائم اور باقی رہے گی، یہی وجہ ہے کہ کل قیامت کے روز ہر ایک کا حشر اپنی صفات کے ساتھ ہو گا اور صورت حقیقت کے رنگ میں رنگی ہوئی ہو گی جو صفت باطن میں ہے وہ ظاہر ہو جائے گی، اگرچہ اس وقت محسوسات کے ساتھ مشغولیت کی وجہ سے کچھ پتہ نہیں چلتا، لیکن جس وقت جان جسم سے جدا ہو گی حقیقتِ حال روشن ہو جائے گی لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ اپنے اوپر نیک صفات کو غالب رکھے، شب و روز ربّ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہے، لیکن جب تک اوصافِ حمیدہ اور افعالِ قبیحہ کی پہچان نہ ہو اس وقت تک اپنے آپ کو نیک سیرت اور اخلاقِ حسنہ سے آراستہ نہیں کر سکتا، صفاتِ حمیدہ یہ ہیں: علم، حیا، رضا، عفو، رأفت، نصیحت، تواضع، مروت، حُسنِ سلوک، محبت، شجاعت، سخاوت، عدل، تقویٰ، زہد، ورع، توکل، اخلاص اور

صدق وغیرہ اور صفات مذمومہ یہ ہیں: دُنیا کی محبت، حبِ جاہ، کینہ، تکبر، بخل، غصہ، عجب، جھوٹ، غیبت، تہمت، حرص، ظلم، ریا، لمبی امیدیں، لوگوں کے عیب دیکھنا، نرمی کی کمی، نصیحت نہ کرنا، عداوت، لالچ، رعونت کھانے اور شہوت کی کثرت۔

اس لیئے کاملانِ اہلِ حقیقت نے یہ بات مقرر کر رکھی ہے کہ اچھے اخلاق کے ساتھ اگر عبادت تھوڑی بھی ہو پھر بھی شرفِ قبولیت سے نوازی جاتی ہے، اور اگر اخلاق اچھے نہ ہوں اور عبادت بہت ہو تو ایک بھی قبول نہیں ہوتی۔

حدیث پاک میں ہے: جب نیک کردار اِنسان کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندہ کے نیک اعمال میں سے ایک باجمالِ کمال صورت پیدا فرماتا ہے تاکہ اس کا مونس ہو اور وہ اس کا حسن و جمال دیکھنے سے خوش ہو اور اس صورت کے گلے میں مروارید کے ہار ہوتے ہیں بندہ اس حسین صورت کی جانب ہاتھ دراز کرتا ہے تو وہ ہار ٹوٹ جاتے ہیں اور مروارید زمین پر گر پڑتے ہیں وہ بندہ شرمندہ ہو جاتا ہے، وہ خوبصورت شکل کہتی ہے: پریشان نہ ہو آیئے ہم دونوں مل کر یہ مروارید چنتے ہیں، ابھی وہ موتی سارے چنے نہ ہوں گے کہ صور پھونکا جائے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَمْ يَلْبَثُوٓا إِلَّا سَاعَةً مِّن نَّهَارٍ

ترجمہ: "ابھی دِن کی ایک گھڑی بھی نہیں ٹھہرے"۔

اور جو بد کردار ہوتا ہے اس کے اعمال کی بُری اور سیاہ شکل پیدا کی جاتی ہے اس کے دانت لمبے اس سے گندی بدبو آتی ہے، بدکردار بندہ کہتا ہے: یہ بُری صورت مجھ سے کب دور ہو گی وہ کہتی ہے: میں تجھ سے جدا نہیں ہوں گی، میں وہی تیرا بُرا عمل ہوں جو تو نے دُنیا میں کیا تھا، ہر گھڑی اسے سال بھر کے برابر معلوم ہو گی، اس کے بعد حضرت رسولِ اعظم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: وہ صورتِ جمیلہ اس

نیک کردار بندہ کو اس طرح پسند آئے گی کہ مردہ قبر سے نہیں اٹھے گا اور اس کے حور و غلمان جو حقیقت میں ہوں گے، اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کریں گی : اے باری تعالیٰ ہمارا مالک کہاں ہے؟ فرشتوں کو حکم ہو گا جاؤ اس بندہ کو لے کر آؤ، فرشتے آکر اس بندہ کے اردگرد کھڑے ہو جائیں گے اور کہیں گے : اے اللہ تعالیٰ کے دوست اُٹھ اور بہشت میں آ، وہ کہے گا، میرے لِئے یہی جنت ہے، حکم ہو گا: اس کی گردن میں نُور کا پٹکا ڈالو اور بہشت میں لے آؤ اس بے چارے نے ابھی جنت نہ دیکھی ہوگی، جب جنت دیکھے گا تو اس قبر اور صورت کو بھول جائے گا۔

خصائلِ مذمومہ سے پرہیز کرنا اور اوصافِ محمودہ کا عادی ہونا اہلِ سعادت کی عادت ہے۔ دانا و عقل مند کے لِئے ضروری ہے کہ اچھے اعمال کو ابدی نجات کا سرمایہ جانے اور جلد ختم ہونے والی عمر پر اعتماد نہ کرے، فرصتِ وقت کو غنیمت جانے اور توشۂ عاقبت سے غافل نہ ہو اور وطنِ اصلی کے لِئے ہمیشہ تیار رہے، خود کو راہ گزر مسافر شمار کرے، موت کو بہت یاد کرے، اپنے آپ کو مُردوں سے شمار کرے، دُنیا کے منافع سے محبت میلان اور رغبت کم کرے، جو کچھ اللہ کے سوا ہے اس کو معدوم شمار کرے کسی کے ساتھ حسد، کینہ، بخل اور تکبر نہ کرے، خواہشاتِ نفسانیہ کا تابع نہ ہو، دُنیا اور ابنائے دُنیا سے ہمیشہ نفرت و کراہت کرے اپنی ہمت و توجہ یک سو کر لے تاکہ غیرِ حق کے ساتھ اس کا تعلق نہ رہے اور ظاہر کو بندگی و شریعت کی اطاعت سے آراستہ رکھے اور باطن کو غیرِ حق سے پاک رکھے، کسی لحظہ بھی یادِ حق سے غافل نہ ہو اور ربّ تعالیٰ کو فراموش نہ کرے، جسمانی عبادت کو حضورِ قلب کے ساتھ جمع رکھے۔ حق تعالیٰ کے وعدہ پر اپنے یقین کو درست رکھے، توکل و قناعت کا طریقہ اختیار کرے، اپنے رزق پر راضی و شاکر رہے اور دوسروں کی روزی پر نظر نہ کرے، زیادتی کی طلب میں اپنے وقتِ عزیز کو ضائع نہ کرے، خدمتِ خالق کو خدمتِ خلق پر مقدم رکھے اہلِ بدعت و جاہلوں کی صحبت سے گریز کرے، فسق و فجور میں مبتلا لوگوں سے دوستی نہ کرے، عزیمت پر عمل کرے رخصت سے دور رہے، مشتبہ و

حرام سے پرہیز اور لقمۂ حلال کی سعی و کوشش کرے بہت مال جمع کرنے میں حریص نہ ہو اگر دُنیا حاصل ہو تو اس سے دھوکہ نہ کھائے اور اگر نہ ہو تو اس کی تلاش میں ذلیل نہ ہو اللہ تعالیٰ جو کچھ اس سے معاملہ کرے اس پر راضی رہے، کبھی بھی گلہ و شکایت نہ کرے باقی کو فانی سے تبدیل نہ کرے، ریا سے دور رہے، اللہ تعالیٰ کی عبادت کو غرض آلودہ نہ کرے، جو کچھ کرے خالصتاً اللہ کے لِئے کرے نہ کہ طمع کے لئے درویشوں اور فقیروں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے شکستہ دلوں اور ضعیفوں کا دل ہاتھ میں لائے، کسی دِل کو آزردہ نہ کرے، کسی کے رنجیدہ کرنے سے رنجیدہ نہ ہو صلاح و تقوی کو اپنا رفیق بنائے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور امورِ دین میں سُست نہ بنے اپنے اعمال کی قدر و قیمت نہ جانے، خوفِ خُدا اور غمِ آخرت دِل سے دور نہ کرے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے دِل نہ لگائے ہمیشہ رضائے الٰہی میں کوشاں رہے لوگوں کے عیوب کو حلم اور بردباری سے پوشیدہ رکھے جس کسی سے نیکی کرے زُبان پر نہ لائے جو شخص اس سے برائی کرے انتقام نہ لے بلکہ بدی کا نیکی کے ساتھ مقابلہ کرے، دوست و دشمن کو یکساں دیکھے، اپنے نفع کے لِئے دوسروں کا نقصان پسند نہ کرے، لایعنی گفتگو والی مجلس میں نہ بیٹھے کسی کے ساتھ تندخو و درشت رو نہ ہو صرف راست و درست گفتگو کرے۔ کم کھانے و کم سونے کا عادی ہو اپنے نفس کا مطیع و فرمانبردار نہ ہو اور اس کے عیوب و بُری عادات ہمیشہ ملاحظہ کرتا رہے اسلاف کی باتیں دِل کے کانوں سے سنے اور ان پر عمل کرے مشائخ کی عادات کو اپنا پیشوا بنائے کیونکہ یہ سب اخلاقِ حسنہ طالبِ خُدا کے لِئے عظیم سرمایہ اور دولتِ دین کے لِئے ایک مضبوط حصار ہیں۔

لیکن اس حقیقت کو جان! کہ صفاتِ مذمومہ جو طبیعت کی زمین میں راسخ تر ہو چکی ہوں ریاضت و مجاہدہ کے بغیر دور نہیں ہو سکتیں اور تہذیبِ اخلاق اور پسندیدہ اوصاف اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کے بغیر حاصل نہیں ہوتے۔ اسی وجہ سے اکابرِ دین اور راہِ یقین کے سالکوں نے سالہا سال تک اپنے نفس کو ریاضت کی کٹھالی میں

پگھلایا، اس ذریعہ سے انہوں نے دِل کو صفاتِ مذمومہ سے پاک کیا ہے۔ رُباعی

آنانکہ گوئے عشق زمیداں ربودہ اند بنگر کہ وقتِ کارچہ جولاں نمودہ اند

در وسع آدمی نبود آں چہ کردہ اند ایشاں مگرز طینت انساں نبودہ اند

"وہ لوگ جو عشق کا گیند میدان سے لے گئے ہیں، دیکھ کہ کام کے وقت انہوں نے کیا جولانیاں دکھائی ہیں۔ جو کچھ انہوں نے کیا وہ اِنسان کی وسعت میں نہیں شاید وہ اِنسان کی طبیعت کے آدمی ہی نہیں ہیں"۔

اے عزیز! جس جماعت نے ریاضت کی تلواریں اور مخالفت کے خنجر نفسِ امارہ کے سر پر مارے ہیں اور کمالِ مجاہدہ و ریاضت سے نفس کا تزکیہ کیا ہے عزت و اقبال کی ٹوپی ان کے سر پر سعادت کی قبا ان کے کندھے اور دولت کی کمربند ان کی کمر پر باندھ دی گئی اگر تو بھی ہمت رکھتا ہے تو چند روز کی آسائش اپنے اوپر حرام کر، دُنیا کی راحت و استراحت کو الوداع کر اور مردانہ وار اس راہ میں آ، خود سوچ کہ اِنسان کو عالمِ دُنیا میں کس لئے بھیجا ہے؟ اور تمام مخلوق سے اشرف ترکیوں بنایا ہے، اگر کھانے، سونے، شہوت رانی اور آرام سے بیٹھنے کے لئے پیدا کیا ہے تو حیوان بھی افضل ہونے چاہیئے تھے حالانکہ ان سب کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اِنسان کی خدمت کے لئے پیدا کیا ہے اور اِنسان کو خاص اپنے لئے پیدا کیا ہے وہ بوجھ جو زمین و آسمان نہ اُٹھا سکے وہ اس کے سر پر ڈال دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا۔

ترجمہ: "ہم نے امانت کو آسمانوں زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا، انہوں نے اٹھانے سے انکار کر دیا، اس سے خوفزدہ ہو گئے اور اِنسان نے اس کو اُٹھا لیا، بلاشبہ وہ بڑا ظلم کرنے والا اور بڑا جاہل ہے"۔

حدیث پاک میں ہے: "ہر روز دو فرشتے بلند آواز سے ندا کرتے ہیں، ایک کہتا ہے: اے کاش یہ مخلوق پیدا نہ ہوتی، دوسرا کہتا ہے: جب پیدا ہو گئی تو یہ جانتی کہ اسے کس لئے پیدا کیا گیا ہے"۔

لہٰذا ہوشیار ہو اور چند روزہ زندگی غنیمت شمار کر، روئے دِل کو خُدا تعالیٰ کی جانب لا، کس چیز پر دھوکہ کھا گیا ہے؟ کس پر امید و بھروسہ کر لیا ہے؟ جب عمر کے لئے کوئی مہلت و مدت معین نہیں کیا معلوم کس وقت تو کوچ کر جائے، آج سعادتِ جاودانی سعی و تلاش سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

إِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُونَ

ترجمہ: "جب ان کی موت آجاتی ہے تو نہ ایک گھڑی پیچھے ہوتی ہے اور نہ آگے"۔

تیرے کام ابھی نامکمل ہوتے ہیں اور تجھے لے جاتے ہیں اس وقت تو کیا عذر کرے گا، کون سی نجات کی دستاویز تیرے پاس ہے؟ ماں، باپ، بیوی، اولاد، بھائی، دوست، مال و جاہ اور حشمت و شوکت سب ابدی سعادت کے راہ کے کانٹے اور خس و خاشاک ہیں، مقصود سے روکتے ہیں بالفرض اگر تمام دُنیا اور ملک کے خزانے تیرے تصرف میں ہوں تو آخر سب کو چھوڑ کر تجھے تنہا زیرِ زمیں چلے جانا ہے۔

سلطان سکندرِ اعظم کے بارے میں منقول ہے کہ آخری وقت اس نے وصیت کی کہ میرے دونوں ہاتھ کفن سے باہر رکھیں، لوگوں نے پوچھا کیوں، اس نے کہا: تاکہ لوگ دیکھ لیں کہ میں دُنیا سے خالی ہاتھ جا رہا ہوں، کوئی چیز اپنے ساتھ نہیں لے جارہا۔

عبرت کی نگاہ سے دیکھ کہ ہمارے وہ ساتھی جو دُنیا کی نعمتوں سے مسرور اور فانی مال و متاع کی وجہ سے مغرور تھے، دُنیاوی معاملات میں کیسی کیسی تدابیر اور فکر

لڑایا کرتے تھے کہاں گئے؟ اب انکے جسم کا کچھ نشاں باقی نہیں نہ ہی ان کے حالات کی کچھ خبر ہے، کل میرا اور تیرا حال بھی ایسا ہی ہو گا۔

حدیث پاک میں ہے: جب مردہ کو قبر میں رکھتے ہیں اور عذاب دیتے ہیں تو پڑوسیوں کی روح آواز دیتی ہے اے عزیز! تُم تو ہمارے پیچھے رہ گئے تھے اور ہم تجھ سے پہلے آگئے تھے تو تو نے ہم سے عبرت کیوں نہ حاصل کی اور جو کچھ ہم سے رہ گیا تھا اس کا تدارک کیوں نہ کیا؟ اپنی استعداد کو تو نے معطل اور سرمایۂ عمر کو غفلت میں ضائع کر دیا۔

ہائے افسوس ہم کم عقل، بے ہوش سراپا غفلت بدخصلت نفس پروری کے سوا ہمارا کوئی کام نہیں، انتہائی غفلت کی وجہ سے کسی وقت متنبہ و آگاہ نہیں ہوتے فانی دُنیا کے منافع اور نفسانی لذات سے خوش دِل و مسرور ہو رہے ہیں اور ہم نے حرص و شہوت کی آگ دین کے کھلیان میں لگا دی ہے ہائے حسرت، ہائے ندامت ساری عمر نفسانی خواہشات کے پیچھے اور ربّانی حکم کے خلاف صرف کر دی ایسا کوئی کام نہیں کیا جو نجاتِ اخروی کا ذریعہ ہو اب جبکہ بڑھاپے کا ضعف غالب آگیا، جوانی کی قوت نہ رہی تو حسرت اور افسوس کے سوا کیا ہو سکتا ہے سب سے زیادہ عقل مند اِنسان وہ ہے جو سارے اوقات یادِ خُدا میں محفوظ رکھ کر کمالات کمائے اور سعادتوں کے خزانے جمع کرے اور چند روزہ زندگی کو نفسانی خواہشات کے خلاف اللہ تعالیٰ کے راہ میں قربان کر دے، کیونکہ خواہشاتِ نفسانیہ کی اتباع ہی اِنسان کے لئے سعادتِ جاودانی سے رکاوٹ ہوتی ہے اور یادِ باری تعالیٰ سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف لاکھوں خواہشات دلوں میں پیدا کرتی ہے۔ اور اپنے لشکر حرص و ہوا، شہوت و تکبر، بخل و حسد، غصہ، سخن چینی، خود بینی کو مسلط کر دیتی ہے نفس اِنسان کا دوست نما دشمن ہے، بے گانہ ہے لیکن بظاہر آشنا جو شخص اس کا مطیع و فرمانبردار ہو جاتا ہے وہ ہزاروں خرابیوں اور مصائب میں مبتلا ہو جاتا ہے، صغیرہ و کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے اور سعادتِ اخروی کے اکتساب سے

محروم ہو جاتا ہے، اگرچہ آج انسان کو اس کی قباحت معلوم نہیں ہوتی جس طرح حکم دیتا ہے وہ کرتا ہے لیکن کل روزِ جزا حقیقتِ حال معلوم ہو گی جو کچھ کر رہا ہے دیکھ لے گا لہٰذا نفسِ امارہ کی رعونت و انانیت جب تک برقرار ہے اور اس کا حکم موجود ہے کارخانۂ اسلام میں فتور ہی فتور ہے جب نفسِ امارہ مطمئنّہ کے مقام پر پہنچتا ہے تو مجاہدہ و ریاضت کے ذریعہ راہِ راست پر آتا ہے تو مطیع و فرمانبردار ہو جاتا ہے، اس وقت اِنسان کے لِئے امن ہی امن ہے اور اعلیٰ علیین کے مقام پر صدر نشین ہے۔

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰىؕ۔

ترجمہ : ”لیکن جو اپنے ربّ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہشات سے روکا، اس کا ٹھکانہ جنّت ہے“۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت رسولِ اعظم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے مجاہدۂ نفس کو کفار کے ساتھ جہاد پر فضیلت دی ہے۔ صحابہ کرام کو ارشاد فرمایا :

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ

ترجمہ : ”ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف لوٹے ہیں“۔

تاکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کوئی کام نہ کرے، اور بندگی کی راہ سے منحرف نہ ہو اور کفر و سرکشی چھوڑ کر بد اندیش اور باطل کے طریقہ سے بری الذمہ ہو جائے اللہ تعالیٰ کی بندگی و فرمانبرداری میں آجائے شب و روز اللہ تعالیٰ کی رضا میں کوشش کرے اس حقیقت کو سمجھنا چاہیئے کہ نفسِ امارہ اس وقت زیرِ نگیں ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر موافقت اختیار کرتا ہے جب ریاضت سے اسے روند دیا جائے مجاہدہ کے تازیانہ سے اسے ہموار کیا جائے کبھی بھی اس کی مراد کے موافق نہ چلے، بیداری، بھوک، خاموشی اور خلوت نشینی سے اس کو ضعیف اور کمزور کردو، اس لِئے

کہ کوئی ریاضت تزکیۂ نفس کے لئے ان چار صفتوں سے کامل تر نہیں۔

حضرت خواجہ عبداللہ سہل تستری قدس سرہٗ فرماتے ہیں : تمام نیکیاں اور بہتریاں چار خصائل میں رکھی گئی ہیں اور ان چار خصائل کے ذریعہ سے بعض اہل اللہ ابدال کے مقام پر پہنچ گئے ہیں' اس لئے کہ کمالِ مجاہدہ اور ریاضت کی انتہا جن سے نفس ٹوٹ کر سیدھا ہو جاتا ہے یہی چار عمل ہیں۔

(۱) کم سونا۔ (۲) کم کھانا۔ (۳) کم بولنا۔ (۴) لوگوں کے ساتھ کم میل جول رکھنا۔

چنانچہ ان میں سے ہر ایک کے فضائل بیان کئے جاتے ہیں:

گوشہ نشینی کے فوائد : خلوت کا فائدہ اور مجلس کا ضرر یہ ہے کہ مخلوق کے میل جول میں لاکھوں فتنے اور بلائیں رونما ہوتی ہیں اور غفلت جو تمام شقاوتوں کا سرچشمہ ہے غالب آتی ہے اور صفاتِ مذمومہ مثلاً حسد' تکبر' غصہ' ریا' کذب و غیبت' چغل خوری' لاف مارنا' خود بینی و خودستائی' اپنے آپ کو سنوارنا' دنیا کی محبت' جاہ کی محبت' حرص' طمع اور نفاق پیدا ہوتا ہے یہ تمام خصائل دین کی خرابی اور اللہ تعالیٰ سے دوری کا سبب ہیں کیونکہ اہلِ غفلت کی صحبت میں ایک تاریکی پوشیدہ ہوتی ہے جو کہ سالکانِ صاف باطن کے سوا اُس کے نقصان کو کوئی اور نہیں جانتا لہٰذا جو غافلوں کی مجلس میں زیادہ بیٹھتا ہے ان کی غفلت کا دھواں اُس کے دِل کی آنکھوں کو اندھا کر دیتا ہے اور جو کچھ ان کی طبیعتوں میں ہے وہ اہلِ مجلس کی طبیعت میں سرایت کرتا ہے۔ اسی لئے اہلِ حقیقت نے مخلوق کے ساتھ میل جول سے احتراز کر کے خلوت نشینی اختیار کی ہے اور آئینۂ دِل کو ظلمت و کدورت سے پاک و صاف رکھا تاکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت' ذکر و فکر بفراغتِ دِل میسّر ہو اور دِل کا باغیچہ وارداتِ غیبی سے مزیّن ہو' اس لئے کہ لوگ وقت ضائع کرنے والے اور اللہ تعالیٰ سے دور رکھنے والے ہیں خصوصاً مبتدی کے لئے مناسب نہیں کہ بلا ضرورت لوگوں کی مجلس اختیار کرے' ہوشیار ہو جتنا ہو سکے خود کو لوگوں کی صحبت سے دور رکھے کیونکہ دُنیا کی محبت' اخلاقِ

ذمیمہ اور غفلت ان کے دلوں میں اس طرح پختہ ہو گئی ہوتی ہے کہ ہم نشینوں پر بھی اثر ڈالتی ہے۔

حضرت خواجہ ابوالحسن نُوری قدس سرہٗ فرماتے ہیں : "جس طرح نیک مجلس بُرے لوگوں پر اثر ڈالتی ہے اسی طرح بُری مجلس نیک آدمی پر بھی اثر کرتی ہے اور باطن کو تاریک کر دیتی ہے"۔

حضرت شیخ شبلی قدس سرہٗ سے لوگوں نے پوچھا: آپ اللہ تک کیسے پہنچے؟ فرمایا : اس دِن سے جب سے میں نے چار تکبیریں کہیں، لوگوں نے پوچھا چار تکبریں کیا ہیں؟ فرمایا : میں نے خیال کیا کہ ساری مخلوق مر گئی اور میں نے ان کے جنازہ پر چار تکبیریں کہیں، نہ میرا ان سے کوئی کام نہ ان کا مجھ سے کوئی مقصد مجھے یقین ہو گیا کہ مجھے نفع دینے والا، نقصان پہنچانے والا، عذاب دینے والا، بخشش فرمانے والا، رحمت فرمانے والا اور روزی دینے والا حق سبحانہ و تعالیٰ ہے، اگر ظاہرا نفع و نقصان ان کی جانب سے بھی ہوتا ہے تو بھی سب اس کی تقدیر کے مطابق ہوتا ہے۔

ایک شخص نے حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی مجھے کوئی نصیحت فرمایئے ارشاد فرمایا : "دنیا سے روزہ رکھ لے موت کے وقت افطار کر اور لوگوں سے اس طرح بھاگ جس طرح شیر سے بھاگتا ہے"۔

حضرت حسن بصری قدس سرہٗ فرماتے ہیں : "توریت میں مذکور ہے کہ جب اِنسان قناعت اختیار کرتا ہے تو وہ بے نیاز ہو جاتا ہے، جب مخلوق سے عزلت اختیار کرتا ہے تو سلامت رہتا ہے"۔

ایک امیر نے حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی کہ کوئی ضرورت ہو تو فرمایئے تاکہ میں پوری کر دوں فرمایا : ہاں ہے اس نے عرض کی وہ کیا ہے؟ فرمایا : "نہ تم مجھے دوبارہ دیکھو اور نہ میں تجھے دیکھوں"۔

حضرت فضیل قدس سرہٗ نے فرمایا : "جب رات کی تاریکی چھا جاتی ہے تو میرے دل میں خوشی پیدا ہو جاتی ہے اور میں خلوت میں بیٹھ جاتا ہوں لوگوں کے

پریشان کرنے کے بغیر میں اللہ تعالیٰ سے مشغول رہتا ہوں اور دِن کا اجالا ظاہر ہوتا ہے تو میرے دِل میں غم گھر کرلیتا ہے اور میں کہتا ہوں اب لوگ مجھے حق تعالیٰ سے الگ رکھیں گے اور اپنے ساتھ مشغول کرلیں گے"۔

لقمان حکیم سے لوگوں نے دریافت کیا تُم ایک چرواہے تھے اس درجہ تک کیسے پہنچ گئے فرمایا: (۱) سچ بات کرنے (۲) خاموش رہنے (۳) بُرے لوگوں کی مجلس سے پرہیز کرنے سے۔

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی نشانی یہ ہے کہ مخلوق سے متنفر ہو جائے اور ہمیشہ خاموش رہے"۔

حضرت یحیٰی معاذ قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "تنہائی صدیقین کی آرزو ہے اللہ تعالیٰ سے مانوس رہنا ان کا مقصد ہے"۔

صالحین کو دیکھ اور غور کر جو درگاہِ احدیت کے مقربین ہیں کِس طرح مخلوق سے گریزاں تھے اور لوگوں کی مجلس سے بیزار رہے تمام مصائب سے رہائی پائی اور گمنامی کے کونہ میں رہ کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی اور بندگانِ خاص میں شامل ہو گئے انہوں نے تنہائی کو مجلس آرائی سے بہتر جانا آج اس دور میں بعض ناپختہ کار فقراء جنہوں نے فنا و بقا کے شربت نہیں چکھے۔ (لوگوں کے) دلوں کو مسخر کرنے کیلئے کیسے کیسے جادو منتر نہیں کرتے اور دُنیا کی عزت و اقبال اور رجوعِ خلائق کی خاطر کیا کیا تدبیریں نہیں کرتے اور عملِ صالح کا وقت ضائع کرتے ہیں، افسوس وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ شیخی کا کروفر اور بزرگی کا طمطراق جو صدق وصفا سے خالی ہے کل کسی کام نہیں آئے گا فنا و بقا کا درجہ حاصل کئے بغیر اور طریقۂ مشائخ واولیاء پر چلے بغیر سعادت کا دروازہ بھی نہیں کھلتا وہ گروہ جو لوگوں میں قبولیت سے عزت واقبال کے خواہاں اور لوگوں کی مدح وثنا سے نفس کو خوش کرتے ہیں وہ غفلت اور مرادِ نفس کے حجاب کے باعث اللہ تعالیٰ کی رحمت وفیض سے دور ہیں اور قرب کی سعادت سے شرف یاب نہیں ہوئے لیکن کامل اہلِ حقیقت کے نزدیک عزلت (علیحدگی اختیار کرنا) کا معنی یہ

ہے کہ سالک ایسے مقام پر پہنچ جائے کہ خود میں عزلت اختیار کرلے، یعنی ماسوی اللہ سے رہائی پاکر حق کے ساتھ فنا ہوکر اس بزرگ وبرتر کے مشاہدہ میں اس طرح محو ومستغرق ہو جائے کہ اسکے نزدیک صحبت وخلوت یکساں ہوجائے اور گہرے دریا کی طرح کسی گندگی سے گندا نہ ہو اگرچہ اس کا ظاہر لوگوں کے ساتھ ہو لیکن اس کا دِل حضرتِ ذوالجلال کے وصالِ جمال کی تجلیات سے مالا مال ہو۔

عارفین کی منزل گاہ یقیناً وہ مقام ہے جہاں کسی غیر کا گزر تک نہیں ہے بلکہ وہ اپنے سے بے خبر ہوتے ہے۔ بیت؛

ہیچ کنجے بے دوالے دام نیست   جز بخلوت گاہِ حق آرام نیست

ترجمہ: "کوئی کونہ تسمہ باندھے بغیر جال نہیں بن سکتا اسی طرح حق کی خلوت گاہ کے بغیر آرام میسّر نہیں آسکتا"۔

اگر اس مقام سے نیچے اتریں اور روئے دِل کو مخلوق کی جانب کریں تو بھی

فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ

ترجمہ: "جس جانب مُنہ کرو ادھر اللہ تعالیٰ ہے"۔

کے مقام میں ہوتے ہیں اور ہر چیز میں حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتے ہیں اور غیر کو درمیان میں نہیں دیکھتے اور اس کے سوا کسی مخلوق کو نہیں دیکھتے۔

تقلیلِ طعام کے فوائد: کم کھانے کا فائدہ یہ ہے کہ جو شخص معدہ کو خالی رکھے اور جب کم کھانے کی عادت اپنائے تو اس کا باطن اللہ تعالیٰ کے فیض کے نزول کے قابل ہوجائے گا اور شہوت وخواہش اس پر غالب نہیں آتی، ہمیشہ باوضو رہے گا، سستی و کاہلی دور ہوگی، نیند کا غلبہ نہیں ہوگا، مخلوقِ خُدا پر شفیق و رحم دِل ہوگا، جو عبادت کرے گا اس کی لذت پائے گا اور شیطان اس سے بھاگے گا۔

شیطان کہتا ہے: پُرشکم اگرچہ نماز میں مصروف ہو میں اس کے ساتھ معانقہ کرتا ہوں اور بھوکا سویا ہوا بھی ہو میں اس سے بھاگتا ہوں۔

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "جو شخص کھانا زیادہ کھاتا ہے اس کے معدہ سے دھواں اٹھتا ہے اور فیض کے چشمہ کو بند کر دیتا ہے اور ارواحِ طیبہ جو فیض کا سبب ہوتی ہیں قلب کے مقابلہ میں نہیں آتی ہیں یہ بات پختہ ہے کہ جب تک معدہ خالی نہ ہو باطن پاک و صاف نہیں ہوتا"۔

لہٰذا جو باطن پاک و صاف نہ ہو وہ رحمتِ الٰہی کا مورد کب ہو سکتا ہے۔

حضرت خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہٗ السامی سے لوگوں نے پوچھا کیا وجہ ہے آپ بُھوک کی بہت زیادہ تعریف کرتے ہیں فرمایا: ہاں اگر فرعون بھوکا ہوتا تو

أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى

ترجمہ: "میں ہی اعلیٰ رب ہوں"۔

نہ کہتا اور قارون بھوکا ہوتا تو ہرگز باغی نہ ہوتا یہ نفسِ خبیث حرکاتِ خبیثہ سے اور انانیت و غرور کے دعویٰ سے بُھوک کے بغیر نہیں رُک سکتا۔

مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب نفس کو پیدا کیا اور حاضر کیا اس کو خطاب کیا کہ میں کون ہوں؟ نفس نے جواب دیا: تو تو اور مَیں مَیں (أَنْتَ أَنْتَ وَأَنَا أَنَا) پھر اس کو چند سال آگ کے عذاب میں گرفتار کیا پھر باہر نکالا اور پوچھا دوبارہ یہی اس نے جواب دیا اس کو ہر قسم کا عذاب دیا گیا لیکن اس نے پروردگار کی ربوبیت کا اقرار نہ کیا، جب اس کو فاقہ و بُھوک کے عذاب میں مبتلا کیا گیا اور پھر اس سے پوچھا تو اس نے کہا:

أَنْتَ الَّذِيْ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ

ترجمہ: "تو وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں تو واحد قہار ہے"۔

بھوک میں یہ خاصیت ہے کہ نفسِ امّارہ کو مطمئنہ کے مقام تک پہنچاتی ہے اسے بندگی اور فرمانبرداری میں لاتی ہے، لیکن اس راہ کے سالک کو درمیانہ راستہ اختیار کرنا چاہیئے اس لیئے کہ سیر ہو کر کھانے سے فیضِ الٰہی کا راستہ بند ہو جاتا ہے

اور اگر بالکل ترک کر دے گا تو ضعف و کمزوری غالب آجائے گی اور عبادت و کسبِ کمالات سے محروم ہو جائے گا درمیانہ درجہ یہ ہے کہ نہ سیر ہو کر کھائے اور نہ ہی بالکل ترک کر دے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے :

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا

ترجمہ : "کھاؤ، پیو اور اسراف نہ کرو"۔

توسط کو نگاہ میں رکھنا اہلِ استقامت کا طریقہ ہے۔

خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا

ترجمہ : "معاملات میں میانہ روی بہتر ہے"۔

حضرت مجدد و منورِ الفِ ثانی قدس سرہٗ السامی فرماتے ہیں : "ایک آدمی جس نے کھانا ترک کر دیا اور دوسرا جس نے چند لقمے طعامِ لذیذ کے چکھ کر ہاتھ کھینچ لیا تو ترکِ طعام کرنے والے سے یہ شخص افضل ہے اس لِئے کہ یہ صورت نفس پر سخت تر اور انتہائی شدید ہے"۔ فرد

نہ چنداں بخور کز دہانت بر آید　　نہ چنداں کہ از ضعف جانت بر آید

نہ اتنا کھا کہ تیرے مُنہ سے باہر نکلنے لگے اور نہ اتنا کہ کمزوری سے تیری جان نکلنے لگے۔

رسائلِ سلوک میں بعض متقدمین مشائخ نے لکھا ہے کہ ماکولات میں ہمیشہ درجۂ اعتدال کی رعایت رکھنا اور میانہ روی کو مدِ نظر رکھنا مطلوب تک پہنچنے کے لِئے کافی ہے۔

بھوک غالب آئے بغیر ہاتھ کھانے کی جانب نہ بڑھائے کیونکہ سالک کو غلبۂ بھوک کے بغیر کھانا حرام ہے۔

حضرت مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ سے لوگوں نے پوچھا : درویش گناہ کرتا ہے، فرمایا "نہیں ہاں جس وقت بغیر بُھوک کے کھائے"۔

جتنا ہو سکے حلال لقمہ میں کوشش کرے جو کہ پاک اور شبہات سے خالی ہو، جو کوئی حرام لقمہ کھاتا ہے اس میں حیوانی صفات پیدا ہوتی ہیں جو روح و دِل پر حاکم ہو جاتی ہیں، شیطان قبضہ جما لیتا ہے اور فاسد خیالات دِل کو تاریک کر دیتے ہیں اور طالب کا ذوق و شوق اور جمعیتِ دل برباد ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں چونکہ بہت سے طالبانِ راہِ خُدا لقمہ میں اتنی احتیاط نہیں کرتے لہٰذا اسرارِ معانی کا ظہور حضورِ قلب میں صفائی اور ذوق و شوق کم پاتے ہیں۔

حدیث پاک میں ہے : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو حرام سے پرہیز کرتے ہیں، مجھے شرم آتی ہے کہ میں ان سے حساب لوں اور اگر حلال و پاک میسّر آئے تو اتنا ہی کھائے جس سے عبادت کے لیئے قوت حاصل ہو جائے، اس لیئے کہ نفس کو اتنا دینا ہی درست ہے، چونکہ جسمِ انسانی بمنزلہ سواری کے ہے اور اگر سوار کی سواری ضعیف ہو جائے تو کام کی نہیں رہتی اور رستہ طے نہیں کر سکتی۔ کھانا کھاتے وقت دِل حاضر ہو غفلت میں نہ کھائے اعمال کی کاشت قالبِ انسانی میں کرنا اسی لقمہ کا کام ہے اگر غفلت میں کھایا جائے تو جمعیتِ باطن اور صفائی قلب ممکن نہیں بلکہ سالک کے کھانا پکانے والے کو چاہیئے کہ باوضو ہو اور کھانا پکاتے وقت یادِ باری تعالیٰ میں مصروف ہو، بے ہودہ گفتگو نہ کرے تاکہ غفلت کی تاریکی کھانے میں اثر انداز نہ ہو۔

خاموشی کے فوائد : حضرت رسولِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے : عبادت کے دس حصے ہیں، نو حصے خاموشی اور ایک حصہ ان کے علاوہ عبادت ہے۔ یہی وجہ ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے مُنہ میں کنکریاں رکھ لیتے تاکہ کسی کے ساتھ گفتگو نہ کر سکیں، کیونکہ زُبان میں ایسی آفات ہیں جو انسانی اعضاء میں سے کسی دوسرے عضو میں نہیں ہیں جو مصیبت بھی سر پر آتی ہے وہ بے لگام زُبان ہی کی وجہ سے آتی ہے اور دِل میں تاریکی بھی کثرتِ کلام سے بڑھتی ہے۔ منقول ہے کہ جس دِن اللہ تعالیٰ نے جسم میں زُبان کو پیدا کیا تو نداء آئی

اے زُبان! تیری پیدائش کا مقصد یہی ہے کہ میرے نام اور میرے کلام کے سوا کچھ نہ کہے اگر ان کے علاوہ کوئی دوسری چیز نکالی تو خود کو اور اپنے تمام اعضاء کو مصیبت میں ڈالے گی۔

کیونکہ زُبان تمام اعضاء کی رئیس و سردار ہے، اگر سردار نیک ہو تو تبع بھی نیک ہوں گے اور جمعیت و امان کے پنگھوڑے میں سلامتی سے رہیں گے، لہٰذا سالک کو چاہیئے کہ زُبان کے پرندے کو مُنہ کے پنجرے میں بند رکھے اور کاتبانِ اعمال کو فارغ رکھے گفتگو کم کرے تاکہ تمام آفات سے رہائی پائے اور صغیرہ و کبیرہ گناہوں یعنی لعنت کرنے، غیبت، جھوٹ، سخن چینی، گالی، فخر، ٹھٹھہ اور کلماتِ کفر سے زُبان محفوظ رکھے۔

حضرت رسولِ اعظم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ایمان راست و مستقیم نہیں ہوتا جب تک زُبان سیدھی اور دُرست نہ ہو جائے۔

نیز فرمایا: میں تمہیں آسان ترین عبادت کا پتہ بتاتا ہوں یعنی زُبان کو خاموش رکھنا اور اچھی عادت اپنانا۔ یہ بھی ارشاد فرمایا: کہ اِنسان کے زیادہ تر گناہ زُبان میں ہیں۔

جس طرح سالک کو اکل و شرب کی زیادتی منع ہے اسی طرح زیادہ گفتگو بھی منع ہے اس لیے کہ کثرتِ کلام سے آئینۂ دِل مکدر ہو جاتا ہے اور اس کی تاریکی ذکر کی لذت اور جمعیتِ باطن کو برہم کر دیتی ہے اسی وجہ سے اہلِ حقیقت جن کو کثرتِ کلام کی آفات کا علم ہوتا ہے وہ بغیر ضرورت کے خاموشی کی مہر زُبان پر سے نہیں اُٹھاتے اور بے ہودہ کلام سے زُبان آلودہ نہیں کرتے کیونکہ وہ اس حقیقت کو یقینِ دِل سے جانتے ہیں کہ خاموشی میں بہت نفع اور گفتگو میں بے شمار نقصان اور آفات ہیں تو جس گفتگو میں دینی و دنیاوی فائدہ نہ ہو اور نقصان قریب ہو تو اس گفتگو میں کیوں لب کھولے۔

حضور سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا فرمان ہے: جب کسی مؤمن کو

باوقار و خاموش دیکھو تو اس کے قریب ہو جاؤ کیونکہ وہ حکمت سے خالی نہیں ہوتا، اس لئے کہ کم گوئی اہلِ تمکین کا شیوہ اور اہلِ وقار کا طریقہ ہے۔

یہ بات اکثر مقام پر دیکھی گئی ہے کہ فضول گو کی کسی جگہ بھی عزت نہیں ہوتی اور گفتگو کی کثرت سے دماغ سوزی، قلبی قساوت کے سوا کچھ حاصل نہیں کرتے، اسی وجہ سے دِل کی کیفیت سے آگاہی رکھنے والے پاک باطن ہمیشہ حضرتِ احدیت کے انوار کے مشاہدہ میں مستغرق رہتے ہیں قصہ خوانی ولایعنی حکایت کے لئے زُبان نہیں کھولتے۔ مثنوی

دانی کہ چرا اہلِ صفا خاموش اند　　در نکتۂ دِل بخو خود می کوشند
مے از کفِ دوست ہر نفس می نوشند　　سری بازند سرِ حق می پوشند

"تو جانتا ہے اہلِ صفا کیوں خاموش ہیں، نکتۂ دِل میں اپنے آپ کو محو کرنے کی کوشش کرتے ہیں، دوست کی ہتھیلی سے ہر سانس شراب پیتے ہیں سر کی بازی لگادیتے ہیں لیکن راز کو پوشیدہ رکھتے ہیں"۔

لیکن بعض مقامات پر گفتگو خاموشی سے بہتر ہوتی ہے اس لئے کہ گفتگو نہ ہر جگہ اچھی ہے اور نہ ہر جگہ بُری بلکہ کسی جگہ خار ہے اور کسی جگہ گلزار اگر بقدرِ ضرورت نیک کام کے لئے گفتگو کرے تو کوئی مانع نہیں جیسا کہ دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانا، دین کی پند و نصیحت کرنا یا کسی مُسلمان بھائی کی سفارش کرنا، کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنے کے لِئے کلمۂ خیر کہنا یا شرعی مسئلہ بیان کرنا یہ بھی مختصر ہونا چاہیئے لمبی گفتگو نہیں ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

لَاخَیْرَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰھُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاسِ۔

ترجمہ : "ان کی بہت سی سرگوشیوں میں نیکی نہیں مگر جو صدقہ یا نیکی کا حکم دے یا لوگوں کے درمیان صلح کرائے"۔

یعنی گفتگو کرنے میں کوئی بھلائی نہیں ہاں صدقہ کا حکم دینا، بھلائی کا حکم دینا اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرنا نیکی کے کام ہیں۔

حضرت رسولِ اعظم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے: "جو اللہ اور مجھ پر ایمان لایا اسے چاہیئے کہ اچھی گفتگو کرے یا خاموش رہے"۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام سے لوگوں نے عرض کی ہمیں ایسی چیز سکھائیں جس سے ہم جنت میں پہنچ جائیں، فرمایا: ہرگز گفتگو نہ کرو، عرض کی ہم ایسا نہیں کرسکتے، پھر فرمایا: اچھی گفتگو کے سوا کوئی بات نہ کرو۔

لیکن جاننا چاہیئے کہ خاموشی سے مقصود یہی ہے اور اہلِ حقیقت کا مشرب بھی یہ ہے کہ جس طرح زُبان خاموش ہو اسی طرح دِل بھی خاموش ہو یعنی قوتِ متخیلہ ماسوی اللہ سے خالی اور فارغ ہو اور کسی وقت بھی باطن میں وہمی صورتیں پیدا نہ ہوں اگر دِل حدیثِ نفس میں گرفتار ہو تو زُبان کی خاموشی سے کیا حاصل۔

حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہٗ فرماتے ہیں خاموشی تین صفات سے خالی نہیں ہونی چاہیئے۔

(۱) دل کا ذکر اس طرح کہ اسمِ ذات سے گویا ہو جائے۔

(۲) خیالاتِ ماسوی سے دِل کی حفاظت اس انداز سے کہ کسی وقت بھی دُنیا کی صورتوں کو ملاحظہ نہ کرے۔

(۳) دل پر وارد ہونے والے احوال اور واردات کا مشاہدہ کرے۔

اے عزیز! جب تک ماسوی اللہ کا خطرہ دِل سے بالکل زائل نہ ہو اور بحر شہود میں دائمی استغراق پیدا نہ ہو تو مقصود حاصل نہیں ہوتا۔

کم سونے کے فوائد: شب بیداری کی دولت اس شخص کے نصیب میں ہوتی ہے جو ازلی سعادت مند ہو اور حق تعالیٰ کی محبت و عشق اس پر غالب ہو، کیونکہ رات کو زندہ رکھنا (شب بیداری کرنا) اور نیند کی حلاوت برباد کرنا شاہبازوں کا کام ہے اور خواہشاتِ نفسانیہ کی مخالفت کرنا ہمراز لوگوں کا شیوہ ہے کیونکہ

رات کی ایک خاصیت جو دِن میں بالکل نہیں پائی جاتی یہ ہے کہ رات میں ایک ساعت جمعیتِ دل کے ساتھ کوئی اللہ تعالیٰ کو یاد کرے، یہ سارا دن عبادت کرنے سے بہتر ہے، اس لِئے کہ رحمتِ الٰہی کا نزول اور عبادت کی قبولیت زیادہ تر رات کو ہوتی ہے، اور مشتاقانِ حق کے لِئے عنایاتِ ربانی اغیار کی نظروں سے پوشیدہ رات میں ہوتی ہے نقاب کشائی اور عاشقوں کے وصال کا وقت رات ہی ہے، عابدوں کی عبادت کے لئے فراغت کا مقام اور ذاکروں کی آرام گاہ رات ہے کیونکہ عاشقوں کے لِئے رات ایسا خلوت خانہ ہے جس میں اس بے نیاز کی بارگاہ میں راز و نیاز کی باتیں اغیار کی طرف سے تشویش کے بغیر عرض کرتے ہیں۔ ابیات

شبِ تاریک دوستانِ خدا می بتابد چوں روزِ رخشندہ
ایں سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر تاریک رات بھی اس طرح روشن ہوتی ہے جس طرح کہ روشن دن، یہ سعادت قُوتِ بازو سے حاصل نہیں ہوتی جب تک عطا فرمانے والا عطا نہ فرمائے"۔

اے عزیز! تمام اولیاء کرام اور اہل اللہ جو خُدا رسیدہ ہوتے ہیں اس بات پر متفق ہیں کہ کوئی طالب شب بیداری کے بغیر اپنے مطلوب تک نہیں پہنچا اور کسی سالک نے خزینہ عبادت و گنجینہ سعادت شب خیزی کے بغیر حاصل نہیں کیا۔ فرد

دولتِ شب گیر خواہی خیز شب را زندہ دار
خفتہ نابینا بود دولت بہ بیداری رسد

ترجمہ: "تو پچھلی رات کو عبادت کرنے کی دولت چاہتا ہے لہٰذا جاگ راتوں کو زندہ رکھ، سویا ہوا آدمی اندھا ہوتا ہے دولت تو بیداری سے ہاتھ آتی ہے"۔

اس لئے کہ دِن کو خُدا کی یاد میں رخنہ ڈالنے والے لاکھوں مصیبتیں اور فتنے درپیش ہوتے ہیں وہ دِل کو پریشان و تاریک بنا دیتے ہیں اور رات کو امن و

جمعیت میں کوئی تفرقہ نہیں پڑتا لہٰذا سالک کو چاہیئے کہ اپنے کام کی بنیاد کو رات ہی میں پختہ کرے، تاکہ کوئی ظلمت و تاریکی اس پر اثر نہ کرے اسی سبب سے بہت سے سالکانِ طریقت اور میدانِ حقیقت کے شہ زوروں نے سالہا سال تک اپنی پشت زمین پر نہ رکھی اور نمازِ فجر عشاء کے وضو سے پڑھتے رہے ہیں۔

حضرت خواجہ اویس قرنی قدس سرہٗ کے بارے میں وارد ہے کہ وہ ساری رات ایک ہی رکوع میں گزار دیتے، دوسری رات صبح تک ایک ہی سجدہ میں بسر کر دیتے لوگوں نے دریافت کیا اے اویس! رات اتنی لمبی ہونے کے باوجود ایک حالت ہی میں گزار دیتے ہو اتنی طاقت رکھتے ہو، فرمایا: "رات لمبی کب ہے؟ کاش کہ ازل سے ابد تک ایک رات ہوتی تاکہ میں دوسرا سجدہ بھی کر لیا کرتا"۔

حضرت خواجہ سری سقطی قدس سرہٗ کو ستر برس تک موت کے وقت کے بغیر کسی نے سوئے ہوئے نہیں دیکھا۔

حضرت علی بن بکار رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ نمازِ فجر عشاء کے وضو سے پڑھتے۔

حضرت شیخ علاؤالدین خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ بارہ برس تک ایک ہی وضو سے پنجگانہ نمازیں پڑھتے رہے اور پندرہ برس تک پشت زمین پر نہ رکھی۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس برس نمازِ فجر عشاء کے وضو سے پڑھتے رہے۔

بالجملہ گزشتہ زمانہ کے مشائخ کرام نے اس طرح کی ریاضتیں کیں اور مقصود تک پہنچے ہیں لیکن اس زمانہ میں ہمتیں بہت پست ہو گئیں ہیں لہٰذا چاہیئے کہ ایک پہر پہلی رات سے اور دو پہر پچھلی رات سے بیدار رہے اور تمام رات ایک پہر سوئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ

ترجمہ: "رات کو وہ تھوڑی سی نیند کرتے تھے"۔

لیکن چونکہ آدمی کا نفس کئی سالوں سے نیند کا عادی ہو چکا ہوتا ہے اس لیئے یکبارگی دولتِ بیداری کا حصول مشکلات سے ہے، لہٰذا جس کو اس دولت کی آرزو ہو وہ دوپہر کے وقت قیلولہ کر لے، کیونکہ قیلولہ طبیعت کو فرحت بخشنے والا دماغ کو تقویت دینے والا اور حضرت پیغمبرِ اعظم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی سنت مبارکہ ہے، رات کا کھانا کم کھائے اور پانی تھوڑا پیئے۔ نیند کا بستر زیادہ نرم و ملائم اور پُر تکلف نہ بنائے تاکہ بیداری مشکل نہ ہو نفس بہانہ جو کو گرانی و سستی نہ ہو سونے سے پہلے وضو کا پانی، مسواک اور جائے نماز اپنے سامنے رکھے۔ نمازِ عشاء کے بعد سو جائے اور نصف شب سے قبل ہی اُٹھ جائے اس طرح نہ کرے کہ اوّل شب تو بیدار رہے اور شب کے آخری حصہ کی فضیلت کو ضائع کر دے، اس لئے کہ ساری رات اللہ ربّ العزت کے فضل و رحمت کے خزانوں سے نعمتوں کے ثواب کے دستر خوان شب بیداروں کے لیئے آراستہ کیے جاتے ہیں اور رات کے آخر میں تقسیم کیے جاتے ہیں تو تقسیم کے وقت اپنے آپ کو محروم نہ رکھے اور اگر سونا ہو تو اس میں تین طرح کی نیت کرے (1) کاہلی و سستی دور کرنے کے لیئے تاکہ عبادت کی طاقت زیادہ قوی ہو جائے۔ (2) اس لیئے سو رہا ہوں تاکہ کوئی گناہ اور معصیت مجھ سے سرزد نہ ہو۔ (3) کراماً کاتبین کچھ وقت آرام و آسائش کر لیں، لیکن یہاں ایک باریک نکتہ ہے توجہ سے سنو سالک کو چاہیئے کہ اس ساری ریاضت و مجاہدہ کے باوجود عجز و نیاز والا طریقہ ہاتھ سے نہ جانے دے اور خود کو فنا و نیستی کے سپرد کر دے اپنے اعمال کی کوئی قدر و قیمت نہ جانے بلکہ اعمال کو ہمیشہ تہمت لگاتا رہے اور ان کی جانب کچھ توجہ نہ دے اس حقیقت کو یقینِ دِل سے جانے کہ نجات (اللہ تعالیٰ کے) فضل و عنایت سے ہوگی نہ کہ کسبِ عمل سے کوشش کرنا انسان کا کام ہے، اور فضل و رحمت حضرتِ رحمٰن جل جلالہ کا خاصہ ہے، کیونکہ یہ حقیقت نص و دلیل سے ثابت شدہ ہے کہ نجات عمل سے نہیں بلکہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے فضل و رحمت سے ہوگی، معاذ اللہ (اللہ کی پناہ) اگر کوئی شخص اپنے اعمال پر نظر رکھتا ہو تو وہ مدعی ہے کہ وہ اپنے نفس کو اس کے

نظارہ سے خوش کرتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اپنے عمل کو دیکھنا ترک کر دینا چاہیئے نہ کہ عمل ہی ترک کر دے۔

حضرت پیر ہرات قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "عمل کو نہ چھوڑو لیکن ان کو قیمتی بھی نہ جانو، مرد وہ ہے جو بہت کرے اور تھوڑا جانے بلکہ کیے ہوئے کو نہ کیا ہوا شمار کرے تاکہ اس پر نظر نہ پڑے اور غرور و تکبر پیدا نہ ہو"۔

دین کے اکابر فرماتے ہیں: اخلاص یہ ہے کہ تیرے عمل کا دیکھنا تجھ سے چھوٹ جائے یعنی عمل کو اپنا عمل نہ جانے نہ شمار کرے تو جو عبادت عجب و تکبر پیدا کرے اس کا نہ کرنا کرنے سے بہتر ہے اس لیئے کہ غرور کرنا بدترین اور مذموم ترین کام ہے۔ شعر

بسیار بکوش اندکے داں — صد بار بکن ولے یکے دان

"بہت کوشش کر، تھوڑا جان سو بار کر لیکن صرف ایک بار کیا ہوا جان"۔

اے عزیز! جب تک سالک اپنی طاعت کو نظر انداز نہ کرے بلکہ اپنی طاعت کو معصیت کے رنگ میں نہ دیکھے جواں مردوں کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا نہ یہ کہ رات کو دو رکعت نماز پڑھے اور دن کو اس پر فخر کرے۔

حضرت یحییٰ منیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "جواں مرد وہ ہے جو مشرق سے مغرب تک زمین کو سجدوں سے پر کر دے اور شب و روز عبادت میں صرف کر دے پھر بھی خود کو مفلس و بے نوا جانے اور عبادت کے سبب کسی پر اپنی بزرگی کا اظہار نہ کرے اور خود کو عابد و زاہد ظاہر نہ کرے"۔

افسوس یہ لقمہ تو شاہبازوں کے حوصلہ کے مناسب ہے، ہر چڑیا کے منہ میں کب سما سکتا ہے، یہ لوگ جو بڑے بڑے کارنامے کرنے والے اور کم گفتار ہوتے ہیں اور اپنی عبادت سے شرمندہ و نادم ہوتے ہیں اور اپنا سازو سامان راہزنوں کے ہاتھ سے سلامت لے جاتے ہیں۔

ایک بزرگ نے کیا ہی خوب کہا: "کوئی طاعت و معصیت آفت سے خالی

نہیں، بہت سی عبادات بندہ کو حق تعالیٰ سے دور کر دیتی ہیں اور بہت سے گناہ بندہ کو حق کے قریب کر دیتے ہیں"۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا کہ کون سی طاعت حق سے دور کر دیتی ہے اور کون سا گناہ حق کے قریب کر دیتا ہے؟ ارشاد فرمایا : ہر وہ طاعت جس کے شروع میں امن ہو اور آخر میں عجب و غرور ہو وہ طاعت بندہ کو حق سے دور کر دیتی ہے جیسا کہ ابلیس نے اِبتداء میں عبادت کی اور آخر میں تکبر کیا اور وہ گناہ جس کے شروع میں خوف ہو اور آخر میں اس گناہ سے معذرت تو ایسا گناہ بندہ کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کر دیتا ہے جس طرح حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے اِبتداء میں حکم کی بجا آوری نہ ہو سکی اور آخر میں استغفار فرمایا، اسی وجہ سے اکابرِ دین فرماتے ہیں : وہ معصیت جس کی وجہ سے عذر و توبہ ہو وہ اس طاعت سے بہتر ہے جس کے باعث تکبر پیدا ہو کیونکہ جب بندہ اللہ تعالیٰ و تقدس کے حضور ندامت و شرمندگی سے حاضر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ساتھ مغفرت و بخشش کے ساتھ پیش آتا ہے۔

ایک بزرگ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ لوگوں میں بڑا عالم کون ہے؟ فرمایا : وہ گناہ گار جو خوفزدہ ہو، پھر پوچھا لوگوں میں جاہل ترین کون ہے؟ فرمایا : وہ طاعت گزار جو بے خوف ہو۔

بے خوفی کا نتیجہ یقیناً فتنہ و مصیبت میں پڑنا ہے اور خوف (تقویٰ) کا ثمرہ نیکی و صلاح ہے لہٰذا وہ طاعت جس کی وجہ سے غرور یا ریا پیدا ہو، اس سے توبہ کرنی چاہیئے جو عمل بھی کرے خالص اللہ کے لِئے اور محبت واخلاص اور عجز و نیاز کے ساتھ کرے نفس کا اس میں دخل نہ ہو، تاکہ راہِ خدا کی ترقی اور قرب کا وسیلہ ہو اس لِئے کہ جو شخص جس قدر حقوقِ بندگی کی ادائیگی اور اپنی عبادت کو ناقص جانے گا اتنی ہی زیادہ قبولیت ہو گی اور راہِ خُدا کی کشائش اتنی ہی زیادہ ہوتی جائے گی، عارفانہ نکتہ یہ ہے کہ سالکانِ کامل کسی طاعت کو اپنی جانب منسوب نہیں کرتے اور

خود کو درمیان میں نہیں لاتے اور وجود کے میدان میں اللہ تعالیٰ کے تصرف کے سوا کچھ نہیں دیکھتے جس طرح عوام تمام فعل کی طرف دیکھتے ہیں اور خواص تمام فاعل کی جانب دیکھتے ہیں، اگرچہ وہ کام سے ہاتھ نہیں اُٹھاتے لیکن اسے نظر میں نہیں لاتے کیونکہ یہ حقیقت یقین اور کشف کے ساتھ ان پر ظاہر ہوتی ہے کہ اِنسان اصل میں فاعل حقیقی کا مظہر ہی ہے اور حقیقت میں کوئی قوت اور کوئی طاقت خود نہیں رکھتا اور سارے قویٰ اور اعضاء کی طاقت یعنی توانائی زیرکی اور شنوائی بندہ کو اللہ تعالیٰ کے کرم و عنایت سے ملتی ہے۔ اس کے تمام حرکات، سکنات، افعال اور جو کچھ بھی اس میں ہے وہ کسی اور مقام سے ہے سارے کا سارا ہمارے پاس عاریت کے طور پر ہے ادھار مانگی ہوئی چیز کو اپنا جاننا اور کسی دوسرے کے سامان کو اپنی ملکیت خیال کرنا پرلے درجہ کی جہالت اور نادانی ہے لیکن اس حال کا جمال اہلِ کمال کے سوا کسی اور پر ظاہر نہیں ہوتا عام لوگ اس انکشاف سے محروم ہوتے ہیں۔

> جب تک کوئی سالک عوام الناس کی طرح دوئی، میرے اور تیرے کی قید میں گرفتار ہے اپنے افعال کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے اور جب اس گرفتاری سے رہائی حاصل کر لیتا ہے بشری اوصاف اور تمام نسبتوں سے خالی ہو جاتا ہے۔ اور لَآ فَاعِلَ فِی الْوُجُوْدِ اِلَّا اللّٰہُ۔

ترجمہ : "وجود میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور فاعل نہیں ہے"۔

کا معنی اور اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کائنات کا کوئی ذرہ بھی حرکت نہیں کر سکتا کی حقیقت اس پر منکشف ہو جاتی ہے تو کسی عبادت کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتا اور مَیں کا لفظ زُبان پر نہیں لاتا۔

حضرت خواجہ حسین منصور قدس سرہٗ نے بوقتِ رحلت اپنے صاحبزادے کو وصیت فرمائی کہ جب دُنیا والے اعمال میں کوشش کریں تو تجھے چاہئے کہ اس امر

میں کوشش کرے، جس کا ایک ذرہ تمام دُنیا کے اعمال سے افضل و بہتر ہے، لوگوں نے دریافت کیا کہ وہ عمل کیا ہے؟ فرمایا: وہ علمِ حقیقت ہے، یہ جان لے کہ مخلوق کی تمام حرکات و سکنات اللہ تعالیٰ سے ہیں اس کے بغیر نہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام طالبان کو اس مشرب سے ایک گھونٹ نصیب کرے اور انانیتِ نفس سے نجات دے اور اپنی معرفت عطا فرمائے۔

مقصدِ سوم

★ فضائلِ ذکر۔ ★ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے۔ ★ حقیقتِ دُنیا
★ فضیلتِ کلمہ طیبہ اور نفی و اثبات اور دیگر فوائد کے بیان میں۔

جان اے عزیز! جس نے غفلت کے پردہ کو اُٹھا کر آئینۂ باطن کو ذکر سے صیقل کرکے اپنے سینہ کو اسرار کا خزینہ بنالیا، انوارِ سبحانی اس کے دِل میں سماجاتے ہیں۔

لِكُلِّ شَيْءٍ مُّصْقَلَةٌ وَّمُصْقَلَةُ الْقَلْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ

ترجمہ: "ہر چیز کو صیقل کرنے کا ایک ذریعہ ہوتا ہے اور دِل کو صیقل کرنے کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے"۔

اگر تو اللہ تعالیٰ کی دوستی سے شرف یاب ہونا چاہتا ہے اور یہ عظیم دولت حاصل کرنا چاہتا ہے تو سارے تعلقات سر سے اُتار کر ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جا۔ اللہ تعالیٰ سے دوستی کی علامت اس کا ذکر کثرت سے کرنا ہے۔

مَنْ أَحَبَّ شَيْئاً أَكْثَرَ ذِكْرَهٗ۔

ترجمہ: "جو شخص کسی چیز سے محبت کرتا ہو، اس کا ذکر بھی زیادہ کرتا ہے"۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ کی دوستی کی حقیقت ہمیشہ اس کی یاد سے اُنس ہے۔

ایک روز حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور مناجات

کی: اے رب مجھے کس طرح معلوم ہو کہ تیرا دوست کون ہے؟ اور دُشمن کون؟

ارشاد فرمایا: "ذاکر میرا دوست ہے اور غافل میرا دُشمن"۔

لہٰذا طالبِ حق کو چاہیئے کہ ذکر کی کثرت سے دِل کی فضا کو جو حضرتِ کبریاء جل جلالہ کے اسرار و انوار کا محل ہے پراگندہ خیالات کے خس و خاشاک سے پاک و صاف کرے تاکہ دوستی کے منصب پر سرفراز ہو اور دولتِ حقیقی کے دریچے وا ہوں۔

مظہرِ اَسرار حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ذکر تیشہ کی طرح ہے جو خیالات کے تمام کانٹوں کو دِل کے صحرا سے کاٹ ڈالتا ہے اور باطن میں غیر کا نام و نشاں تک بھی باقی نہیں چھوڑتا۔ جب باطن غیرِ حق سے صاف ہو جائے اور دِل ماسویٰ کی گرفتاری سے نجات پا جائے تو ذاکر کا مشہود مذکور کے سوا کوئی اور نہ رہے گا پھر ظاہر و باطن میں مقصود کو جلوہ گر دیکھے گا"۔

ایک لحظہ بھی یادِ باری تعالیٰ سے غافل نہ ہو، اور شب و روز کے اوقات ذکرِ الٰہی میں مستغرق رکھ کیونکہ راہِ خُدا کی بنیاد ذکر کی کثرت ہے اور فلاحِ اُخروی ذکرِ کثیر کے ساتھ مربوط ہے۔

اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو، تاکہ تُم فلاح پا جاؤ"۔

انسان کے لئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ ہر وقت اس کے دِل میں حق سبحانہ و تعالیٰ کی یاد ہو تاکہ یاد کی برکت اور ذکر کی کثرت سے غیر درمیان سے اُٹھ جائے اور اپنی آغوش میں حق کے جلووں کے سوا کچھ نہ پائے؟ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

أَنَا جَلِيْسُ مَنْ ذَكَرَنِيْ۔

ترجمہ: "جو مجھے یاد کرتا ہے میں اس کا ہم نشیں ہوں"۔

یہاں ہم نشینی ظاہر ہوتی ہے اعلیٰ درجات اور افضل مراتب حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن دامِ طبیعت کے گرفتار لوگوں کو اس دولت کی کیا خبراور خوابِ غفلت کے قیدیوں کو اس بیان سے کیا اثر۔ فرد

عندلیبِ مست داند قدرِ گل چغد را از گوشۂ ویرانہ پرس

"مست بلبل پھول کی قدر جانتی ہے، اُلّو سے کسی ویرانے کونے کے بارے میں پوچھ"۔

محبتِ الٰہی کے جام کے سرمست عاشق جب ایک گھڑی بھی یادِ باری تعالیٰ سے غافل ہو جائیں تو ماہی بے آب کی طرح بے آرام و بے قرار ہو جاتے ہیں، بلکہ اس گھڑی خود کو مردہ خیال کرتے ہیں اور گناہِ عظیم جانتے ہیں، اس لِئے کہ حق تعالیٰ کا ذکر ایسی چیز ہے کہ ہر گھڑی اس سے تازہ درد اور بے اندازہ شوق بڑھتا ہے، اور باطن کو صاف و مصفا کر دیتا ہے، ظُلمتِ باطنی اور کثافتِ باطنی اُٹھ جاتی ہے، ماسویٰ اللہ کے خطرات کو جلا دیتا ہے، نُورِ وحدت اور اسرارِ معانی روشن ہو جاتے ہیں یہ حضور و آگاہی بخشتا ہے، فنا و بے خودی لاتا ہے، یعنی اس کے وجود کے ساتھ تجھے تیرے وجود سے غائب کر دیتا ہے، اور اس کے شہود کے ساتھ تجھے اپنے آپ سے نجات عطا کر دیتا ہے، اور یہی حقیقت تمام سالکوں کا مقصود، اور تمام طالبوں کی آرزو ہے۔

اے عزیز! جو سانس ماسویٰ کی مزاحمت کے بغیر محبت اور شوق کے ساتھ یادِ حق میں لایا جائے وہ دُنیا و مافیہا سے بہتر ہے، بلکہ وہ گھڑی عینِ بہشت ہے لاکھوں دُنیا و مافیہا اس پر نثار کر دینی چاہئیں۔

مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک شخص سے سُنا کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کو اتنی عظیم بادشاہت عطا فرمائی جو کسی مخلوق کے پاس نہ تھی اور نہ ہوگی، سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: اے ناداں! "اللہ کی قسم صدق

و اخلاص سے ایک مومن و موحد کے ایک بار سبحان اللہ کہنے کا جو ثواب اس کے نامۂ اعمال میں وزن ہوتا ہے وہ سلیمان علیہ السلام کو عطا کی گئی سلطنت سے بہتر ہے، اس لیے کہ یہ ملک فانی ہے اور اس کا ثواب باقی رہنے والا ہے اور باقی اگر تھوڑا ہو زیادہ فانی سے بہتر ہے"۔

کسی بزرگ نے کیا ہی خوب کہا ہے: "جو کوئی اللہ تعالیٰ سے محجوب و غافل ہے وہ تکلیف و مصیبت میں گرفتار ہے، اگرچہ کئی ملکوں کے خزانوں کی چابیاں اس کے ہاتھ میں ہوں اور وہ فقیر بے نوا جو یادِ باری تعالیٰ میں مستغرق ہے، ہمیشہ حضور میں ہے وہ دونوں جہاں میں مغفور و مسرور اور تمام آفات سے دور ہے"۔

حضرت عزرائیل علیہ الصلوۃ والسلام کو ایک شخص کی روح قبض کرنے کا حکم ہوا، دُنیا میں تلاش کیا مگر نہ پایا، اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کی: الٰہی فلاں بندہ کی روح قبض کرنے کا تو نے حکم دیا، لیکن میں نے دُنیا میں اس کو نہیں پایا، ارشاد فرمایا: وہ ہماری یاد میں مشغول ہے، جب تک وہ ہماری یاد میں ہے تو اس کو نہیں پاسکتا جب وہ غافل ہوگا تو پھر تو اسے پاسکے گا لیکن یہ تاجِ سعادت ہر کسی کے سر پر نہیں رکھا جاتا یہ شاہبازوں کے مُنہ کا لقمہ ہوتا ہے، کم ہمتوں کو نہیں دیا جاتا ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

ترجمہ: "یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ فضلِ عظیم کا مالک ہے"۔ مثنوی

ہر کسی سوئے گنج ار رہ بدے ہر گدائے اندریں رہ شہ بدے
چشمِ کوتاہ گنج بیند در جہاں گوش کوتاہ بشنود اوصافِ آں

"اگر ہر کسی کو خزانے کی جانب والے رستہ کا پتہ چل جاتا تو ہر گدا اگر اس رستہ میں بادشاہ بن جاتا، کمینے آدمی کی آنکھ خزانہ کو دیکھتی ہے (حالانکہ یہ آخرت

میں ہوگا) اور کمینے کان اس کے اوصاف سنتے ہیں"۔

لیکن وہ دِل جو شومئ غفلت و کثرتِ گناہ سے سخت و سیاہ ہوگیا ہو۔ حق تعالیٰ کے ذکر کے ذوق اور لذت سے محروم رہے گا اگر تو اس حقیقت کو جانے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں کیا لذت و راحت ہے، اللہ کی قسم تو ایک لحظہ بھی غافل نہ رہے۔

حضرت خواجہ سری سقطی قدس سرہٗ ہمیشہ دعا میں عرض کرتے "اے خداوند! جس وقت تُو مُجھے عذاب دے، جس طریقہ سے تو چاہے مُجھے عذاب دے، لیکن اپنے حجاب کا عذاب مُجھے نہ دینا، میں اس کی طاقت نہیں رکھتا ہوں"۔

کیونکہ عاشقوں کی لذت و نعمت اللہ تعالیٰ کی یاد ہے اور مشتاقوں کی جنت حضرتِ صمدیت کے جمال کا نظارہ ہے۔ فرد

عاشق کہ در مشاہدۂ دوست دست یافت ۔۔۔ در ہر چہ بعد ازاں نگرد اژدہائے اوست

"عاشق جس نے دوست کا دیدار پالیا، اس کے بعد جس چیز کو دیکھے وہ اس کے لئے اژدھا کا درجہ رکھتی ہے"۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ جسے اپنے کمالِ کرم و عنایت سے اپنی محبت کا گھونٹ چکھاتا ہے اور اپنی معرفت کی خلعت پہناتا ہے اسے اپنی یاد میں مستغرق رکھتا ہے اور اس سعادت کی توفیق اس کے ساتھ ہو جاتی ہے، کیونکہ ابدی سعادت اور سرمدی دولت ذکر سے حاصل ہوتی ہے، لاکھوں برکات، حسنات اور نیکیاں ذکر سے ہی حاصل ہوتی ہیں۔ (چند ایک درج ذیل ہیں)۔

(۱) جب بندہ ذکر کا آغاز کرتا ہے تو اس کا دِل حاضر ہوتا ہے ایسے مقام پر پہنچتا ہے کہ حضرتِ مُقدس جل جلالہ کو دِل کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ ذکر کی برکت سے ذاکر کو گناہوں سے دور رکھتا ہے۔

(۳) جب بندہ ذکر کثرت سے کرتا ہے تو حق تعالیٰ کی دوستی کا شرف دِل میں مستحکم ہوتا ہے۔

(۴) جو ذکر کی حالت میں فوت ہوتا ہے، ذکرِ حق قبر میں اس کا مونس بن جاتا ہے اور اس کا حشر اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہوتا ہے۔

(۵) جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو یاد کرتا ہے۔

حدیثِ پاک میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے بندہ کو ایسی چیز دی ہے اگر جبرئیل و میکائیل کو بھی دیتا تو ان پر بہت بڑی نعمت مکمل کرتا وہ یہ ہے کہ

فَاذْكُرُوْنِيْ أَذْكُرْكُمْ

"جب تم مجھے یاد کرو گے میں تمہیں یاد کروں گا"۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے موسیٰ! اپنی امت کے گناہ گاروں سے کہو کہ مجھے بہت یاد کریں، ہم نے اپنے کرم پر ضروری کر لیا ہے کہ جو کوئی ہم کو یاد کرتا ہے ہم اس کو یاد کرتے ہیں"۔

اس سے بڑی سعادت کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ کو اپنی یاد سے نوازیں اور اس سے بڑی بدبختی کیا ہو سکتی ہے کہ آدمی استعداد کے باوجود ان مراتبِ عالیہ سے خود کو محروم رکھے لہٰذا جس کو عقلِ کامل سے حصّہ ملا ہو اسے چاہیئے کہ اس بارے میں سوچے کہ جس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس ضعیف بندہ کو یاد کرتا ہے اور اتنی نوازشات سے سرفراز فرماتا ہے اس عمل کو ہاتھ سے نہ جانے دے، شب و روز، اُٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، پاکی و ناپاکی کی حالت میں کسی وقت بھی ذکر سے غافل نہ ہو اس دولتِ عظمیٰ کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ فرد

لنگ و لوک و خفتہ شکل بے ادب سوئے او می خیز او را می طلب

"بے ادب لوگوں کی طرح تو لنگڑا، عاجز اور سویا ہوا ہے اس کی جانب واصل ہونے کے لیے اُٹھ اور اس کو ہر وقت طلب کرتا رہ"۔

ازلی سعادت مند جو بلند استعداد و عالی ہمت رکھنے والے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی، جب انسان کے دل میں

لاکھوں بیہودہ خیالات آتے ہیں اگر اس کی جگہ اُٹھتے بیٹھتے، خلوت و مجلس، کھانے پینے، گفتگو اور چلتے پھرتے ذکرِ الٰہی میں مشغول رہے تو کوئی مشکل نہیں، لیکن اس کام میں پوری کوشش اور انتہائی ہوش درکار ہے تاکہ ہر وقت دِل میں یادِ باری تعالیٰ ہو، تاکہ اس عمل کے اختیار کرنے سے انوار و اسرارِ الٰہی کا گنجینہ دیکھے اور یادِ حق کی کثرت سے ذات و صفات کی تجلیات کے خزینہ کا مشاہدہ ہو۔

حدیثِ پاک میں ہے : "اہلِ جنّت کو اس سے بڑھ کر کوئی حسرت نہیں ہوگی کہ ایک گھڑی انھوں نے دُنیا میں یادِ باری تعالیٰ کے بغیر گزار دی"۔

اور یہ بھی حدیثِ پاک میں ہے : کہ حضرت رسولِ اعظم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: مَیں تمھیں بہترین عمل، اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ترین کام اور سب سے بڑے درجے سونا اور چاندی صدقہ دینے سے بہتر کام کے بارے میں آگاہ کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے دُشمنوں سے جہاد کرنے سے اچھا ہے اگرچہ تُم ان کی گردنوں کو مار دو اور وہ تمھاری گردنوں کو اُڑا دیں، صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا ذکر"۔

نیز فرمایا: ذاکر غافلوں کے درمیان اس طرح ہے جیسے مردوں میں زندہ، وہ سبز درخت کی مانند ہے خشک گھاس میں اور غازی کی طرح ہے جو بھاگنے والوں کے درمیان جنگ کے لِئے کھڑا ہو"۔

لہٰذا اس دولت سے خود کو کیوں محروم رکھا جائے، گراں مایہ عمر جس کا کوئی بدل نہیں، کو فانی دُنیا کی تدبیروں جو سراسر بے وفا ہے میں کیوں مصروف رکھا جائے دُنیا اور اس کی لذتیں اگرچہ بظاہر شیریں اور پُرحلاوت ہیں لیکن فی الحقیقت زہرِ قاتل اور کھوٹا مال ہیں، اس کا جمال دلکش ہے، اس کا کمال غفلت بڑھاتا ہے جو اس کے ساتھ جتنا دِل لگائے گا اتنا ہی حق سے دُور تر ہوتا چلا جائے گا، اس کے ساتھ دِل جوڑنا غفلت کی علامت ہے اور اس سے دوری سعادت کی نشانی ہے جو عقلِ کامل رکھتا ہے وہ اس کے ناز و نخروں پر فریفتہ نہیں ہوتا اس کو اصلی مقصد خیال نہیں کرتا

کیونکہ دُنیا کی نعمتوں سے ہر نعمت زوال پذیر ہے، بلکہ اس کی ایک خوشی میں ہزاروں غم اور ایک راحت میں اس کے سو زخم مضمر ہیں، اس کے ایک گھونٹ میں ہزاروں رنگ اس کی مٹھاس سراسر زہر، اس کی مہربانی قہر، اس کا انصاف ساری بے انصافی، اس کی بنیاد ہی سراپا بربادی، اہلِ معرفت لوگوں کے دِل اس کے باعث جل کر کباب اور اس میں پڑ کر غفلت کرنے والا سُست اور برباد ہے۔

وارد ہے کہ دُنیا ہمیشہ اپنے طالبوں کو آواز دیتی ہے: اے میرے چاہنے والو! مجھ پر کبھی دھوکہ نہ کھانا اور مجھ پر فریفتہ نہ ہونا اگرچہ میرا آغاز رنگ و بو ہے عیش و سرور اس کے ساتھ ہے لیکن میرے آخر میں دھوکہ اور سراپا فتور ہے، جس کو میں نے نوازا بعد میں اسی کو میں نے پگھلا دیا، جسے بلندی عطا کی اس کو گرا دیا لہٰذا اچھی طرح غور کرو کہ بے وفا دُنیا نے جفا کے خنجر سے اپنے لاکھوں مشتاقوں کا خون اس طرح بہایا ہے کہ پھر وہ اپنی جگہ سے اُٹھ نہ سکے، اور اپنے عاشقوں کے سروں کو مصائب کے کنگرے پر اس طرح لٹکایا کہ وہ آہ بھی نہ کر سکے۔

حدیثِ پاک میں ہے: دُنیا کو قیامت کے روز بدصورت بڑھیا کی شکل میں لایا جائے گا، جس کی آنکھیں نیلی اور دانت باہر نکلے ہوئے ہوں گے، جب لوگ اِس کی طرف دیکھیں گے تو کہیں گے: اللہ کی پناہ یہ کیا چیز ہے؟ جو اتنی رسوا اور بدصورت ہے" کہا جائے گا: یہ وہی دُنیا ہے جس کی وجہ سے تُم لوگ آپس میں حسد و دشمنی کرتے تھے ایک دوسرے کا خون بہاتے تھے، قطع رحمی کرتے تھے اور اس پر فریفتہ تھے، اس وقت اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا وہ کہے گی اے اللہ! میرے دوست کہاں ہیں؟ حکم ہوگا کہ ان کو بھی اس کے ساتھ دوزخ میں ڈال دو۔ شعر

خرم آں باشد نہ فریبد ترا — چرب و نوش و دام ہائے ایں سرا
آشکارا دانہ پنہاں دامِ او — خوش نماید اولت انعامِ او
لیک در آخر خبرابی کہ چیست — نیک نشناسی کہ محبوبِ تو کیست
مرغ دانا کے خورد دانہ زدام — ہمچناں کہ زدامِ دُنیا ایں عوام

"کیا ہی اچھا ہو کہ تجھے اس دارِ فانی کے چرب و نوش لقمے اور جال دھوکہ نہ دیں، اس کا دانہ سامنے دکھائی دیتا ہے لیکن اس کا جال نظروں سے پوشدہ ہے، شروع میں اس کے انعام تجھے بھاتے ہیں لیکن آخر میں تجھے پتہ چلے گا کہ وہ کیا ہے، تو نے اچھی طرح نہ پہچانا کہ تیرا محبوب کون ہے، عقل مند پرندہ جال سے کب دانہ کھاتا ہے جس طرح دُنیا کے جال سے عام لوگ دانہ کھاتے ہیں"۔

افسوس ہے جس چیز کو انھوں نے کمالِ اعتقاد سے آبِ زُلال خیال کیا ہے وہ سُرابِ مطلق ہے، جس چیز کو انھوں نے خوشگوار شربت جانا ہے وہ زہرِہلاہل ہے، کتنا ہی باہمت ہے وہ شخص جو اس کے ٹھاٹھ باٹھ پر فریفتہ نہ ہوا، کیسا ہی وہ صاحبِ فطرت ہے جو اس کے جمال پر فریفتہ نہ ہوا، اور اس نے لامکانی پرندہ کی روح کو اس جال کے مقام سے چھڑا کر اعلیٰ علیین میں پہنچا دیا، دُنیا کی آفت کو پہچانو کہ جس کے پاس تھوڑی ہوتی ہے وہ اس کی زیادتی میں کوشش کرتا ہے، اس کی طلب میں دربدر خوار و ذلیل ہوتا ہے، حرص و ہوا اس پر غالب ہوتی ہے، زیادہ لالچ کے باعث وہ حلال و حرام کا امتیاز نہیں کرتا اور عمرِ عزیز اس کے جمع کرنے کی فکر و تدبیر میں ضائع کر دیتا ہے، اور یادِ باری تعالیٰ، خوش نصیبی حاصل کرنے اور زادِ آخرت سے محروم رہ جاتا ہے، کیونکہ دُنیا کا حریص استسقاء کے مریض کی طرح ہے، جتنا پانی پیتا ہے اتنا ہی پیاسا ہوتا ہے، اس کی وہ پیاس طبیب حاذق کے بغیر اس سے ختم نہیں ہوتی، یہاں تک کہ وہ اسی پیاس میں ہلاک ہو جاتا ہے اور مرتے وقت اس دُنیا سے آلودہ دل، پراگندہ خاطر اور ہزاروں اذیت ناک خرابیوں کے ساتھ جاتا ہے، جو کچھ محنت ومشقت سے جمع کیا ہوتا ہے اسے انتہائی حسرت سے چھوڑ جاتا ہے، جس کی طرف دُنیا رُخ کرے اور ضرورت سے زائد آئے تو چاہیئے کہ اس پر دھوکہ نہ کھائے، دِل اس کے ساتھ نہ لگائے، ہمیشہ یہ سوچے کہ زمانہ ہر کسی پر ایک جیسا نہ رہا ہے نہ رہے گا جو کچھ آج ہے شاید کل نہ ہو، جو کچھ دنیوی مال و متاع ہو اس کو اُدھار جانے بلکہ

اس کو آخرت کی کھیتی بنائے، یعنی امورِ خیر میں صرف کرے نہ کہ نفسانی خواہشات و شیطانی کاموں میں، اسی لئے اکابرِ دین فرماتے ہیں: "موافقت کے ساتھ غنی ہونا مخالفت کے ساتھ فقر سے بہتر ہے"۔

اگر دُنیا، دین کی ممدومددگار ہو اور یادِ خُدا میں خلل انداز نہ ہو تو اس کو دُنیا نہیں کہتے، یہ نہ جانو کہ دُنیا درہم، دینار، جاہ و حشمت اور شان و شوکت ہے، بلکہ حقیقت میں دُنیا وہ ہے جو یادِ خُدا سے غافل کردے اور دِل کو اپنی جانب کھینچ لے، اگر کوئی دُنیا دار فراغِ دِل کے ساتھ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو تو اس فقیر سے بہتر ہے جو غافل ہو۔

تو جو چیز سالک کو خُدا سے روکے اس پر لات مار کر مکمل طور پر حق کے ساتھ مشغول ہو جائے، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز سے دِل نہ لگائے، اگر تو مقبول ہو جائے اور درِ سعادت تجھ پر کھول دیا جائے، تو تو کسی چیز سے عاجز نہ ہوگا، یہ دُنیا اور اس کی اپنی طرف توجہ کو تو ایک جَو کے بدلے میں بھی نہ خریدے گا۔

حدیثِ پاک میں ہے اللہ تعالیٰ ہمیشہ دُنیا کو ندا دیتا ہے: "اے دُنیا! جو ہماری درگاہ کا خادم ہے تو اس کی خادم بن جا اور جو کوئی تیرا خادم ہو اس کو ہمیشہ تکلیف دے"۔

واقعی بعض لوگ دُنیا کے خادم ہوتے ہیں اور بعض کی دُنیا خادم ہوتی ہے، وہ لوگ جنہوں نے دُنیا کی محبت میں اپنے دِل دے دیئے ہیں، انتہائی محنت اور دردِ سر سے اس کو حاصل کیا، جان و جگر کی طرح اس کو بہت پیارا جانتے ہیں، خزانہ پر سانپ کی طرح سینکڑوں تکالیف کے ساتھ اس کی حفاظت میں کوشش کرتے ہیں اور ساری عمر اس کے پیچھے ضائع کردیتے ہیں وہ دُنیا کے خادم ہیں اور وہ لوگ جو غیرِ حق سے دِل موڑ کر محبت کا تعلق محبوبِ حقیقی کے ساتھ جوڑ لیتے ہیں، نیستی و فنا کا خط ماسویٰ اللہ کی پیشانی پر کھینچ کر، غیرِ حق سے فارغ ہو جاتے ہیں، دُنیا کا آنا نہ آنا ان کے نزدیک برابر ہے، اگر (دنیا) آئے تو اس کے آنے سے خوش نہیں ہوتے اگر (دنیا) نہ

آئے تو اس کے لِئے غمگین نہیں ہوتے، دونوں حالتوں میں ایک ہی صفت پر قائم رہ کر راضی بر رضائے حق رہتے ہیں، یکرو ویکسو ہو کر دِل کو آزاد کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہتے ہیں، ایسے لوگ اولیاء واصفیاء ہوتے ہیں، دُنیا و مافیہا ان کی خادم ہوتی ہے جس طرح کہ حدیثِ قدسی کا مضمون ہے: کہ

"اے میرے بندے! تو میرا ہو، میں تیرا ہوں گا اور جو کچھ میرا ہے وہ تیرا ہو جائے گا"۔

کسی سادہ دِل کو گمان نہ گزرے اور یہ اعتراض نہ کرے کہ بعض اولیاء کرام دُنیا میں اور اہلِ دُنیا کے نزدیک اقبال و قبولیت رکھتے ہیں اور مخلوق، بیویوں اور بچوں سے بھی تعلق رکھتے ہیں، سنو! سنو! یہاں ایک عظیم الشان بات ہے کہ دوستانِ خُدا کے کام کی بنیاد باطن پر ہے نہ کہ ظاہر پر، کیونکہ ان کا دِل جو وجودِ انسانی کا خلاصہ ہے حضرتِ احدیت جل مجدہ کے مشاہدہ میں اس طرح محو و فانی ہو چکا ہوتا ہے کہ ظاہری تعلقات مقصودِ حقیقی کی توجہ میں رکاوٹ نہیں ہوسکتے، اگرچہ ظاہر میں تمام لوگوں سے ملے جُلے رہتے ہیں لیکن دِل حق تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں دیتے اور کسی چیز کی محبت دِل پر نہیں رکھتے اس لِئے کہ دِل خالق کی نظر کا مقام ہوتا ہے اور ظاہر مخلوق کی نظر گاہ جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَعْمَالِکُمْ وَلٰکِن یَّنظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَنِیَّاتِکُمْ۔

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ تُمہاری صورتوں اور عملوں کو نہیں دیکھتا اور لیکن تُمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے"۔

چونکہ عارف کا دِل انوارِ الٰہی کی جائے نزول اور بے انتہاء اسرار کا معدن ہوتا ہے اس لِئے اس کی پوری توجہ دِل پاک رکھنے پر ہوتی ہے نہ کہ آب و گل کے پاک رکھنے پر ایسے مقام پر وہ باطن کی آراستگی چاہتے ہیں نہ کہ ظاہر کی سجاوٹ۔

ابیات

حق ہمی گوید کہ نظر بر دِل است نیست بر ظاہر کہ آں آب و گل است

صد جوالِ زر بیارد گر غنی حق بگوید دِل بیار اے منحنی

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہماری نظر دِل پر ہے، ظاہر پر نہیں کہ وہ پانی اور مٹی ہے، اگر امیر سو توڑے سونے کے لائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ارے ٹیڑھے! دِل کو پیش کرو"۔

اس راہ کے سالک اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے غیر سے باطنی تعلقات کے قطع کرنے میں انتہائی کوشش کرتے ہیں، نہ کہ دُنیا کو دُور کرنے کے لِئے کیونکہ اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ سے دُنیا کا ترک کر دینا اتنا نہیں چاہتا، جتنا تیرے دِل سے دُنیا کی دوستی کو چھوڑ دینا چاہتا ہے، خرابی جو بھی ہے وہ دُنیا سے دوستی اور دِل کو اس کے ساتھ مبتلا کرنے میں ہے، اگر دِل دُنیا کی محبت اور لوگوں کی دوستی سے خالی و فارغ ہو تو اہلِ ظاہر کے ساتھ ظاہری میل جول اتنا ضرر رساں نہیں ہے۔

لیکن اس حقیقت کی پہچان کہ ظاہر مخلوق کے ساتھ ہو اور باطن حق کے ساتھ، اہلِ کمال کے سوا کسی کو میتسر نہیں اور راہِ خُدا کے سالکین اور ماسوئ اللہ سے قطع تعلق کرنے والوں کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہے، اور یہ درجہ عارفین اہلِ کمال اور کاملین صاحبِ ارشاد کے لِئے ہے، جن کی توجہِ ظاہری مخلوق کی جانب حجاب نہیں بنتی اور بُعد کا سبب نہیں بنتی وہ لوگ جو فنا کے درجہ سے گزر کر بقا میں منتقل ہو چکے ہیں، قوتِ کاملہ سے دونوں جانب توجہ رکھ سکتے ہیں، یہ عالی مقام ہے اور اہلِ صحو کا خاصہ ہے۔ لیکن وہ سالک جو ہمیشہ جامِ فنا سے سرمست اور سکر اس پر غالب ہے وہ حق کے سوا نہ کسی چیز کو جانتا ہے اور نہ ہی دیکھتا ہے، اس لِئے کہ اس کی نظرِ بصیرت میں تمام اشیاء معدوم و فانی ہو چکی ہوتی ہیں، اس کے دِل میں ایک مقصود کے سوا کچھ نہیں ہوتا، کیونکہ وہ اولیاء کرام جو فنا کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر

ذاتِ حق کے مشاہدۂ نُور میں بالکل مستور ہو چکے ہیں حق کے سوا نہ کچھ جانتے ہیں اور نہ ہی کچھ دیکھتے ہیں اور نہ ہی کچھ کہتے ہیں۔

بِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یَنْطِقُ

ترجمہ : "وہ مجھ سے دیکھتا ہے مجھ سے سُنتا ہے اور مجھ سے بولتا ہے"۔

کی حقیقت ان کے احوال سے واضح ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہٗ السامی فرماتے ہیں: "تیس برس ہوئے اللہ تعالیٰ سے گفتگو کرتا ہوں، اس کی گفتگو سُنتا ہوں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ساتھ گفتگو کرتا اور ہماری باتیں سُنتا ہے"۔

یہ کمالِ فنا کا درجہ ہے جس میں غلبۂ حال اور حق تعالیٰ کی ہستی کے ظہور کے سبب مخلوق کے وجود کی دید اس کی نظروں سے بالکل غائب ہو چکی ہے، اور کمالِ سکر و استغراق سے حق کے سوا کوئی اور اس کی ظاہر و باطن کی آنکھ میں جلوہ گر نہیں ہے، جہاں دیکھتا ہے اسی کو دیکھتا ہے جو کہتا ہے اسی کو کہتا ہے، جو کچھ سُنتا ہے اسی سے سُنتا ہے۔ فرد

اندریں رہ می نگنجد ما و تو   یا تو باشی درمیانہ یا کہ او

"اس راستہ میں، مَیں اور تو کی گنجائش نہیں، درمیان میں یا تو ہے یا وہ ہے"۔

لیکن جب انسان دنیوی تعلقات اور پراگندہ سوچوں میں گرفتار ہو جاتا ہے تو غفلت کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور حضرتِ احدیت جل شانہ کے جمال سے محروم ہو جاتا ہے، اس بیماری سے نجات اس کے سوا نہیں کہ انسان چند روز اہلِ دُنیا اور ناجنس کی صحبت کے میل جول سے یکسو ہو جائے، اور دنیوی تعلقات اور بندھنوں سے جو ترشی و تلخی کے قائم مقام ہیں، سے پرہیز کرے اور ذکرِ الٰہی کی معجون ہمیشگی سے استعمال کرے، تاکہ حقیقی مرض جو کہ غفلت ہے، سے الگ ہو جائے، اور حیاتِ دِل اور صحبتِ جان اسے حاصل ہو جائے جس طرح جسم کی زندگی کھانے پینے

سے ہے، اسی طرح دِل کی زندگی اور جان کی تازگی حق سبحانہ و تعالیٰ کی یاد سے ہے، چونکہ بہت سے لوگ یادِ حق کی طرف رغبت نہیں رکھتے، اس وجہ سے ان کے دِل بکمالِ غفلت سے بیمار ہیں، یہ بات پختہ ہے کہ بیمار کو اپنی غذاء کی بہت کم تر خواہش ہوتی ہے، لہٰذا مرضِ غفلت کے دفعیہ اور صحتِ قلبی کے لئے ذکرِ الٰہی سے بہتر کوئی دوا نہیں ہے۔

کشف الاسرار میں مرقوم ہے کہ حیاتِ بشریت اور ہے اور حیاتِ معرفت اور، عام لوگ بشریت کی زندگی سے حیات ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے دوست معرفت کی حیات زندہ ہوتے ہیں ایک دِن آئے گا کہ بشریت کی زندگی فنا ہو جائے گی لیکن حیاتِ معرفت ابدالآباد تک قائم رہے گی۔

اَلْمُؤْمِنُ حَیٌّ فِی الدَّارَیْنِ۔

ترجمہ : "مؤمن دونوں جہاں میں زندہ ہے"۔

اس زندہ ہونے سے معرفتِ الٰہی مراد ہے، اور معرفتِ الٰہی، حیاتِ دِل پر موقوف ہے اور حیاتِ دِل یادِ خُدا اور ماسوی اللہ کے بُھول جانے کے بغیر حاصل نہیں ہوتی ہے۔

یہ بھی جاننا چاہیئے کہ معرفت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) طریقِ استدلال پر جو علماء ظواہر کے ساتھ خاص ہے۔

(۲) کشف و ذوق سے جو اہلِ باطن اولیاء کے ساتھ خاص ہے اور یہ تصفیۂ دِل اور تزکیۂ نفس پر موقوف ہے، اس کی شرح طویل ہے، چونکہ جماعتِ اولیاء بمقتضائے سعادتِ ازلی، تقلید سے قدمِ ہمت آگے بڑھا کر تحقیق کی جانب گئے ہیں وہ عشق و محبت کے رستہ سے حق و سبحانہ وتعالیٰ کے طلبگار ہیں، کوئی لحظہ بھی یادِ باری تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتے ہیں اور یہ ذوق و حال کثرتِ ذکر سے انہوں نے پایا ہے اور ذکر کے توسط سے بزمِ وصال میں

رواں دواں رہتے ہیں، چونکہ ساقیٔ ازل نے عاشقوں کی جان کے حلق میں
عشق و محبت کے قطرات ٹپکائے ہیں اسی سعادتِ ازلی کے باعث کوئی سانس
یادِ حق کے بغیر نہیں لیتے اور اس رستہ کی ساری رکاوٹوں کو لات مار کر ہر
گھڑی ذکرِ الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں، ان کے دِل کا انیس ذکر و فکر ہے،
ان کی روح کی غذا ذوق و شوق کا پیالہ ہے کیونکہ مشتاقوں کو ہر گھڑی

وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا

ترجمہ: "ان کا ربّ ان کو شرابِ طہور پلائے گا"۔

کے مے خانہ سے جرعۂ محبت پہنچتا ہے اگر تجھے ہمت ہے تو تمام تعلقات کو الگ رکھ کر تمام معلومات کو طاقِ نسیان میں چھوڑ دے۔

فَاذْكُرُوْنِیْ۔

ترجمہ: "تم مجھے یاد کرو"۔

کے میدان میں ہمت لگا دے تاکہ

اَذْكُرْكُمْ۔

ترجمہ: "میں تمہیں یاد کروں گا"۔

کے مطابق اس کا ثمرہ پاؤ اور ندائے

لَبَّیْكَ عَبْدِیْ۔

ترجمہ: "میرے بندے میں حاضر ہوں"۔

جان کے کانوں سے سنو تو جو شخص دِل کو یکسو کر کے اور تفرقہ و سرگردانی
سے آزاد کر کے ذکرِ الٰہی جو کہ اولیاء کا سرمایہ اور اتقیاء کی زینت ہے، پر
مواضبت و ہمیشگی کرے اور کسی وقت بھی ذکرِ الٰہی سے آرام نہ کرے، اور
اس کے بغیر قرار نہ پائے وہ ایسی دولت تک پہنچے گا جس کو زوال نہیں۔
سنو! سنو! یہی ذکر ہے جو دِل کے حلق کو ذوق و لذّت پہنچاتا ہے ذاکر کو درد

و محبت سے لبریز کر دیتا ہے، یہی ذکر مفلسوں کا سرمایہ ہے، عاشقوں کی کٹیا کا چراغ ہے یہی ذکر ہے جو مردہ دِل کو زندہ کر دیتا ہے اور طالب کو مطلوب تک پہنچاتا ہے، یہی ذکر سالکوں کو اپنی ہستی سے چھٹکارا دلاتا ہے اور مشاہدۂ جمالِ حق کراتا ہے۔

اے عزیز! اللہ رب العزت کی درگاہ میں بزرگ ترین عمل اور حضرتِ حق جل و علا کی طرف پہنچنے کا آسان ترین طریقہ یہی ذکر ہے، چنانچہ سارے طبقات کے مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس بات پر متفق ہیں کہ طالبِ خُدا کے لئے ابتداء میں ذکر میں مشغول ہونے کے علاوہ دوسرا کام حرام ہے۔

حضرت سعید بن مُسَیّب رَضی اللہُ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے کہ آپ مکہ مکرمہ کی مسجد میں تشریف فرما تھے ایک آدمی ان کے پاس آیا اور عرض کی: مجھے ایسے حلال کی خبر دیجئے کہ جس میں حرام نہ ہو، اور ایسے حرام کی جس میں حلال نہ ہو۔ اِرشاد فرمایا: اللہ کا ذکر ایسا حلال ہے جس میں حرام نہیں، اور اس کے غیر کا ذکر ایسا حرام ہے اس میں حلال نہیں، اس لِئے کہ اللہ کے ذکر میں نجات اور غیراللہ کے ذکر میں ہلاکت ہے، لہٰذا ہوشیار رہو! جسم پرور نہ بنو، دِل پرور بنو، خوابِ غفلت سے بیدار ہو۔ شعر

نمی گویم کہ از عالم جدا باش   بہر کارے کہ باشی با خُدا باش

"مَیں یہ نہیں کہتا کہ دُنیا سے الگ تھلگ ہو جاؤ بلکہ جو کام بھی کرو اس میں اللہ کے ساتھ رہو"۔

طالبانِ حضرتِ احدیت اور مشتاقانِ جمالِ حضرتِ صمدیت نے جو حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے قبولیت اور رتبۂ محبوبیت کے یہ تمام درجات حاصل کئے ہیں یہ سب اسی عمل یعنی کثرتِ ذکر اور دِل کو محبتِ غیر سے پاک کرکے حاصل کئے ہیں، محبوبِ حقیقی سے محبت کا تعلق اس طرح استوار کیا ہے کہ ان کی ہمت کا پرندہ دونوں

جہان کے جال و دانہ کا قیدی نہیں ہو سکتا' اور ان کا دامنِ دِل حق سے تعلق کے سوا کسی اور تعلق سے آلودہ نہیں ہو سکتا۔

اے دوستو! اگر تُم چاہتے ہو کہ اس دولتِ عظمیٰ سے ممتاز ہو اور مقصود کو موجود پاؤ تو اوقاتِ گرامی کو یادِ خُدا سے آباد رکھو اور کوئی لحظہ غفلت میں نہ گزارو' کیونکہ اس دولت کے ظہور کی استعداد بنی نوعِ انسان میں سے ہر ایک کو عطا فرمائی گئی ہے یعنی جو یادِ باری تعالیٰ پر مداومت کرتا ہے غفلت کا پردہ اس کی بصیرت کی آنکھ سے دور ہو جاتا ہے اور حق جل شانہ کی دوستی سے شرف یاب ہو جاتا ہے خود سے فانی ہو کر حق سے باقی ہو جاتا ہے' از خود فانی ہو کر باقی باحق تعالیٰ ہو جاتا ہے۔

یہ سب خسارہ اور زیاں کاری تو اپنے اوپر کب تک روا رکھے گا اور اوقاتِ عزیز جو سرمایۂ عمرو زندگانی ہیں غفلت میں کب تک گزارے گا' خیال کرو کہ دنیا میں دوبارہ نہیں آنا کہ دوسری بار حق تعالیٰ کو پا لو گے' فرصت و مہلت کے وقت کو غنیمت جان کر اس سعادت کو حاصل کر اور دِل کو غیرِ حق سے ملوث نہ رکھ۔

حدیثِ پاک میں ہے کہ کل قیامت کے روز ایک شخص کہے گا: یا رب آواز آئے گی مجھ کو مت پکار کیونکہ دُنیا جو پہچاننے کی جگہ تھی وہاں تُم نے نہ پہچانا۔

مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖ أَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ أَعْمٰى وَأَضَلُّ سَبِيْلًا۔

ترجمہ: "جو شخص اس دُنیا میں اندھا ہے' وہ آخرت میں بھی اندھا ہو گا اور وہ راستہ سے بہت زیادہ گمراہ ہے"۔

جاننا چاہیئے کہ حضرتِ حق سبحانہ و تعالیٰ نے تمام کائنات اور تمام مخلوقات سے نوعِ انسانی کو اشرفِ مخلوقات اور مظہرِ کمالات بنایا تاکہ عالمِ دُنیا میں طاعات کی کثرت اور کمالات کے حصول سے قربِ الٰہی کی سعادت کو پہنچے اور حضرتِ احدیت جل جلالہ کی ذات و صفات کا مظہر ہو جائے اگر مطلب کو حاصل کئے بغیر اور مقصود

تک پہنچے بغیر اس جہاں سے رختِ سفر باندھا تو غور کرو کس قدر خسارہ و نقصان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے زیادہ کیا خسارہ ہوگا کہ دِل کا خلوت کدہ جو حضرتِ کبریاء جل جلالہ کے انوار و اسرار کا مقام ہے شیاطین کی نشست گاہ اور حرص و ہوا سے آلودہ ہے۔

چنانچہ ایک ظاہری مثال سنو! جب کوئی بادشاہ اپنا خاص آراستہ گھر کسی کے سپرد کرے اور حکم دے کہ اس گھر کو پاک و صاف کرو اس کی حفاظت کرو شاہی خلوت سرا میں کسی نامحرم کو نہ آنے دو، اگر کوئی بیوقوف و بے عقل اس گھر میں بیل و گدھے باندھ دے، گندگی سے آلودہ کردے تو اب وہ شخص یقیناً بادشاہی لطف و عنایت کا سزاوار نہیں ہو سکتا بلکہ شاہانہ غضب کا مستحق ہوگا، اسی طرح دِل کے گھر کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بنایا ہے تو جو دُنیا کے اندیشوں اور ماسوی اللہ کے میل کچیل سے پراگندہ کرے، شب و روز ہوا پرستی میں مشغول رہے تو کب قربِ ربانی کے لائق اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا منظورِ نظر ہو سکتا ہے، اسی وجہ سے اہلِ حقیقت فرماتے ہیں: مبتدی کے لیے اعمالِ جوارح سے باطنی اعمال میں مشغول رہنا زیادہ بہتر ہے، اس لیے کہ باطنی اعمال کی بدولت جلدی سے ماسوی سے تعلقات منقطع ہوتے ہیں، دِل پاک و نُورانی اور فیضِ الٰہی کے ورود کے قابل ہو جاتا ہے۔

فضیلتِ ذکرِ خفی: اب ہوش سے سنو! کہ افضل ترین ذکر، ذکرِ خفی ہے، اَفْضَلُ الذِّکْرِ خَفِیٌّ کیونکہ زبان سے ذکر سالک کے حق میں اس وقت نتائج بخش ہو سکتا ہے جبکہ اس کا دِل ماسوی اللہ کے خطرات سے پاک ہو گیا ہو اور مشاہدۂ حق سے بینا ہو گیا، اس لیے کہ اس وقت قلب و جسم ہر دو جمع ہو جاتے ہیں، لہٰذا مبتدی کو اس حالت کے حصول سے پہلے ذکرِ قلبی کا شغل افضل و انسب ہے کیونکہ ذکرِ قلبی کی خاصیت ہے کہ تمام حالات میں میسّر ہو سکتا ہے، کسی وقت بھی اس میں فتور نہیں ہوتا اور ریا و شہرت کی آفت سے بھی خوف نہیں ہوتا۔

حدیثِ پاک میں ہے: قیامت کے دِن ایک شخص کو حاضر کیا جائے گا اس

کے اعمال نامہ سے کوئی عمل نہیں نکلے گا' حکم ہوگا اے بندے! دِل میں تو ہمیں یاد کرتا رہا تیرا ایک پوشیدہ خزانہ ہمارے پاس ہے' اس کو عنبر سرشت جنت میں لے جاؤ"۔

الغرض پوشیدہ ذکر یعنی ذکرِ قلبی اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اور سعادت کے خزائن میں سے ایک خزینہ ہے' جو کوئی اس خزانہ کو اغیار کی نظروں سے مخفی رکھے اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں پوشیدہ سانس لے تو اس سے بڑھ کر سعادت مند دوسرا کون ہے؟ اگر تجھے عقل و شعور ہے تو اس سعادت کو حاصل کر' اس دولت کی قدر پہچان کہ تجھے ایک عظیم خزانہ عطا کیا گیا ہے اور اس خزانہ کی چابی تجھے دی گئی ہے' اگر اس چابی کو دشمنوں و راہزنوں کے سپرد کر دیا جو نفس و شیطان ہیں' تو انتہائی خسارہ اور نقصان کا کام ہوگا جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے معرفت کے اسرار کا خزانہ اور اپنی محبت کے انوار کا خزانہ قلبِ انسانی کے محل میں چھپا رکھا ہے' اس محل پر غفلت کے بہت سے رنگوں نے قبضہ جما رکھا ہے اور وہ تمام اسرار و انوار خزانے کی طرح زیرِ زمیں پنہاں ہوگئے ہیں اور سورج کی طرح تاریک بادل کے نیچے مخفی و پوشیدہ ہوگئے ہیں' اگر تو باطن کو ذکرِ الٰہی سے صاف و مصفا کرے گا تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ کیا دولت ظہور پذیر ہوئی۔

حدیثِ پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی کہ اے داؤد! تاریک دِل والوں اور غفلت کے اندھوں سے کہہ دو کہ یہ نہ کہیں کہ عالمِ کشف کے خزانوں کے جواہر آسمانوں پر ہیں وہاں سے اُتریں گے یا زیرِ زمیں ہیں وہاں سے نکلیں گے' ہم نے اپنی حکمتِ کاملہ سے تمہارے دلوں کو ملکوتی حقائق کے جواہر کے مخزن بنا دیا ہے اور اپنی کبریائی کے رازوں کی نقدی کو اس میں ودیعت رکھ دیا ہے' لیکن تم نے خواہشات کی خاک اور تعلقات کے بھاری پتھر سے انہیں مسدود کر دیا ہے' اگر ہمت رکھتا ہے تو مردانہ وار اس راہ میں آ اور ذکر کی چابی سے غفلت کا تالا کھول' اگر اس دولت سے محروم اور اس سعادت سے محجوب

رہ کر دُنیا سے چلا گیا تو وہ کونسی حسرت ہوگی جو تو نہ دیکھے گا اور کونسی ندامت ہوگی جو برداشت نہ کرے گا لیکن اس وقت نہ حسرت سے فائدہ ہوگا اور نہ ہی ندامت سے کوئی نتیجہ نکلے گا۔

حدیثِ پاک میں ہے : کل قیامت کے روز گناہگار و اطاعت شعار دونوں حسرت کے باعث آنسو بہائیں گے عاصی اپنے گناہوں کی وجہ سے روئے گا کہ مولیٰ جل سُلطانہ کی نافرمانی کیوں کی اور مطیع اس لیے کہ استعداد و توانائی کے باوجود زیادہ کچھ حاصل نہ کیا اور خود کو درجاتِ عالیہ سے محروم رکھا۔

لہٰذا عمر کی ہر گھڑی کو غنیمت جان اور اپنے وقتِ عزیز کو ضائع مت کرو، لمبی اُمیدوں سے نظر اُٹھالو، ایک دِن وہ وقت پہنچنے والا ہے کہ ساری قوتیں، سارے تصرفات عدم کے جنگل میں معدوم ہو جائیں گے، اس وقت تو کیا کرسکے گا اور اب تمام قوتیں بحال و برقرار ہیں، اپنے کام کے بارے میں سوچ، ہشیار رہو عمر تھوڑی ہے سفر لمبا ہے، عمر قلیل اور موت قریب ہے ایسی ہولناک جگہ جانا ہے جہاں نہ کوئی یار ہوگا نہ مددگار جو اس وقت مدد و دستگیری کرے، سوائے فضلِ حق اور عملِ صالح کے تو کیوں نہ ایسے بے مثل محبوب کو اپنایا جائے، جو بے کسی کے عالم میں فریاد رس ہو اور اس وقت مدد و نصرت فرمائے، اگر آج یادِ حق کی تو عادت بنا لے تو درحقیقت دونوں جہاں کی دولت و سعادت حاصل کرلے گا کیونکہ دونوں جہاں کی سعادت، حقائق کے اسرار کا انکشاف اور قربِ ربانی سوائے کثرتِ ذکر کے کسی اور طریق سے میسّر نہیں آتے، ذکرِ قلبی کی برکت سے دِل جب ماسوی اللہ کی کدورتوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے اور اس کی صفائی کمال درجہ تک پہنچ جاتی ہے تو بندہ حضرتِ احدیت کے جمال کا مظہر ہو جاتا ہے اور دربارِ صمدیت میں مقبول ہو جاتا ہے۔

اے عزیز! ذکرِ الٰہی ایسی دولت ہے جس نے اس کے ساتھ دِل لگا لیا وہ تمام فکروں سے خالی ہو گیا، ذکر کتنی اچھی شراب ہے جب عاشق اس کی یاد سے مست ہو جاتے ہیں تو سو سال کا رستہ ایک ساعت میں طے کرلیتے ہیں حق کے سوا ہر

چیز کو فراموش کر دیتے ہیں۔

محرمِ اسرارِ توحید حضرت شیخ بایزید بسطامی قدس سرہٗ السامی کے بارے میں ہے کہ ان کو یادِ خُدا میں اتنا استغراق ہوتا کہ بیس برس تک ایک مرید آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا؛ ہر مرتبہ جب وہ آتا حضرت شیخ اس کا نام پوچھتے، ایک روز اس مرید نے عرض کی: جناب! بیس برس ہو چکے آپ کی صحبت میں ہر روز آتا ہوں، آپ میرا نام دریافت فرماتے ہیں، ارشاد فرمایا: اے عزیز! میں مذاق نہیں کرتا لیکن جب سے ایک نام دِل پر غالب آگیا ہے اس نے سارے ناموں کو بھلا دیا جس وقت میں چاہتا ہوں کہ تیرا نام یاد کروں تو اس نام کی غیرت سے تیرا نام بھول جاتا ہوں اور میری یاد سے اُتر جاتا ہے۔ فرد

خواہم کہ بیخ صحبتِ اغیار برکنم در باغِ دِل رہانکنم جز نہالِ دوست

"غیروں کی صحبت کی جڑ اُکھاڑنا چاہتا ہوں، دِل کے باغ میں محبوب کے پودے کے سوا ہر چیز اُکھاڑ دینا چاہتا ہوں"۔

اے عزیز! جو کوئی حق کا طالب ہے وہ ہر گھڑی ذکر کی طرف مائل ہے اور سب اہل اللہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ذکر کے بغیر مذکور تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔

اب میں اصل مقصد کی طرف آتا ہوں گفتگو کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے:

یہ جانو کہ تمام اذکار سے افضل ترین کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے، سالک کے حق میں کلمہ طیبہ سے بہتر کوئی ذکر نہیں اس لئے کہ کلمہ طیبہ کے ذکر کے بغیر وقت کی صفائی، خطرات کا دفعیہ، حضورِ دِل اور ذوق و شوق کی حلاوت حاصل نہیں ہوتی، سالک کو چاہیئے کہ شب و روز لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ذکر میں مشغول رہے تاکہ اس کلمۂ شریفہ کے تکرار کے سبب دِل میں توحید کی صورت پختہ ہو جائے اور دِل غیر کی گرفتاری سے نجات پا جائے۔

حدیثِ پاک میں ہے: اگر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ثواب ترازو میں رکھا جائے تو

ساتوں آسمان و ساتوں زمین اور جو کچھ ان میں ہے سے زیادہ ہو۔

حضرت مجددِ الفِ ثانی قدس سرہُ السامی فرماتے ہیں: لوگ کلمہ طیبہ کی برکات سے ناواقف ہیں اگر ساری دُنیا کو ایک بار کلمہ طیبہ پڑھنے کے عوض بخش دیا جائے اور جنت میں بھیج دیا جائے تو گنجائش ہے اور یہ بات مشاہدہ میں آتی ہے کہ اگر کلمہ طیبہ کی برکتیں دُنیا میں تقسیم کردیں تو ابدالآباد تک سب کو کفایت و سیراب کر دیں اور جان لو کفر کی ظلمت و کدورت دور کرنے کے لِئے اس کلمہ طیبہ سے بہتر کوئی اور سفارشی نہیں۔

کیونکہ ابدی سعادت اور سرمدی دولت کی چابی یہی کلمہ ہے۔

لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ یہ کتنی اچھی نعمت ہے ہر فتح اسی سے ہے ہر راز جو ہے اسی میں ہے، طالب کے مقصود کا ظہور اسی پر موقوف ہے، اگر حقیقت تک پہنچنے والی ہوش اور سننے والے کان رکھتا ہے تو اس ذکر کی فضیلت اس حدیثِ پاک سے سنو!

عَنْ عَلِیِّ بن أَبی طَالِبِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ دلنی علی أقرب الطریق اِلی اللّٰہِ تَعَالٰی وَ أَفْضَلھا عِنْدَ اللّٰہ وَأَسْھَلھا عَلٰی عِبَادِ اللّٰہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَا عَلِیُّ بِمَا وَصَلْتَ بِہِ النُّبُوَّۃَ فَقَال: وَمَا ذٰلِکَ: یَا رَسُوْل اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: بِمُدَاوَمَۃِ الذِّکْرِ فِی الْخَلْوَۃِ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰکَذَا فَضِیْلَۃُ الذِّکْرِ وَکُلُّ النَّاسِ ذَاکِرُوْنَ قَالَ یَا عَلِیُّ لَاتَقُوْمُ السَّاعَۃُ عَلَی الْأَرْضِ مَنْ یَقُوْلُ اللّٰہَ ثُمَّ قَال عَلِیٌّ کَیْفَ أَذْکُرُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اسْمَعْ مِنِّیْ

حَتّٰی اَقُوْلَهَا ثَلَاثًا فَأَنْتَ تَسْمَعُ وَقُلْهَا ثَلَاثًا وَأَنَا أَسْمَعُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَآ إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ - لَآ إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ - لَآ إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ-

ترجمہ : "حضرت علی بن ابی طالب رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے بارگاہِ نبوی میں عرض کی: یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ مجھے ایسے طریقہ کی راہنمائی فرمائیں جو اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب، اس کے ہاں افضل اور لوگوں پر زیادہ آسان ہو، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اے علی! جو میں کرتا رہا یہاں تک کہ مجھ پر وحی کا نزول ہونے لگا، عرض کی یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وہ کیا عمل ہے؟ ارشاد فرمایا: خلوت میں ذکر پر مداومت کرتا رہا انھوں نے عرض کی ذکر کی فضیلت یہ ہے اور لوگ ذکر کرتے ہیں، نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: اے علی! زمین پر قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک اَللّٰہُ کہنے والے ہیں پھر حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ میں ذکر کیسے کیا کروں؟ ارشاد فرمایا: تین مرتبہ مجھ سے سنو پھر تم تین مرتبہ کرو اور میں سنوں گا، پھر سید الذاکرین حضرت ہادیٔ اعظم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے پڑھا، لَآ إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ- لَآ إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ- لَآ إِلٰهَ إِلاَّ اللّٰهُ-

طالبِ حق کو چاہیئے کہ گوشۂ تنہائی میں بیٹھ کر کلمہ طیبہ کے ذکر میں مشغول ہو، تاکہ اس کی برکت سے دِل پریشانی خیالات کے ہجوم سے نجات پا کر جمعیت کے مسند میں آرام پائے اور ساری کائنات کی سوچوں سے خالی ہو کر قربِ الٰہی کی سعادت تک پہنچے اس لئے کہ سالک کے حق میں پریشان دلی اور خیالات کے ہجوم سے زیادہ

مہلک و مضر تر کوئی چیز نہیں ہے۔

اے عزیز! یہی کلمہ طیبہ سو سالہ کافر کو ایک مرتبہ پڑھنے سے دوزخ سے نجات دے کر مستحقِ جنت کر دیتا ہے، یہی کلمہ ہے جو صفاتِ بشری کی پوری دُنیا کو لے جاتا ہے اور دِل کو گرد و غبار اور بے شمار زنگ سے صاف کر دیتا ہے، یہی کلمہ طیبہ دردمندوں کے زخم کی مرہم اور مسکینوں کے درد کی دوا ہے، یہی کلمہ مبارکہ اس رستہ کے چلنے والے کو خود سے دور اور حق کے قریب کر دیتا ہے، یہی کلمہ خانۂ دِل کو لا کے جھاڑو سے پاک و صاف کر دیتا ہے اور سالک کو غیر کی گرفتاری سے نکال کر بے خود بنا دیتا ہے۔ شعر

تا بجاروبِ لا نہ روبی راہ نرسی در سرائے الا اللہ

"جب تک تو لا کے جھاڑو سے رستہ صاف نہ کرے، الا اللہ کے سرائے میں نہیں پہنچ سکتا"۔

چنانچہ تمام طبقات کے مشائخ یہی فرماتے اور لکھتے ہیں:

کہ طالبِ حق کے لئے تمام اذکار سے بہتر و افضل ذکر کلمہ طیبہ ہے۔

حضرت خواجہ ابو اسحاق چشتی قدس سرہٗ سات برس شب و روز خلوت میں اسی ذکر کے ساتھ مشغول رہے حق تعالیٰ نے اس ذکر کی برکت سے ان کو اپنی درگاہ کا مقبول اور مقرب بنا لیا۔

حضرت شیخ نظام الدین تھانیسری قدس سرہٗ ابتدائے سلوک میں بیس ہزار مرتبہ ہر روز جلی و خفی اس کا ذکر کرتے یہاں تک کہ اس ذکر کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی کششوں میں سے ایک کشش ان تک پہنچ گئی اور وہ کامل ہو گئے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ السامی نے نفی و اثباتِ قلبی کے علاوہ پانچ ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ کا ذکر مقرر فرما رکھا تھا۔

چنانچہ آپ کے طریقۂ دلکش میں اب تک یہی طریقہ جاری ہے اور دیگر

تمام اہلِ باطن اولیاء خلوت میں اس ذکر کا شغل رکھتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس ذکر کی برکت سے عرش کے اُوپر سے تحت الثریٰ تک ہر چیز ان پر منکشف کر دی اور اعلیٰ علیین کے مقام تک پہنچا دیا۔

اے راہِ سعادت کے طالبان! غفلت کی روئی کو ہوش کے کانوں سے نکال دو اور اس سعادت کو حاصل کرو، یادِ باری تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہو، کیونکہ حق کے سوا کسی اور کام میں مشغولیت سے نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ سرمایۂ عمر کو بیہودہ کاموں میں ضائع کر دینا اور یادِ حق سے خود کو غافل رکھنا عقل مندوں کا کام نہیں ہے اور گوہر بے بہا ضائع کر دینا اور کوڑیوں کو اٹھا لینا دانش مندوں کا شیوہ نہیں، عقل مند کو چاہیئے کہ خانۂ دِل جو حضرتِ کبریاء جل جلالہ کے جمال کا مظہر ہے کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ذکر کے ساتھ صاف کرے تاکہ بادشاہِ حقیقی وہاں نزول فرمائے اور دولت و سعادتِ ابدی حاصل ہو، لیکن بہتر یہ ہے کہ اس ذکر کی اجازت کسی مردِ کامل سے حاصل کرے تاکہ جلد تر اس کا ثمرہ ظہور پذیر ہو، کیونکہ باغبان کسی درخت کو لگاتا ہے، اس کو پیوند کرتا ہے اور پرورش کرتا ہے تو اس درخت کا میوہ کامل لطافت اور شیرینی والا ہوتا ہے وہ بادشاہوں کی نذر کے قابل ہوتا ہے اور وہ درخت جو خود رو ہو اگرچہ میوہ دے لیکن اس میں اتنی لذت و حلاوت نہیں ہوتی اسی طرح مشائخ کی اجازت میں اثر و تاثیر ہوتی ہے۔

نفحات میں ہے کہ حضرت شمس الدین صفی رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد شیراز کے امام تھے آپ اکابر صلحاء میں سے تھے، اپنے سارے اوقات ذکر و تلاوت اور مختلف عبادات میں مستغرق و معمور رکھتے لیکن انھوں نے کسی سے ذکر کی تلقین حاصل نہ کی تھی، ایک دِن کشف کی حالت میں اپنے ذکر کو نُور کی صورت میں دیکھا جو ان کے مُنہ سے الگ ہو کر زمین پر گر رہا ہے اپنے آپ سے کہا کہ یہ علامت اچھی نہیں یہ مقصود کے خلاف کی علامت ہے اور یہ کسی مشائخ میں سے کسی سے تلقین حاصل نہ کرنے کے باعث ہے آپ نے شیخ روز بہان بقلی قدس سرہٗ کے ایک

مرید کی طرف رجوع کیا اور ان سے تلقین ذکر حاصل کیا۔ اسی شب کشف میں اپنے ذکر کو نُور کی صورت میں مشاہدہ کیا کہ جو اوپر کو جا رہا تھا آسمانوں کو قطع کر رہا تھا اس کے بعد شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت میں شامل ہوئے اور کمال کو پہنچ گئے۔

تو جو شخص اس دولت کو ازلی سعادت کی رہنمائی کے باعث کسی بزرگ سے حاصل کرتا ہے اسے چاہیئے کہ پورے اخلاص اور حضورِ دِل کے ساتھ اس ذکر میں مشغول ہو، اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اللہ کے سوا کچھ طلب نہ کرے، نہ حور و قصور نہ مال و جاہ یعنی جو چیز دُنیا و عقبیٰ میں ہے ان میں سے کچھ طلب نہ کرے حق کے سوا کوئی مقصود دِل میں نہ ہو، جب تو حق کو پالے گا تو ہر چیز کو پالے گا

مَنْ لَہُ الْمَوْلٰی فَلَہُ الْکُلُّ

ترجمہ : "جس کا اللہ ہو گیا ہر چیز اس کی ہو جاتی ہے"۔

محبوبِ ربانی غوثِ صَمدانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نے مناجات میں دریافت کیا: الٰہی تیرے نزدیک کونسا عمل افضل ہے؟ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: "وہ عمل جس میں میرے بغیر کوئی اور (مقصود) نہ ہو" کیونکہ جو عبادت جنّت کی آرزو یا دوزخ کے خوف کے باعث ہوتی ہے اس عبادت میں غیرِ خُدا (مقصود) ہوتا ہے۔ کامل اخلاص یہ ہے کہ خُدا سے خُدا کے سوا کچھ نہ چاہے، اگر عبادت میں اخلاص نہ ہو تو وہ عارفین کے نزدیک گناہ ہے، عاشقوں اور زاہدوں کے درمیان فرق یہی ہے کہ عاشق حق تعالیٰ کی عبادت اسی کے لیے کرتے ہیں اور زاہد طمع کے لیے۔

اے عزیز! عمل کا ثمرہ اخلاص و محبت کی مقدار پر ہوتا ہے، جس کے اعمال میں اخلاص زیادہ ہوگا اتنا ہی قبولیت، کشائشِ معنوی و فتوحاتِ غیبی بہت زیادہ ہوں گی۔

مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا کہ کونسے عمل و فعل کی بدولت حضرتِ صمدیت تعالیٰ و تقدس نے آپ کو منتخب کیا ہے؟ اور آپ کو علمِ غیب پر مطلع فرمایا: آپ نے جواب میں فرمایا، جو عمل بھی میں نے کیا اس میں اجر کا لالچ نہ رکھا، بلاشبہ معطی مطلق تعالیٰ و تقدس نے اتنی نعمت عطا فرمائی کہ کبھی بھی کسی کے حساب میں نہیں آسکتی، لہٰذا سالک کو چاہیئے کہ بندگی مزدوری کے لِئے نہ کرے، اس کی مزدوری اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے وہ جس طرح کی بہتر جانتا ہے عطا فرما دیتا ہے، اگر بندگی صرف خالص اللہ کے لِئے ہو اور حق کے سوائے کوئی چیز اس میں منظورِ نظر نہ ہو تو اللہ تعالیٰ ایسی چیز عطا فرماتا ہے جو وہم و گمان میں بھی نہ گزری ہو۔ فرد

تو بندگی چوں اجیراں بشرطِ مزد مکن　　　که خواجه خود روشِ بنده پروری داند

"تو بندگی مزدوروں کی طرح اُجرت کی شرط پر نہ کر، کیونکہ مالک خود بندہ پروری کا طریقہ جانتا ہے"۔

بلکہ عاشقوں کے نزدیک اگر کوئی شخص عمل نہ کرے تو وہ اس شخص سے بہتر ہے جو عمل تو کرے لیکن اُجرت کی طمع رکھے۔

صاحبِ لمعات قدس سرہٗ فرماتے ہیں: عاشق کو چاہیئے کہ معشوق سے بے غرض صحبت اختیار کرے اپنی خواہش درمیان سے ختم کر دے، اپنا معاملہ اس کی مراد پر چھوڑ دے" پھر ممکن ہے کہ صحبتِ حق کی قابلیت پیدا ہو جائے، صحبتِ حق کی قابلیت یہ ہے کہ دِل کو ماسوی اللہ کے میل کچیل سے پاک و صاف رکھے"۔

حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ السامی فرماتے ہیں: جو کچھ ہمیں پسند ہے وہ یہ ہے کہ آیت کریمہ اُذْكُرُوْنِیْٓ "تم مجھے یاد کرو" کے مطابق اپنے اوقات کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی یاد میں مستغرق رکھو تاکہ اللہ و تقدس اَذْكُرْكُمْ "میں تمہیں یاد کروں گا" کے مطابق کہ تمہیں اپنے کرم سے یاد فرمائے، جو یاد کا وعدہ اس نے فرما

رکھا ہے۔

ذکر احوال حاصل کرنے اور مکاشفات کی غرض سے نہ کریں اور کوئی مقصد خیال میں نہ آنے دیں، بے غرض ہو کر بلکہ جان و دِل سے اس کا احسان جان کر ذکر و عبودیت میں مشغول رہیں جس نے حق سے غیرِ حق کو چاہا وہ کم ہمت ہے۔

اگر تجھے ہمت ہے تو دِل کو دونوں جہاں سے الگ رکھ کر حق کی جانب توجہ کر اور خود کو کلمہ طیبہ کے ذکر سے مستغرق رکھ۔

عاشقاں جان و دِل نثار کنند　　بر بِر لا اِلٰہ اِلا اللہ

"عاشق لوگ جان و دِل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے راز پر قربان کرتے ہیں"۔

لیکن اس حقیقت کو یقینِ دِل سے جان کہ اگر یادِ خُدا میں دنیوی مقاصد میں سے کوئی مقصد یا کشف و کرامات کی خواہش یا اس سے شیخ اور پیر بننے کی آرزو ہو تاکہ لوگ مجھے بزرگ جانیں تو (یہ ذکر) قطعاً کوئی فائدہ نہیں دے گا اور معرفت کی دُنیا کی کوئی خوشبو اس کے مشامِ جان و دِل تک نہیں پہنچے گی اور ایسا ذکر حجابِ باطنی اُٹھنے اور قربِ الٰہی کا سبب نہیں بنتا۔

اگر قربِ الٰہی کی دولت سے شرف یاب ہونا چاہتے ہو تو اس کلمہ طیبہ کا ذکر صدق و اخلاص اور حضورِ دِل سے کرو اور ہوشیار رہو اس گراں مایہ دولت کو بچوں کی طرح جو اور منقی کے عوض نہ بیچو کیونکہ اس کی قدر و قیمت دونوں جہاں سے زیادہ ہے، ایسا نہ ہو کہ صاحبِ خانہ کو گھر کے عوض فروخت کر دے، عاشقوں کو اس کلمہ شریفہ کے ذکر سے لاکھوں فردوسِ اعلیٰ فی الفور مل جاتی ہیں، یہ عاشقانہ رمز سیکھو اور اس عارفانہ بات کی حفاظت کرو۔

فوائدِ نفی و اثبات : اب یہ بات جانو کہ حبسِ نفس کے ساتھ کلمہ طیبہ کا ذکر جس کو نفی و اثبات کہتے ہیں، مبتدی کے حق میں یہ افضل اور بہتر ہے، اِس لئے کہ نفی و اثبات باطن کو ماسوی اللہ کے خیالات اور شغلِ دُنیا سے بہت جلدی

پاک وصاف کر دیتا ہے، اور آئینۂ دِل کو فیضِ الٰہی قبول کرنے کے لِئے تیار کر دیتا ہے۔

طریقہ :- نفی و اثبات کا طریقہ یہ ہے زبان کو تالو، ہونٹ کو ہونٹ سے چپکا کر سانس زیرِ ناف بند کرے، فکر و اندیشہ کو تمام اطراف سے موڑ کر قلب کی جانب یعنی بائیں پستان سے دو انگل نیچے پوری حضوری کے ساتھ متوجہ ہو جائے، لا کے معنیٰ کو ناف سے لے کر سر کی بلندی کے طرف کھینچے، کلمہ الٰہ کو دائیں جانب لا کر اپنے تمام مقاصد کی نفی کرے حق کے سوا ہر چیز کی نفی کرے، کلمۂ اِلا اللہ کو بقاء کی نظر سے دیکھے اور مقصود ٹھہرا کر وجدانِ مذکور کے ساتھ معانی کا لحاظ کرتے ہوئے پوری قوت سے بائیں جانب دِل صنوبری پر اس کی ضرب لگائے۔ تمام اوقات اس ذکر میں مصروف رہے تاکہ فضلِ باری تعالیٰ کی ہوا چلے اور اس ذکر کا نتیجہ رونما ہو۔

حبسِ نفس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو زانو پر رکھے جس طرح نماز کے جلسہ میں بیٹھتا ہے، مُنہ قبلہ کی جانب کرکے سر رکوع کی طرح جھکائے ہوئے بلکہ اس سے بھی زیادہ جُھکائے ہوئے اور دونوں سرین تھوڑا سا زمین سے اٹھا کر پُوری قوت سے سانس کو مُنہ کے راستہ سے کھینچ کر اندر لے جائے اور زیرِ ناف روکے رکھے، مذکورہ بالا بیان کردہ طریقہ کے مطابق ذکر نفی و اثبات میں مشغول ہو جائے، سانس نکالتے وقت دو انگلیوں سے ناک بند کرکے مُنہ کے راستہ سے آہستہ آہستہ چھوڑے یعنی سانس سختی سے لے اور آہستگی سے چھوڑے اور اسی طرح سانس کو دوبارہ روکے اور ذکر میں مشغول رہے تاکہ گرمی و حرارت سے ذوق و شوق پیدا ہو، اور ماسویٰ درمیان سے اُٹھ جائے اور نُورِ حضور زیادہ تازہ ہو جائے، لیکن اس میں انتہائی کوشش اور بہت احتیاط درکار ہے کہ قُوتِ ادراک جو آنکھ کے ایک بار جھپکنے میں مشرق سے مغرب کا سفر طے کر لیتی ہے اور دُنیا کے کاموں کی فکر کرتی ہے یکسو و یکرو ہو جائے توجہ پراگندہ نہ ہو۔

کلمۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا معنیٰ اگرچہ شریعت میں لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے مقرر ہیں لیکن طریقت کے شیوخ اور فضائے حقیقت

کے شاہباز لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے)۔
وَلَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی وجود نہیں ہے)۔
کے معنوں کا تصور کرتے ہیں، لیکن سالک کو نفی و اثبات کے ذکر میں بیان شدہ طریقہ کے مطابق
لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مقصود نہیں۔
کا تصور کرنا چاہیئے، تمام مقاصد کی نفی کرنی چاہیئے تاکہ ایک مقصد کے سوا کوئی مقصد دِل میں نہ رہے، اس لِئے کہ طالبِ خُدا اپنے مقصد تک اس وقت پہنچتا ہے جب دونوں جہاں کے مقصد چھوڑ دے اور باطن تمام ہوا و ہوس سے خالی کردے، اسی لِئے طریقت کے مشائخ اور راہِ حقیقت کے رہرو فرماتے ہیں: جو کچھ تیرا مقصود ہے وہی تیرا معبود ہے جو کچھ تیری ہوا و خواہش ہے وہی تیرا خُدا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوَاہُ۔

"کیا آپ نے دیکھا جس نے اپنی خواہش و ہوا کو اپنا معبود بنالیا"۔

سالک حق کے سوا ہر مقصد کو دِل کے سامنے سے ہٹادے اور کلمۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ذکر میں مشغول ہو جائے تاکہ حقیقی طور پر بندہ بن سکے اور ذکر کی برکت سے دِل ماسویٰ اللہ کے خطرات سے پاک و صاف ہو جائے۔ بیت

غیرِ حق ہر ذرہ کاں مقصودِ تست تیغ لا برکش کہ آں معبودِ تست

"اللہ تعالیٰ کے سوا جو ذرہ بھی مقصود ہے، لا کی تلوار اس پر سونت لے کیونکہ وہ تیرا معبود ہے"۔

اے عزیز! اس حقیقت کو یقینِ دِل سے جان کہ معرفتِ الٰہی سے حِصّہ اس شخص کے نصیب میں ہوتا ہے جو کسی لحظہ میں بھی اس ذکر سے غافل نہ ہو، ماسویٰ کے ہر خس و خاشاک کو جو دِل میں آئے اس کو لا کی تلوار سے اُکھاڑ دے اور

دِل کی فضاء میں دوست کے نام کے سوا کوئی باقی نہ رہنے دے، تاکہ اسرارِ لطائف کے جھونکوں کی ہوا اور عالمِ عرفان کی خوشبوؤں سے کچھ بُو اس کے مشامِ جاں تک پہنچے۔

فضائلِ ذکرِ اسمِ ذات : ذکرِ کلمہ طیبہ کی فضیلت اور طریقۂ نفی و اثبات با حبس دم معلوم ہو چکا اب ذکرِ اسمِ ذات کی فضیلت سنو! افضل ترین و بہترین ذکر باری تعالیٰ کے اسمِ ذات کا ذکر ہے اور وہ ذکرِ قلبی ہے جو اس رستہ کے بزرگوں سے کسی بزرگ کی توجہ سے حاصل ہوتا ہے اور اس ذکر پر مداومت کرنے سے تمام عالی مراتب اور عظیم مقاصد حاصل ہو جاتے ہیں اس ذکر کی مداومت کا طریقہ یہ ہے کہ سانس باہر نکالنے اور اندر لے جاتے وقت ہوشیار رہے، حواسِ باطنی کو جمع کرے، توجہ یکسو کر کے دِل صنوبری کو ذکرِ الٰہی سے متحرک رکھے یعنی دو سانسوں کے درمیان اسمِ ذات پاک اللہ کو دِل سے کہے، اور پورے شوق سے مقصود کو ڈھونڈھے، یہاں تک کہ تمام لطائف میں شیخ کامل کی توجہ و ارشاد سے اسمِ ذات کا ذکر جاری ہو جائے، اس لِئے کہ باری تعالیٰ کا اسمِ ذات ایسا اسمِ اعظم ہے جس کے نُور کی برکت و عظمت سے وحدتِ حقیقی ظاہر ہو جاتی ہے اور بصیرت کے دریچہ سے مقصود جلوہ گر ہو جاتا ہے۔

حضرت یحییٰ معاذ قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف وحی بھیجی اے داؤد ! جو کوئی دُنیا ترک کر دے اور کوئی فکر نہ کرے اور اپنے دِل کو میرے ذکر کے لِئے خالی کر دے اور مجھ سے مشغول ہو جائے تو مَیں جو کہ خُدا ہوں میرے اور بندہ کے درمیان جو حجاب ہوتا ہے وہ اُٹھا دیتا ہوں اور جب حجاب اُٹھا دیتا ہوں تو اس کے دل کی آنکھ مجُھے دیکھتی ہے جب مجُھے دیکھتی ہے تو میں اس کو اپنے نزدیک کر لیتا ہوں، اس کو عزت بخشتا ہوں، جب بیمار ہوتا ہے اس کی عیادت کرتا ہوں اگر بھُوکا ہو تو سیر کرتا ہوں، جب پیاسا ہو تو اسے پانی دیتا ہوں، جب یہ معاملہ اپنے بندہ سے کرتا ہوں، اس کے نفس کو دُنیا اور اہلِ دُنیا

سے نجات دے دیتا ہوں، اسے میری طرف دیکھنے کے سوا کوئی چیز خوش نہیں کرتی"۔

لیکن یہ مقام اس وقت حاصل ہوتا ہے جب یادِ باری تعالیٰ میں کمالِ فناء اور محویت پیدا ہو جائے اور ذکر کے غلبہ سے غیر درمیان سے اُٹھ جائے، جب کثرتِ ذکر سے ایسا بلند تر مقام ظاہر ہوتا ہے تو سالک حضرتِ احدیت کے جمال کے مشاہدہ میں مستغرق ہو جاتا ہے اور اس مقام کی نسبت ذکر کا درجہ کم تر معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ جو کچھ ذکر سے مقصود ہوتا ہے اس کا حصول ہو چکا ہوتا ہے اور غفلت جو تمام بدبختیوں کا سرمایہ ہے ختم ہو جاتی ہے۔

ایک روز حضرت شبلی رَحمۃ اللہ عَلَیْہِ نے سید الطائفہ قدس سرہٗ کی مجلس میں بلند آواز سے اللہ کہا، حضرت جنید بغدادی رَحمۃ اللہ عَلَیْہِ نے فرمایا: ربّ تعالیٰ کے حضور سے غائب ہونا حرام ہے یعنی اس وقت تو حاضر نہ تھا، اسی لیے تو نے اللہ کہا، اگر حاضر ہوتا تو اللہ کیوں کہتا۔ ابیات

اسم خواندی رو مسمّی را بجو   مہ بہ بالا داں مداں در آب جو
پس ز جاناں وصلِ جاناں کن طلب   بے لب و بے کام می گو نامِ رب

"تو نے اسم کو پڑھا جا اب مسمّی کو تلاش کر، چاند کو اُوپر جان اسے ندی کے اندر نہ سمجھ، محبوب سے اس کا وصال طلب کر ہونٹوں اور حلق کی مدد کے بغیر ربّ تعالیٰ کا نام لو"۔

یعنی طالبِ حق اسم سے مسمّی کی طرف مشغول ہو جاتا ہے اور یاد کر (یاد کرنے) سے یادداشت (یاد رکھنے) کی طرف آ جاتا ہے، یادداشت یعنی یاد رکھنے کا معنیٰ یہ ہے کہ ہونٹ و زبان کو حرکت دیئے بغیر ہمیشہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے حضور حاضر و آگاہ ہو اور بے زبانی کی زبان سے حق کو یاد کرے، تاکہ دربارِ احدیت کی جانب جانے والی شاہراہ میں اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے استغراق رونما ہو جائے۔

حدیثِ قدسی ہے:

أَنَا جَلِيْسُ مَنْ ذَكَرَنِيْ

ترجمہ: "جس نے مجھے یاد کیا مَیں اس کا ہمنشین ہوں"۔

اس کا راز اس مقام پر ظاہر ہوتا ہے۔

حقیقتِ ذکر: جاننا چاہیئے کہ ذکر سے مراد حقیقتِ ذکر ہے جو ماسویٰ اللہ کو بھول جانا ہے اور ہم نشینی سے مراد دِل کا اس طرح ماسویٰ سے خالی ہونا ہے کہ وہاں غیرِ حق کی گنجائش نہ رہے، یعنی تلفظ و تخیل کے بغیر حق سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ کا حضور و توجہ اس طرح حاصل ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز بھول جائے غیروں کے نقوش صفحۂ دِل سے محو ہو جائیں، باطن کا قبلہ حضرتِ احدیت جل شانہ کے سوا کوئی اور نہ ہو، اس حقیقت کو طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اروا حھم میں ذکرِ خفی، وقوفِ قلبی، توجہ بوجہ خاص اور شہود و وصول کہا جاتا ہے۔

حقیقتِ وقوفِ قلبی: حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز نے وقوفِ قلبی کی حقیقت کے بارے میں اپنی بعض تحریراتِ قدسیہ میں تحریر فرمایا: وقوفِ قلبی سے مراد یہ ہے کہ دِل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس طرح حاضر ہو جائے اور اسے اس طرح آگاہی حاصل ہو جائے کہ دِل کا تعلق اور رشتہ غیرِ خُدا کے ساتھ نہ رہے، جب بندہ کا تعلق غیرِ حق تعالیٰ سے ٹوٹ جاتا ہے اس وقت وہ واصل بحق ہو جاتا ہے، اور جب یہ نسبت ملکہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور ہمیشہ کے لئے حاصل ہو جاتی ہے سالک اس وقت فنا کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے، یہ مقام نہایت عالی ہے۔

ذکرِ قلبی: حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز فرماتے ہیں: ذکرِ قلبی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں حضور و شہود ہے، جب یہ حقیقت حاصل ہو جاتی ہے اور دِل غیروں کے خیال سے آزاد ہو جاتا ہے تو ذکر کو چھوڑ کر اسی کیفیت کی

نگہبانی کرے، اگر یہ کیفیت ہاتھ سے نکل جائے تو دوبارہ ذکر شروع کر دے اور یہ اس وقت تک جاری رکھے جب تک یہ دولت دوام پذیر نہ ہو جائے، اس وقت ذکر کو اس کیفیت سے جمع کر کے اللہ تعالیٰ کے بے انتہاء الطاف کا منتظر ہو جائے۔

مقصدِ چہارم

★ حضورِ الٰہی- ★ حقیقتِ علم- ★ اولیاء کرام کی مجلس کے فوائد اور ان کے آداب- ★ حقیقتِ مراقبہ- ★ حقیقتِ کشف و کرامات- ★ تضرع وانکساری کی فضیلت- ★ اہل اللہ کی پہچان- ★ خیالات کے درمیان امتیاز اور دیگر فوائد- ☆

اے عزیز! یہ بات جاننی چاہئیے کہ ذکر سے مقصود یہ ہے کہ غفلت دور ہو جائے اور دل ہمیشہ ذوق و شوق کے رستہ پر اللہ تعالیٰ کے حضور مستغرق رہے، جب باطن کی آنکھ کھل جاتی ہے اور دل کا آئینہ غیروں کے غبار سے صاف و مصفّا ہو جاتا ہے اور ذاکر فنا کے سمندر میں محو فانی ہو جاتا ہے اور

لَایَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَاَ سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبَ عَبْدِ مُؤْمِنٍ

ترجمہ: "میں اپنی زمین میں نہیں سماتا اور نہ ہی آسمان میں سماتا ہوں لیکن مومن کے دل میں سما جاتا ہوں"-

کے معانی ظاہر ہو جاتے ہیں، اس وقت نہ ذکر رہتا نہ ذاکر بلکہ ذکر حدیث النفس بن جاتا ہے، ذکر سے مقصود اسی حقیقت کا ظاہر ہونا ہے کیونکہ ذکر کی حقیقت ذاکر کا مذکور کے مشاہدہ میں فنا ہو جانا ہے، جب فنائے حقیقی حاصل ہو جائے تو سالک

ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ جس کی عظمت باتوں میں نہیں سما سکتی نہ ہی اسے ترازو سے تولا جا سکتا ہے۔

ذکرِ ذاکر محو گردد بالتمام جملگی مذکور باشد والسلام

"ذاکر کا ذکر بھی بالکل محو ہو جاتا ہے اس وقت مکمل طور پر مذکور باقی رہ جاتا ہے۔ والسلام"

درویشوں کی ایک جماعت خراسان میں حضرت ابو بکر قبطی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئی انہوں نے پوچھا تمہارے شیخ تمہیں کیا حکم دیتے ہیں؟ ابو عثمان جری نے عرض کی وہ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ "ہم طاعت بہت کریں اور خود کو قصور وار جانیں"۔ حضرت ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "تعجب ہے تمہیں یہ کیوں نہیں حکم دیتے کہ تم اس میں فنا ہو جاؤ جس نے تمہیں اس طاعت کی توفیق بخشی ہے"۔

اسی لئے اس رستہ کے کاملین نے کہا ہے: "عارف وہ ہے جس میں خودی نہ ہو، اگر ہو تو وہ عارف نہیں ہے"۔

حضرت ابو بکر شقاقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ہر گھڑی ذاکر بنو یہاں تک کہ غیبت کی حالت ظاہر ہو اور غیبت قوی ہو جائے اور ایسے مقام تک پہنچ جاؤ کہ مذکور میں فانی و ہلاک ہو جاؤ اور اپنے مظہر میں حق کے سوا کچھ نہ پاؤ"۔

یہ درجہ کمالِ فنا کا ہے۔ اس مقام پر

أَنَا جَلِيْسُ مَنْ ذَكَرَنِيْ

ترجمہ: "جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ہمنشین ہوں"۔

کا درجہ ظاہر ہوتا ہے۔ جاننا چاہیئے ہر چیز کا ایک ثمرہ ہے اور ذکر کا ثمرہ ماسویٰ کا بھول جانا ہے، ماسوی اللہ کے بھول جانے کا ثمرہ استغراق و بے خودی ہے، اس طرح کہ اپنے شعور سے بے خود ہو کر حق سبحانہ وتعالیٰ کے حضور حاضر ہو جائے۔

ایک درویش شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہٗ کی خانقاہ میں بیمار

تھا، نزع کی حالت ہوئی اور جان نکلنے کی سختی بہت لمبی ہو گئی، حضرت شیخ کو جب یہ معلوم ہوا تو اس کے حجرہ میں تشریف لائے اور فرمایا: اے درویش آنکھ کھول اور میری جانب دیکھ، جب درویش نے حضرت شیخ کی طرف دیکھا تو جان حق تعالیٰ کے سپرد کر دی، حاضرین نے پوچھا: اے شیخ اس میں کیا حکمت تھی؟ فرمایا: تین دنوں سے اس درویش کی حالت اچھی تھی، وہ اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ میں اس طرح محو و مستغرق تھا کہ ملک الموت کو طاقت نہ تھی اس کے پاس آئے اور جان نکالے، جب میں آیا اور اس نے میری طرف توجہ کی، ملک الموت نے دیکھا درویش کی توجہ غیرِ حق کی جانب ہو گئی ہے تو اس کی جان قبض کر لی۔

سبحان اللہ! بارگاہِ حضرتِ احدیت کے مقبول اور درگاہِ صمدیت کے مقربین بارگاہِ خداوندی میں حضوری کس قدر استغراق رکھتے تھے کہ تین روز تک ملک الموت نے جان نکالنے کا وقت نہ پایا۔ لہٰذا طالبِ خدا کو بھی چاہیئے کہ سارا وقت اپنی مشغولیت میں اسی طرح محو و مستغرق رہے، تاکہ فنا و بے خودی غالب آئے اور انتہائی استغراق کے باعث کسی وقت بھی آنکھ نہ کھولے، لیکن کمالِ فنا و محویت، دل کے ماسوی اللہ سے خلاصی پانے پر موقوف ہے اور ہمیشہ یادِ باری تعالیٰ میں اس حد تک استغراق کہ آنکھ جھپکنے کے برابر بھی غافل نہ ہو۔

کوئی لحظہ بھی اس بارگاہ سے غائب نہ ہو، اس کے سوا کسی سے انس نہ رکھے، جس طرح دودھ پینے والا بچہ ہر گھڑی آغوشِ مادر کا خواہاں ہوتا ہے، اگر ایک گھڑی بھی اس سے جدا ہو جائے تو گریہ وزاری اور بے قراری کا اظہار کرنے لگتا ہے، اگر اس کا فراق دراز ہو جائے تو شاید اس کے ہجر کے غم سے مرجائے اسی طرح سالک کو چاہیئے کہ کسی گھڑی بھی یادِ خدا سے غافل نہ ہو اگر غافل ہو جائے تو اس طرح خیال کرے کہ دو جہانوں کی بادشاہی ہاتھوں سے چلی گئی تو پھر عجز و نیاز اور سوز و گداز سے گریہ وزاری کا آغاز کرے اور غمگین ہو جائے تا آنکہ پھر اپنی حالت پر آ جائے اور مقصود آغوش میں لے لے، اس وقت تک آرام و قرار نہ پائے اس لئے

کہ محبوب کی حضوری سے ایک ساعت کی دوری لاکھ حجاب و پردے لاتی ہے اور محب کو بہت دور پھینک دیتی ہے۔ چنانچہ اکابرین فرماتے ہیں:

مَنْ غَمَّضَ عَيْنَهٗ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى طَرْفَةَ عَيْنٍ لَمْ يُوْصَلْ اِلٰى مَقْصُوْدِهٖ

ترجمہ: "جس نے اللہ تعالیٰ سے اپنی آنکھ، آنکھ جھپکنے کی دیر تک بند رکھی اس کو مقصود تک رسائی عطا نہیں کی جاتی"۔

خواہم کہ خار از پا کشم شد کاروانم از نظر　　یک لحظہ غافل گشتم صد سالہ راہم دور شد

"میں نے اپنے پاؤں سے کانٹا نکالنا چاہا اتنی سی دیر میں میرا قافلہ نظر سے اوجھل ہو گیا، لمحہ بھر کے لئے میں غافل ہوا تو سو سال کی مسافت ہمراہیوں سے پیچھے رہ گیا"۔

وہ لوگ جو حضورِ الٰہی کے دریا کے تلاطم میں مستغرق ہیں، فرماتے ہیں: جس طرح عوام کو گناہوں سے اجتناب لازمی ہے اسی طرح خواص کو غفلت سے احتراز کرنا ضروری ہے۔ عوام کو معصیت پر مواخذہ ہو گا۔ خواص کو غفلت پر، لہٰذا جو چیز سالک پر غفلت لائے اور یادِ خدا سے روکے اس پر لات مار کر صاف دل کے ساتھ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے حضور متوجہ ہو جائے، کیونکہ جو شغل و تعلق، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا ہے وہ بمنزلہ کانٹے کے ہے، جو دامنِ دل کو پکڑ لیتا ہے اور سالک کو راہِ سعادت سے روکے رکھتا ہے جب سالک کو کوئی تعلق دامن گیر نہ ہو اور یادِ خدا میں کوئی چیز خلل انداز نہ ہو تو تھوڑی سی کوشش سے وہ خدا تک پہنچ جاتا ہے اور باطنی کشائش کو دیکھنے لگتا ہے، اس لئے کہ بندہ اور خدا کے درمیان بڑا حجاب یہی تعلقات اور دنیوی رکاوٹیں ہیں جن کے سبب ہمارے دل کی آنکھیں نابینا ہو گئیں ہیں۔ بیت

تعلق حجاب ست و بے حاصلی　　چوں پیوندہا بگسلی واصلی

ترجمہ : "تعلقات حجاب اور مقصد کے عدمِ حصول کا باعث ہیں، لہٰذا جب تعلقات کو توڑ دو گے تو واصل ہو جاؤ گے"۔

رسائلِ سلوک میں سے ایک رسالہ میں دیکھا گیا کہ دراصل اس رستہ میں طالبِ خدا کے لئے حجاب چار چیزیں ہیں :

(۱) دنیا

(۲) مخلوق

(۳) نفس

(۴) شیطان

دنیا آخرت کا حجاب، مخلوق عبادت کا حجاب، شیطان دین کا حجاب اور نفس اللہ تعالیٰ سے حجاب ہے۔ جب سالک زہد و تقویٰ کو مضبوطی سے تھام لے اور قناعت اختیار کر لے تو دُنیا کے حجاب سے باہر آ جاتا ہے، جب عزلت و خلوت اختیار کرتا ہے اور لوگوں سے میل جول نہیں رکھتا تو مخلوق کے حجاب سے باہر آجاتا ہے اور جب حضرت سیدِ انام علیہ الصلوۃ والسلام کی متابعت کمالِ استقلال سے بجالاتا ہے تو شیطان کے حجاب سے باہر آ جاتا ہے اور جب ریاضت و مجاہدہ کے ساتھ ذکر واذکار میں مشغول ہوتا ہے تو ماسویٰ اللہ سے نجات پاجاتا ہے، تب نفس کے حجاب اور پردۂ غفلت سے باہر آ جاتا ہے۔ وہاں قرب ہی قرب اور حضور ہی حضور ہے۔

لہٰذا سالک کو چاہیئے کہ تمام تعلقات سے دل کو علیحدہ کرے اور تمام اطراف سے منہ پھیر کر اپنے کام میں اس طرح مستغرق ہو کہ کسی طرف گوشۂ چشم سے بھی نہ دیکھے اور ماسوی اللہ کے تعلقات کے دوزخ سے بیزار اور نفرت کرنے والا بن جائے اور ہر دم اس کے مشاہدہ کی جنت سے مسرور اور محظوظ رہے، کیونکہ عاشقوں کا محبوب کے ساتھ رہنا اگرچہ اس میں لاکھوں تکلیفیں اور مصیبتیں ہوں عینِ جنت ہے۔ اور اگر اس کے بغیر لاکھوں نعمتیں ہوں تو عینِ دوزخ ہے۔ فرد

بیادِ او بود دوزخ مرا خوش تر زصد جنت

ولے دور از جمالِ او چوں دوزخ جنت الماویٰ

ترجمہ : "اس کی یاد میں دوزخ میرے لئے سو جنتوں سے بہتر ہے، لیکن اس کے جمال سے دور رہ کر جنت الماوی بھی دوزخ کی مانند ہے"۔

حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "مجھے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل رکھ کر کل قیامت کو جنتِ طوبیٰ میں رہنے کی بہ نسبت یہ زیادہ پسند ہے کہ میں یادِ خدا میں دُنیا کی سرائے میں جنگل کے کسی کانٹے کے نیچے زندگی گزاروں"۔

افسوس افسوس یہ کیسی نادانی ہے کہ ہم ان ساری نفسانی لذتوں کے ساتھ فانی کاموں میں مبتلا ہو کر غفلت کے شراب میں مخمور ہو رہے ہیں آخری وقت ہمیں یاد نہیں جب اس جہان سے کوچ ہو گا تو یہ سب چرب زبانی اور کاردانی کسی کام نہیں آئے گی اور سعادت کے دروازوں سے کوئی دروازہ بھی اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے حضور کے بغیر نہیں کھلتا۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ السامی فرماتے ہیں : "آخری وقت ملک الموت کی پیشانی ظاہر ہو گی تو تمام حاصل کئے گئے علوم لوحِ مدرکہ سے محو ہو جائیں گے، مگر وہ جو حضور و آگاہی اور محبتِ الٰہی حاصل کیا ہے باقی رہے گا وہ تمہارے ساتھ وفا اور تمہاری دستگیری کرے گا"۔

اس لئے کہ وہ علم جو حواس کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے جب تک حواس ختم نہیں ہوتے علم باقی رہتا ہے اور جب حواس ختم ہو جائیں وہ علم بھی ختم ہو جاتا ہے، کامل عارفین کا عرفان حواس و علم کے ذریعہ سے نہیں بلکہ عشق و محبت کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے اور ابد الآباد تک باقی رہتا ہے۔

جس طرح ایک جماعت والوں نے محبت و شوق کے تقاضا کے باعث مقصود کو تلاش کیا ہے وہ عشق و محبت کے راستہ سے حیاتِ جاودانی تک واصل ہو گئے ہیں

وہ لوگ ہمیشہ زندہ وپائندہ ہیں اور ہمیشہ فضلِ ربّانی سے چمکنے والے چاند کی طرح درخشندہ و تابندہ ہیں۔

لیکن سالکانہ وعارفانہ نکتہ یہ ہے کہ جو عمل حق سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ ہو سالک کو چاہیئے کہ اس کو فراموش کردے تاکہ معلوم کے علاوہ قوتِ مدرکہ میں کوئی اور نہ رہے کامل عارفین کے نزدیک علم کی دو قسمیں ہیں۔ علمِ غیر، علمِ خودی۔ جاننا چاہیئے کہ علمِ غیر کو بھول جانا آسان ترین کام ہے کیونکہ کثرتِ ذکر اور غیر کے تعلق کو قطع کرنے سے ماسویٰ کا نسیان حاصل ہو جاتا ہے اور نقشِ ماسوی اللہ صفحۂ دل سے دھل جاتا ہے، لیکن اپنے بارے میں علم کو فراموش کرنا بہت مشکل اور انتہائی کٹھن کام ہے، کیونکہ کوئی انسان اپنے ہونے کے علم سے پلک جھپکنے کے برابر بھی غافل نہیں ہے، وہ علم ہمیشہ اپنے ساتھ رہتا ہے لہٰذا اپنی خودی سے رستگاری کامل اولیاء کرام کے سوا کم ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے، جب تک سالک، اپنے حواس کے بار بار استعمال اور خودی کو درمیان میں رکھ کر مقصود کو تلاش کرتا رہتا ہے اس وقت تک مقصود سے دور اور محبوبِ حقیقی سے فراق میں رہتا ہے۔

اس لئے کہ جو کچھ علم، عقل، وہم، خیال اور قوتِ مدرکہ میں جلوہ گر ہوگا وہ سب مخلوق اور غیرِ حق ہوگا ان کی نفی کلمہ لا سے کرے کیونکہ حضرتِ کبریاء جل جلالہ کی ذات وصفات کا ادراک علم کے ذریعے اور حواس کے توسل سے نہیں کیا جاسکتا۔ جس طرح چمگادڑ کی آنکھ سورج کی روشنی کے مشاہدہ کی تاب نہیں رکھتی، اسی طرح عقل اور حواس کی آنکھ بھی وحدتِ حقیقی کے نُور کا ادراک نہیں کرسکتی۔

تا تو پیدا خدا باشد نہاں تو نہاں شو تاکہ حق گردد عیاں

ترجمہ: "جب تک تیری ذات تیرے سامنے ہے اللہ تعالیٰ پردہ میں رہے گا تو اپنی نظروں سے اوجھل ہو جاتا کہ حق تعالیٰ عیان و آشکار ہو جائے"۔

اپنی نظروں سے پوشیدہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ محسوسات سے غائب ہو

جائے اور حق تعالیٰ کی ہستی کے ظہور میں فانی ہو جائے اور لٹ جائے، جب تک سالک کو اپنے آپ کے ہونے کا علم باقی ہے اور جب تک وہ اپنے آپ سے فنا نہیں ہوتا اس وقت تک وہ حجاب در حجاب میں ہے۔

اَلْعِلْمُ حِجَابٌ اُکْبَرُ

ترجمہ : "علم سب سے بڑا حجاب ہے"۔

حجابِ اکبر سے مراد اپنے ہونے کا علم ہے جب سالک اپنی خودی سے رہائی حاصل کر لیتا ہے اپنے حواس اور علم کو حق تعالیٰ کے ظہور کے مشاہدہ میں گم کر لیتا ہے تو حق کو حق کے ساتھ پالیتا ہے۔

عَرَفْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ

ترجمہ : "میں نے اپنے رب کو رب سے پہچانا"۔

اس کی شرح بہت طویل ہے لہٰذا قلم کی عنان کو روک دیا گیا۔

اے عزیز! وہ جماعت جس نے عقلی اور نقلی دلائل سے قال کو حال پر ترجیح دی ہے وہ پڑھنے، جاننے اور گفتگو کرنے کو عظیم عبادت شمار کرتے ہیں اور تقلید کے مقام سے نکل کر تحقیق کے درجہ میں نہیں پہنچے ہیں، ان کی یہ سب نارسائی بے استعدادی کی وجہ سے ہے، انہوں نے قلبی امراض کو دور نہ کیا اور قیل و قال پر اکتفا کرتے رہے، یہ ایسا علم ہے جس پر عمل نہیں، لیکن وہ علم جس پر اللہ و رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے حکم کے مطابق عمل ہو، اور انسان ظاہر و باطن کو حضرت سرورِ عالمیان صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی متابعت سے آراستہ کرے تو اس کا ثمرہ سراپا نورانی ہے وہ ظاہر و باطن کو نُور عطا کرنے والا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ حدیثِ قدسی میں فرماتا ہے :

اے بندے! علمِ نافع وہ ہے جو تجھے مجھ تک پہنچائے، فراق سے وصال تک لائے اور دوری سے قرب کی طرف لائے یہاں تک کہ ہر چیز میں مجھے دیکھے، مجھے

جانے اور مجھے ہی پڑھے۔

اے عزیز! علم حقیقت میں وہ ہے جو آخرت کی عقل کے نُور کو بڑھائے اور آخرت کی عقل وہ ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف لائے، امورِ آخرت اور خدا طلبی کے رستہ میں ممد و معاون ہو، اور سالکانِ طریقت وطالبانِ راہِ حقیقت کے لئے سرمایۂ قال اور حال کی آرائش کا سامان ہو یعنی علم کی برکت سے عمل کے زیور سے آراستہ ہو، اور دُنیا کی آلائشوں سے ملوث نہ ہو، اپنے تمام اوقات کو عبادت اور اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی میں صرف کرے، مخلوقِ خُدا پر شفیق ورحم دل ہو اور مخلوق کو صرف خدا کے لئے دینی فائدہ پہنچائے۔ فیض یافتگان سے تحسین اور خدمت کی امید نہ کرے اپنے کمالات پر نظر نہ رکھے علم کے باعث خود کو بزرگ نہ جانے، کسی شخص پر فخر نہ جتائے حق کو باطل سے جدا کرے، اچھے وبرے سے لوگوں کو آگاہ کرے، دلائل وبراہین کے ساتھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی دوستی کی طرف راغب کرے، دُنیا کے فقروفاقہ سے اس کے پاؤں پھسلنے نہ پائیں، لالچ اور خواہشات سے علم کے اعزاز کو ضائع نہ کرے، فسق وفجور کی مجلس میں نہ بیٹھے، ظاہر وباطن آنحضرت سرورِ عالمیان صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے اسوۂ مبارکہ کے عین مطابق رہے، خدا و رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے احکام کے آداب کو کماحقہ، بجالائے جو کچھ سیکھا اس پر عمل کرے بدنی عبادت کو حضورِ قلب کے ساتھ جمع کرے تاکہ علم وعمل کی برکت کے باعث نفسانی کدورتوں سے پاک وصاف ہو کر قربِ الٰہی کی سعادت تک پہنچے، اخلاقِ حمیدہ اور صفاتِ محمودہ کے ساتھ حضرتِ احدیت کی درگاہ میں مقبول ہو جائے، صدق وصفا والا ایسا عالم لوگوں کو فیض پہنچانے والا، جہاں والوں کا راہنما، انبیاء کا وارث، حضرت محمد مصطفیٰ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا نائب اور اللہ جل وعلا کا مقبول ہوتا ہے، اس کا فیض ایک جہاں کو منور ونُورانی بنا دیتا ہے، اس کی ہدایت دُنیا کو جہالت کے گرداب سے نکال کر درجۂ کمال تک پہنچا دیتی ہے، اس کے سر پر عزت واقبال کا تاج، ظاہر اور سعادت کا لباس اس کے بدن پر عیاں ہوتا ہے۔

عِزَّةُ الدُّنيَا وَشَرَفُ الْاٰخِرَةِ

ترجمہ: "دنیا کی عزت اور آخرت کا شرف"۔

سے اسی کی طرف ایک اشارہ ہے اور

نَوْمُ الْعَالِمِ عِبَادَةٌ

ترجمہ: "عالم کی نیند عبادت ہے"۔

اسی کی شان میں بشارت ہے' اس کی زبان سعادت کے دروازوں کی چابی ہوتی ہے اس کا کلام سراسر فیض وبرکت ہوتا ہے۔ شعر

علم آں باشد کہ جان زندہ کند مرد را باقی وپائندہ کند

"حقیقی علم وہ ہے جو جان کو زندہ کرے' انسان کو لافانی و لازوال بنا دے"۔

ایسا کامل اور دین پرور عالم جو ان اوصاف سے موصوف ہوتا ہے وہ مخلوق کی امامت کے لائق ہوتا ہے اپنے نورِ ہدایت سے دُنیا کو روشن کر دیتا ہے' لیکن وہ شخص جو عمل کو ذلیل دُنیا کے حصول کا ذریعہ بنائے اور طالبِ جاہ وحشمت' عزت واقبال کا آرزو مند' شب وروز اسبابِ دُنیا اور لذاتِ نفسانی کے انتظام میں مشغول ہو وہ نفس وشیطان کا محکوم ہوتا ہے' امرو نہی پر استقامت اختیار نہیں کرتا دل کو حرص وہوا اور دیگر صفاتِ مذمومہ سے پاک نہیں کرتا اعمالِ خیر اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ثابت قدم نہیں ہوتا تو وہ صورتِ علم تو رکھتا ہے علم کی حقیقت سے بے بہرہ ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کلامِ مجید میں فرمایا:

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا

ترجمہ: "جن لوگوں کو تورات عطا کی گئی پھر انہوں نے اس کے عطا ہونے کا حق ادا نہ کیا ان کی مثال گدھے کی سی ہے جو کتابیں اٹھائے ہوتا ہے"۔

درحقیقت یہ آیت ان کے حق میں ثابت ہے۔ اور حدیث پاک میں ہے:

كُلُّ عَالِمٍ لَمْ يَعْمَلْ بِعِلْمِهٖ فَهُوَ مَسْخَرَةُ الشَّيْطَانِ

ترجمہ: "جو عالم اپنے علم پر عمل نہیں کرتا تو شیطان اس سے ٹھٹھا کرتا ہے" اس لئے کہ علم سے مقصود عمل ہے اور عمل وصولِ مطلوب، راہ خدا میں ترقی اور اللہ جل وعلا کی رضا کے حصول کا ذریعہ ہے۔ شعر

گرمئے دو ہزار رطل پیمائی تامئے نہ خوری نبا شدت شیدائی

ترجمہ: "اگر دو ہزار رطل شراب تو ناپے جب تک شراب نہ پیئے گا تجھے نشہ نہ ہو گا"۔

ایک بزرگ نے کیا ہی اچھا کہا ہے: بغیر علم کے عمل اگرچہ دیوانگی ہے لیکن بغیر عمل کے علم بیگانگی ہے۔

عمل کے بغیر صرف علم خدا طلبی کے رستہ میں کفایت نہیں کرتا، جس طرح طبیب حاذق بیمار ہو جائے تو صرف دواؤں کے نام جاننے سے اس کا مرض دور نہیں ہوتا اور صحت عطا نہیں ہوتی جب تک کہ دواء استعمال نہ کرے اور پرہیز نہ کرے، اسی طرح طالبِ خدا باطن کی مرض سے صحت نہ پائے گا اور مقصود تک نہیں پہنچے گا جب تک وہ حضرت سرورِ عالمیان صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے اسوۂ مبارکہ پر عمل نہ کرے گا۔

حضور سیّد عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا عمل دو قسم پر ہے

—— عبادتِ ظاہری: جس کا تعلق جسم کے اعضاء کے ساتھ ہے، یہ اہلِ ظاہر کو پہنچا ہے۔

—— عبادتِ باطنی: یعنی اخلاقِ ذمیمہ سے نفس کو پاک کرنا اور دل کو غیرِ حق

سبحانہ تعالیٰ سے صاف کرتا، یہ اخص الخاص لوگوں کو عطا ہوتا ہے جس کو ازلی سعادت نصیب ہوئی ہو وہ دونوں امور میں انتہائی کوشش سے کام لیتا ہے، علم کو عمل کے ساتھ اپنا امام بناتا ہے ظاہر وباطن دونوں کو جمع کرتا ہے کیونکہ علم کے ساتھ اگر عمل بھی ہو تو وہ ہزاروں سعادتوں کا منبع ہے اور جہالت تمام گمراہیوں اور بدبختیوں کا منبع ہے، اس لئے کہ علم سے آخرت کی سوچ اور دین کی سمجھ قوی ہوتی ہے اور جہالت ضعف پذیر ہوتی ہے، انسان نقص سے کمال کی طرف آتا ہے اور عوام کی نسبت سے ممتاز ہوتا ہے۔

خَيْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مَعَ الْعِلْمِ شَرُّ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مَعَ الْجَهْلِ

ترجمہ : "دنیا و آخرت کی بھلائی علم کے ساتھ اور دُنیا و آخرت کی برائی جہالت کے ساتھ ہے"۔

حدیث پاک میں ہے : کہ قیامت کے روز ایسے شخص کو لایا جائے گا جس کے اعمال پہاڑوں جتنے ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا : اس کو دوزخ میں ڈال دو، فرشتے عرض کریں گے یا رب تو جانتا ہے اس بندہ نے اتنی عبادتیں کیں ہیں تو اس کو دوزخ میں بھیج رہا ہے، حکم ہوگا : "اس نے علم کے بغیر عبادت کی ہے"۔

حضرت امام غزالی قدس سرہٗ فرماتے ہیں : "اہلِ علم کا سو جانا تمام رات جہالت کے ساتھ عبادت کرنے سے بہتر ہے"۔

حدیث پاک میں ہے : "قیامت کے روز سخت ترین عذاب اس شخص کو ہوگا جو جہالت میں رہا، اپنے اہل وعیال اور خادموں کو علم دین نہ سکھایا"۔ یہ بھی حدیث پاک ہے :

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِيْ عَلٰى أَدْنٰى أُمَّتِيْ

ترجمہ : "عالم کی فضیلت عابد پر اس طرح ہے جیسے میری فضیلت ایک ادنیٰ امتی پر ہے"۔

اس لئے کہ دین کے مراتب اور دین کی عزت نورِ علم سے پہچانی جاتی ہے سعادت کا رستہ اور حسنات کا طریقہ علم کے ذریعے ہی پایا جا سکتا ہے' امورِ شریعت کی تعظیم' احکامات کی پیروی' نواہی سے اجتناب علم سے حاصل ہوتا ہے' دین و دنیا کی عزت واقبال علم و عمل کی برکت سے بڑھتے ہیں۔ کوئی عمل اللہ رب العزت کی بارگاہ میں علم و عمل سے زیادہ نزدیک نہیں ہے' اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز جہالت سے بڑھ کر ذلیل و خوار نہیں۔

حدیث پاک میں ہے : "عالم کی نیند جاہل کی نماز سے بہتر ہے"۔

اس لئے گذشتہ زمانہ میں زاہد لوگ سب کاموں سے زیادہ طلبِ علم میں مبالغہ کیا کرتے کیونکہ عبادت و عبودیت کا مدار علم پر ہے۔

حدیث پاک میں ہے : "جس نے بغیر علم کے زہد اختیار کیا وہ دیوانہ ہو گا یا کافر ہو جائے گا"۔ لہٰذا سعادت مند طالب کو چاہیئے کہ پہلے اہلِ فضل و کمال جن کا ظاہر و باطن عمل کے ساتھ مزین ہو کی مجلس میں بیٹھے اور علم دین یعنی فقہ' حدیث اور تفسیر وغیرہ جن کا تعلقِ شریعت کے ساتھ ہے سیکھے تاکہ علم کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی دوستی کی طرف رغبت ہو اور اس کا دل راہِ سعادت کا مشتاق اور اس کی طرف مائل ہو جائے' بعد ازاں اہلِ حقیقت اولیاء کی صحبت اختیار کرے' تاکہ وہ اس کے دل میں محبت و شوق کا بیج کاشت کریں اور تقلید سے تحقیق کی طرف' پوست سے مغز کی طرف اور فرع سے اصل کی طرف پہنچا دیں' اسے عیوبِ نفسانی اور اس راہ کی منازل و مقام سے آگاہ کریں اور اس کا دل غیرِ حق سے پاک کر کے بے خودی و فنا کی شراب چکھائیں۔ لہٰذا علومِ دین سے فراغت کے بعد' جس طرح کے شریعت میں وارد ہے' شغلِ باطنی اور کسبِ معنوی سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے

کیونکہ باطنی اشغال اللہ تعالیٰ کے حضور بہت جلد پہنچا دیتے ہیں اور امورِ نفسانی کو ختم کر دیتے ہیں۔

وہ جماعت جس نے ازلی سعادت کے منشاء کے مطابق قدمِ ہمت بڑھایا ہے، امراضِ قلبی کے دفعیہ اور باطن کی پاکیزگی کے لئے حد سے زیادہ کوشش کی ہے وہ زمرۂ عوام سے نکل کر خواص کے درجہ تک پہنچ گئے ہیں اس لئے کہ حقائق کے پھولوں کی خوشبو مشامِ جان کو اس وقت معطر کرتی ہے اور مجاز سے حقیقت کی طرف اس وقت رستہ ملتا ہے جب کہ اہلِ سلسلہ جو مشائخ دین اور نائبانِ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں، کے طریقہ کے مطابق تصفیہ و تزکیہ جذبہ، سلوک و فنا و بقا کو انجام تک پہنچائے، وگرنہ نابینا کی طرح ہے، جو چمکتے سورج کی روشنی سے بے بہرہ و بے نصیب ہے۔

حدیث پاک میں ہے: دوزخ میں خدا گو یعنی اللہ کا زبان سے ذکر کرنے والی زبانیں ہزاروں ہوں گی لیکن ایک دل بھی خدا شناس نہ ہو گا، خدا شناسی، آراستگی دل اور غیرِ حق سے انقطاع کے بغیر حاصل نہیں ہوتی، لہٰذا چند روز کی جدوجہد کر کے دل کو غیر کی مزاحمت سے پاک کر لینا چاہئے تاکہ ہمیشہ کے حضور کا ملکہ حاصل ہو جائے اور مقصود چہرے سے نقاب اٹھائے۔

اے عزیز! اس حقیقت پر دل سے یقین کر لو کہ جنت الماویٰ کے باغوں اور حق تعالیٰ کے دیدار کے لائق وہ شخص ہے جس کا باطن عالمِ دُنیا سے رخصت کے وقت غفلت کی کدورات سے مبرّا ہو اور اس کا دل نفسانی حرص و ہوا کے ساتھ معلق نہ ہو، اگر تو صاحبِ ہوش ہے تو کوئی وقت بھی غفلت میں نہ گزار کیونکہ گزرا ہوا وقت دوبارہ ہاتھ میں نہیں آتا، ہر چیز کا تدارک ہو سکتا ہے لیکن وقت کا تدارک نہیں ہے۔

حضرت خواجہ عبداللہ انصاری قدس سرہٗ فرماتے ہیں: وقت، دل اور زندگی تیرا سرمایہ ہیں، اگر سرمایہ ضائع ہو جائے اور بے جا صرف ہو جائے تو نفع کہاں

سے حاصل ہو گا۔ قطعہ

ہر یک دمے کی می رود از عمر گوہریست
کانرا خراج ملک دو عالم بود بہا
مپسند کیں خزانہ دہی رائیگاں بباد
وانگہ روی بخاک تہی دست و بے نوا

ترجمہ: "عمر کی ہر گھڑی جو گزر رہی ہے وہ ایک ایسا موتی ہے کہ دونوں جہانوں کی آمدنی اس کی قیمت ہے۔ اس خزانہ کو بے کار برباد کرنا پسند نہ کر ورنہ تو خالی ہاتھ اور بے نوا بن کر قبر میں جائے گا"۔

اس لئے کہ ہر سانس میں بے انتہاء سامان کمایا جا سکتا ہے اور ابدی سعادت کے دروازوں کی چابی حاصل کی جا سکتی ہے۔

حضرت سید الطائفہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں: انسان کے سانسوں میں کوئی سانس بھی فوت ہو جائے تو اس کی قضاء نہیں ہو سکتی اس لئے کہ ہر سانس کا ایک حق ہے اگر آدمی فوت شدہ سانس کی قضا میں مشغول ہو جائے تو موجودہ سانس کا حق فوت ہو جائے گا، گزشتہ کا بدلہ نہ ہو سکے گا، للذا ہر سانس جو موجودہ ہے اس کا حق یہ ہے کہ حضورِ دل کے ساتھ یادِ باری تعالیٰ میں نکلے اور غفلت میں ضائع نہ کرے۔ پاسِ انفاس کی رعایت ہر حال میں مدنظر رہے۔ فرد

کاش کہ قیمتِ انفاس بدانستی خلق تا دمے کہ مانند غنیمت شمرند

ترجمہ: "کاش کہ لوگ سانسوں کی قیمت جانتے، تاکہ چند سانس جو باقی ہیں ان کو غنیمت شمار کرتے"۔

کیونکہ کل قیامت کو ہر آدمی سے ایک ایک سانس کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ فلاں سانس کس نیت اور کس شغل میں گزارا اور اس میں کیا حاصل کیا؟

کیونکہ کل قیامت کو ہر آدمی سے ایک ایک سانس کے بارے میں سوال کیا جائے گا؟ جو سانس ذکرِ الٰہی کے بغیر نکلتا ہے وہ مردہ ہے۔

کُلُّ نَفْسٍ یَخْرُجُ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَهُوَ مَیِّتٌ

ترجمہ: "جو سانس ذکر اللہ کے بغیر نکلتا ہے، وہ مردہ ہے"۔

اگرچہ غافل لوگ زندگی کو بدنی حیات جانتے ہیں لیکن حقیقت میں جو اللہ تعالیٰ سے غافل ہے وہ مردہ ہے۔ فرد

زندگانی نتواں گفت حیاتے کہ مراست زندہ آں ست کہ بادوست وصالے دارد

ترجمہ: "میری زندگی کو زندگی نہیں کہا جا سکتا، زندہ وہ ہے جس کا دوست کے ساتھ وصال ہو"۔

حضرت مولانا حمید الدین ناگوری قدس سرہٗ فرماتے ہیں: جس شخص کا دل زندہ ہو وہ مرتا نہیں، ازلی سعادت مندوں کی جماعت جنہوں نے دلوں کو معرفتِ الٰہیہ کے نُور سے زندہ کر رکھا ہے پلک جھپکنے کے برابر بھی اللہ تعالیٰ کی یادِ سے غافل نہیں ہوتے، وہ ابدالآباد تک اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں۔

اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ

ترجمہ: "بلاشبہ اللہ کے دوست نہیں مرتے"۔

انہیں کے حق میں وارد ہے۔

حکایت: ایک دفعہ دو صوفیوں نے کسی شہر سے حضرت شیخ ابو الحسن نُوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا ارادہ کیا جب وہ شہر کے دروازے پر پہنچے ان میں سے ایک جانوروں کی بولی جانتا تھا، اچانک انہوں نے دو بلیاں دیکھیں جو آپس میں باتیں کر رہی تھیں کہ "ابو الحسن نُوری فوت ہو گئے ہیں" جب صوفی نے یہ بات سنی تو کہا:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ترجمہ : "ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں"۔

دوسرے صوفی نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ ایک بلی دوسری بلی کو کہہ رہی ہے کہ شیخ ابو الحسن نُوری فوت ہو گئے ہیں، جب دونوں صوفی حضرت شیخ کے حجرہ کے دروازے پر پہنچے تو حضرت شیخ باہر تشریف لائے وہ صوفی حیران رہ گئے حضرت شیخ نے حیرت کی وجہ پوچھی تو انہوں نے عرض کی ہم اس شہر میں صرف آپ کی زیارت کے لئے آئے تھے، جب شہر کے دروازے پر پہنچے تو ایک بلی نے دوسری بلی کو کہا ابو الحسن فوت ہو گئے ہیں، حضرت شیخ یہ سن کر رو پڑے اور فرمایا : بلی نے سچ کہا ہے، انہوں نے عرض کی اگر بلی نے سچ کہا تو آپ کس طرح زندہ ہیں؟ فرمایا : آج میں ایک لحظہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو گیا تھا تو زمین و آسمان میں میرے مرنے کی آواز پھیل گئی اور ملک وملکوت کے عالم میں غلغلہ بپا ہو گیا۔

جب ایک ساعت کی غفلت کا یہ حال ہے کہ مُردوں میں نام لکھا جاتا ہے تو افسوس ہے اس شخص کے حال پر جس نے عمر غفلت میں گزار دی ہو لیکن یہ خلعت خاص حضرتِ کبریاء جل جلالہ کی بارگاہ میں گوشہ نشینوں کے لئے ہے جو ہمیشہ دل کو جنابِ اقدس میں حاضر رکھتے ہیں اور ماسوی اللہ کے خیالات میں ملوث نہیں ہوتے۔

سنو! یہی حضوری ہے جو سالک کو زمین کی پستی سے اٹھا کر آسمان کی بلندی تک پہنچا دیتی ہے اور حیوان صفت انسان کو ملائکہ سے افضل کر دیتی ہے یہی حضوری ہے جو

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ

ترجمہ : "ہم شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں"۔

کے راز کو منکشف کرتی ہے، اور حقیر ذرہ خاک کو قربِ الٰہی کی مسند پر بٹھاتی ہے۔

سوال : اس طرح کا استغراق اور دائمی حضوری کس طرح میسر آتی ہے؟

جب عقل مند اور ازلی سعادت مند طالب طریقۂ مذکورہ پر مداومت کرتا ہے لہو ولغو اور جو کچھ دوامِ ذکر وتوجہ میں رکاوٹ بنتے ہیں ان سے اعراض کرتا ہے، عنایتِ ازلی اس کے شاملِ حال ہو جاتی ہے، ذکر اس کے باطن پر قبضہ جمالیتا ہے تو غلبۂ ذکر کے باعث ظاہر وباطن کی غفلت ختم ہو جاتی ہے، نورِ حق دل کے اندر روشن ہو جاتا ہے، وہ اپنے آپ کو اور تمام اشیاء کو اس نُور کے پرتو میں محو وفانی پاتا ہے۔ ظاہر وباطن اسے نُورانی دکھائی دیتا ہے، وہ اس میں محو ہو جاتا ہے، لیکن چاہیئے کہ ان تمام نُور وانوار اور جو کچھ ظاہر ہو اس کی کلمۂ لا کے ساتھ نفی کرے اس سے وراء اپنے مقصد کو تلاش کرے تاکہ پردہ کے بغیر حضور اور آگاہی کے انوار ظاہر ہو جائیں، بے کیف کے نسبت حاصل ہو، اس مقام میں اس حضوری وآگاہی کی پاسبانی ونگہبانی میں اس طرح کوشش کرے جس طرح ذکر کی پاسبانی میں کوشش کرتا ہے، کیونکہ ذکر سے مقصود یہ ہے کہ دل ہمیشہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور آگاہ رہے، کسی وقت بھی اس کو فتور نہ ہو، یعنی خلوت وجلوت، کھانے پینے، چلنے پھرنے، الغرض تمام حالات میں اس کو نصب العین بنائے تاکہ حضوری اور آگاہی کی یہ نسبت دائمی ہو جائے اور سالک کو کامل طور پر اپنے قبضہ میں لے لے، جب یہ نسبت قوی ہو جائے اور باطن کی نظر ہمیشہ اس پر جمی رہے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی ہوائیں چلنا شروع ہو جائیں گی، فنا اور بے خودی حاصل ہو گی اور گوہرِ مقصود ہاتھ آ جائے گا، اس مقام پر کائنات کا ذرہ ذرہ بارگاہِ احدیت کے جمال کا آئینہ دار بن جاتا ہے، بیگانے بھی یگانے بن جاتے ہیں۔

فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡہُ اللّٰہِ

ترجمہ: "تم جدھر رخ کرو گے وہیں اللہ تعالیٰ کی ذات ہے"۔

کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔ بیت

چوں بر افتد از جمالِ او نقاب　　از پس ہر ذرہ تابد آفتاب

جواب: یہ حقیقت فنائے حقیقی کے بغیر میسّر نہیں ہوتی اور فناء تصفیۂ دل اور تزکیۂ نفس کے بغیر حاصل نہیں ہوتی، یہاں مشائخ طریقت کا اختلاف ہے بعض مشائخ کا خیال ہے کہ پہلے تزکیۂ نفس پر ہمّت صرف کرنی چاہئے۔ جب تزکیۂ نفس حاصل ہو جائے تو تصفیۂ دل خود بخود اس کے ضمن میں ہو جائے گا، لیکن حاصل کار اور اسکا قریب ترین راستہ وہ ہے جو طریقہ نقشبندیہ کے اکابر حضرات فرماتے ہیں: کہ مبتدی کو پہلے تصفیۂ دل کا شغل رکھنا چاہئے، ساری توجہ حضرتِ احدیت کی ذات کی طرف کرنی چاہئے۔ جب ذکرِ الٰہی میں استغراق پیدا ہو جائے اور باطن غیر کے خطرات سے خالی ہو جائے تو سالک تجلیاتِ ربانی کا مورد ہو جاتا ہے، ایک تجلی کے ورود سے اتنا تزکیہ ہو جاتا ہے جو سالہاسال کے مجاہدہ سے حاصل نہیں ہوتا، اور یہ مخصوص دولت حضرات خواجگان علیہم الرحمۃ والرضوان کے طریقہ سے ہی حاصل ہوتی ہے، کیونکہ ان کے سیر کی ابتداء عالمِ امر سے ہوتی ہے، اس کے بعد عالمِ خلق میں اور ان کی تمام توجہ ذاتِ باری تعالیٰ کی جانب ہوتی ہے نہ کہ اس کی صفات پر۔

لہٰذا کامل تصفیہ حضور، اس پر دوام اور مکمل استغراق کے بغیر میسّر نہیں ہوتا اور دائمی حضوری ذکر پر مدامت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی، دائمی ذکر، ذکرِ قلبی کے بغیر میسّر نہیں ہوتا، کیونکہ ہر وقت ذکر جہر کا میسّر ہونا بہت مشکل ہے لیکن ذکر قلبی بیٹھنے، اُٹھنے، بولنے، چلنے، مجلس، خلوت، کھانے، پینے ہر حال میں میسّر ہو سکتا ہے کسی وقت اس میں فتور نہیں ہے، اس دولت کا حصول سلسلہ عالیہ کے مشائخ میں سے کسی مرشد کی توجہ والتفات سے وابستہ ہے اس کی توجہ سے دل کی کلی کھل جاتی ہے اور وہ ذکرِ الٰہی سے گویا ہونے لگتا ہے، لیکن اس طریقۂ عالیہ میں دوامِ ذکر اور حضرت سیّدِ انام علیہ الصلوۃ والسلام کی متابعت شرط ہے۔ ''شرائطِ متابعت مقصدِ سوم میں شرح وبسط کے ساتھ تحریر ہو چکی ہیں۔ اسمِ ذات کا ذکر اور نفی واثبات کا ذکر مقصدِ سوم میں شرح وبسط کے ساتھ تحریر ہو چکا۔ وہاں ملاحظہ کر کے عمل کیا جائے''۔

ترجمہ : "جب اس کے جمال سے نقاب اٹھ جاتا ہے، ہر ذرّہ کے پیچھے سے سورج چمکنے لگتا ہے"۔

حضرت خواجہ بزرگ قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز فرماتے ہیں : کوشش کر کہ پہلے اللہ تعالیٰ تجھ میں تیرے بغیر ظاہر ہو، جب اس مقام میں تو استقامت اختیار کرے گا تو جن پر تو نظر ڈالے گا۔ تجھے وہی نظر آئے گا اشیاء تجھے دکھائی نہ دیں گی۔ لیکن خواص جو کامل عارفین ہیں، کے نزدیک عالی مقام وہ ہے جو خود کو خود سے بالکل خالی دیکھے اور اپنی ہستی کو معدوم پائے، وہ علم جس کا تعلق اپنے آپ سے ہے وہ اللہ تعالیٰ سے متعلق ہو جائے اور اپنی خودی کی قید سے اس حد تک نجات پالے کہ نفس کی انانیت کا خاتمہ ہو جائے اس راہ میں سالک کے حق میں اپنی خودی سے بڑھ کر زہرِ قاتل اور کوئی چیز نہیں۔

اب ہم دوبارہ اپنے مدعا کی طرف آتے ہیں، کامل لوگوں کا کہنا ہے کہ افضل ترین ذکر مشاہدۂ مذکور میں ذکر کا بھول جانا ہے۔ سالک کو چاہیئے کہ مشاہدۂ حق جل و علا میں اس طرح مستغرق ہو جائے کہ خود کو اور تمام چیزوں کو فراموش کر دے جب تک سالک ماسوی اللہ کی قید میں گرفتار ہے، اپنی خودی کی قید سے رہائی نہیں پا لیتا، فنا در فنا کا مقام حاصل نہیں کر سکتا، فنا کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ظہور سالک کے ظاہر و باطن میں اس قدر غلبہ حاصل کر لے کہ ماسویٰ کا کچھ شعور باقی نہ رہے۔

فناء الفناء یہ ہے کہ اپنا اور اپنا شعور بھی باقی نہ رہے، اسے اپنا پتہ ہو نہ اپنے غیر کا۔

مُوْتُوْا قَبْلَ أَنْ تَمُوْتُوْا

ترجمہ : "مرنے سے پہلے مرجاؤ"۔

میں موت سے یہی موت مراد ہے کہ غلبۂ حال اور مشاہدۂ ربانی کے باعث

انسان کا شعور باقی نہ رہے اس لئے کہ مغلوب بمقابلہ غالب معدوم ہوتا ہے اس کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ انسان کا جسم ہی منہدم ہو جاتا ہے، لیکن سالک کی خودبینی وخودی بالکل نیست ونابود ہو جاتی ہے جس طرح ستارے سورج کی روشنی میں دکھائی نہیں دیتے، اگرچہ حقیقت میں ان کا وجود موجود ہوتا ہے، لیکن سورج کی کرنوں میں نہ ہونے کی طرح ہو گئے ہیں۔ ان کا کوئی نشان ظاہر نہیں ہے۔

یہ کلمات۔

أَنَا الْحَقُّ

ترجمہ : "میں حق ہوں"۔

سُبْحَانِیْ

ترجمہ : "میں پاک ہوں"۔

لَيْسَ فِيْ جَنَّتِيْ سِوَى اللّٰهِ

ترجمہ : "میری جنت میں اللہ کے سوا کچھ اور نہیں ہے"۔

جو مشائخ کی زبانوں سے نکلے ہیں اسی مقام کے جوش وخروش سے ہے جو بعض بزرگ لوگوں کی ملامت کے تیر کا نشانہ بنے ہوئے ہیں ان کو معذور جانیں کہ ان کلمات کے صدور کے وقت وہ درمیان میں نہ تھے۔ مصرعہ

ایشاں نیند ایں ہمہ الحان ز مطرب است

ترجمہ : "وہ نہیں ہیں یہ سب سریں مطرب کی جانب سے ہیں"۔

ان پر اعتراض نارسائی ونادانی ہے، اس مقام پر ان کی زبان حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درخت کا حکم رکھتی ہے جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے

اِنِّيْ أَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ

ترجمہ : "بلاشبہ میں ہی سارے جہانوں کا رب ہوں"۔

سُنا اور درحقیقت کہنے والا اللہ تعالیٰ تھا نہ کہ درخت، درخت کے پردہ میں وہ خود جلوہ گر تھا، جو کچھ فرمایا وہ خود اس نے فرمایا، لہٰذا بنی نوعِ انسان جو تمام مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا مظہر ہونے میں اتم و اکمل ہے اس میں ظہور ہو تو تعجب کیسا۔

جب سالک خود سے فانی ہو جائے اور بشریت کے آثار میں سے کوئی اثر اس میں باقی نہ رہے تو وہ درمیان میں نہیں ہوتا، یہ سب محبوب کے جلوے ہیں جو محبت کے باعث ظاہر ہوتے ہیں۔

اور آیت مبارکہ

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی

ترجمہ: "جب آپ نے کنکریاں پھینکیں تو اے محبوب! آپ نے نہیں پھینکیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکیں"۔ اسی پر دلالت کرتی ہے۔ رباعی

اربابِ فنا زندہ بجانِ دگرند بیروں ز دو کون در جہان دگرند
کس پے بزبانِ حال ایشاں نبرد ایں طائفہ گویا بزبان دگرند

ترجمہ: "اہل فنا دوسری جان کے ساتھ زندہ ہیں، وہ دونوں جہانوں سے باہر کسی اور جہاں میں ہوتے ہیں، کوئی آدمی ان کی زبانِ حال کی پیروی نہیں کر سکتا ایسا معلوم ہوتا ہے یہ گروہ ایک دوسری ہی زبان رکھتے ہیں"۔

بہت سے سالک سکر و بے خودی کے غلبہ کے باعث اس مقام میں بالکل مجذوب ہو گئے ہیں، اور ان کی ہوش و عقل اسرار و انوارِ الٰہی کے مشاہدہ میں گم ہو گئے ہیں، لیکن کامل لوگ اس مقام میں ٹھہرے ہوئے لوگوں کو کامل نہیں کہتے، کیونکہ وہ سکر کے مقام میں قید ہوتے ہیں اور بقا کے مرتبہ جو فنا کے بعد ہے، تک نہیں پہنچے ہیں، کامل عارفین کے نزدیک کمال یہ ہے کہ باطن پر سکر غالب ہو اور ظاہر پر صحو تاکہ امورِ شریعت میں کوئی قصور واقع نہ ہو اور ترقی رُک نہ جائے، اس لئے کہ ترقی عمل کے دوام سے میسر ہوتی ہے اور دوامِ عمل استقامتِ شریعت پر

موقوف ہے، جس کو بلند استعداد اور عالی ہمت نصیب ہوئی ہو وہ ترقی کا طالب ہوتا ہے وہ اس مقام سے بھی گزر جاتا ہے اور یہ دولت اس شخص کے ہاتھ میں آتی ہے جس نے بشری اخلاق کے خس وخاشاک کو طبیعت کے گھر سے مجاہدہ کے جھاڑو سے صاف کر دیا ہے۔

اس نے لَآاِلٰہَ کی تلوار سے صحن کے اندر سے اغیار کا سر قلم کر دیا اور خانۂ دِل میں کلمہ اِلَّا اللّٰہُ کے اثبات سے خلوت اختیار کر لی، نفس کی پیروی کی بھٹی سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی رضا و ارادہ کے باغ میں ٹہل رہا ہو۔ لہٰذا ہوشیار ہو! اس دولت کو ہاتھ سے کیوں دے رہا ہے اور آخرت میں کام آنے والے کاموں میں کیوں مشغول نہیں ہوتا اور خلاصۂ زندگی کو فانی کے اسباب کے انتظام میں کیوں صرف کرتا ہے۔ جتنا دنیوی سامان زیادہ ہو گا خلل و بے چینی اتنی ہی زیادہ ہو گی کیونکہ تفرقہ والا سامان حاصل کرنے سے دل کی پریشانی بڑھنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور تسکینِ خاطر اور دل جمعی قناعت اور یادِ باری تعالیٰ کے بغیر میسّر نہیں۔

ایک بزرگ نے کیا ہی اچھا کہا ہے: دُنیا کی مثال زنبور کے چھتہ کی طرح ہے جو شہد حاصل کرنے کی غرض سے اس کو ہلاتا ہے تو لاکھوں ڈنگ مارنے والی بھڑیں اس کو کاٹ کھاتی ہیں اگر شہد کے لالچ سے اس کے ساتھ لٹک جائے گا تو ہلاک ہو جائے گا لیکن اگر بھاگ جائے تو نجات پائے گا دُنیا کی قدر وقیمت اتنی نہیں کہ اپنے دونوں جہاں کو اس کے سپرد کریں، اور آخرت کے کام کو معطل چھوڑ دیں۔ فرد

ایں سرائے است کہ البتہ خلل خواہد شد خنک آں قوم کہ دربند سرائے دگرند

ترجمہ: "یہ جہاں آخر کار خلل پذیر ہو جائے گا، اچھے لوگ وہی ہیں جو دوسرے گھر کی فکر میں ہیں"۔

جب اس فانی دُنیا کی زندگی ناپائیدار سمندر کی موج کی طرح ہے، جس میں

بالکل بقا نہیں، عقل مند وہی ہے جو باقی رہنے والے خزانوں کو فانی نقدی سے تبدیل نہ کرے وہ جماعت جس نے باقی کو فراموش کر کے دولتِ جاودانی سے اعراض کر لیا اور عالمِ فانی کی آراستگی میں مشغول ہو گئے، شرف و بزرگی اور درجات کی بلندی مال کے جمع کرنے کو تصور کر لیا ہے، یہ سب ان کی کم فہمی انتہائی جہالت اور نادانی کے باعث ہے، کیونکہ انسان کی ذات میں شرف و بزرگی اتنی ہوتی ہے جس قدر اس میں صفاتِ کاملہ موجود ہوں، جس کو علم، عمل، تقویٰ، مجاہدہ، اخلاص، تہذیبِ اخلاق اور یادِ باری تعالیٰ میں استغراق زیادہ ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا رتبہ و بزرگی بھی زیادہ ہے۔

لہٰذا اپنے پیارے وقت کو ضائع کرنا، جوانی کا وقت اور جسمانی صحت جو کمالات حاصل کرنے کے ذرائع ہیں بیہودہ صرف کرنا عقل مندوں اور داناؤں کے لئے مناسب نہیں، جس وقت آفتابِ عمر غروب ہونے کے قریب ہو جائے گا تو اس وقت کیا کر سکے گا، اب باغِ زندگی تر و تازہ ہے اور جسم کے پھولوں میں سے کوئی پھول یعنی تمام اعضائے ظاہری اور حواس باطنی پژمردہ نہیں ہوئے ہیں۔ فرصتِ وقت کو غنیمت جان! خبردار رہ! اپنے معاملہ کے بارے میں سوچ کہ کہاں جانا ہے اور کس کے سامنے پیش ہو کر جواب دینا ہے۔ آج جن چیزوں کے ساتھ تو الفت کرتا ہے اور ان کو دل سے محبوب رکھتا ہے کل جدائی کے وقت ہزاروں حسرتوں و تکلیفوں سے چھوڑے گا اگر ان کو تو اپنی زندگی میں چھوڑ کر غیرِ حق سے قطع تعلق کر لے ایک عظیم دولت تو پا لے گا۔ چنانچہ حضرت صمدیت عزشانہ فرماتا ہے۔

قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ

ترجمہ: "کہہ دیجئے اللہ پھر ان کو چھوڑ دیجئے"۔

یہ بھی فرمایا:

وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا

ترجمہ : "اور اپنے رب کا نام یاد کیجئے اور ہر کسی سے قطع تعلق کر کے اس سے تعلق جوڑ لیجئے"۔

لہٰذا کوشش کرو کہ وہ وقت آنے سے پہلے فارغ دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یاد میسر ہو اور اللہ تعالیٰ کے سوا دل میں کوئی نہ رہے، اور یہ دولت اہل اللہ کی صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی، کیونکہ ان کی صحبت میں ایسا اثر ہے جو انسان کو حق تعالیٰ کی دوستی کے شرف سے مشرف کر دیتا ہے اور کدورات و ظلماتِ نفسانی کو زائل کر دیتا ہے۔ جب فیض اولیاء کرام کے دلوں پر وارد ہوتا ہے تو ان کی مجلس کے تمام اہلِ مجلس اپنی محبت واعتقاد کے مطابق ان کے فیض سے بہرمند ہوتے ہیں، جس طرح تلوں کا تیل خوشبودار پھولوں کی مجلس میں رہے تو ان کی خوشبو اس تیل میں سرایت کر جاتی ہے اور اس کو اپنے جیسا بنا دیتے ہیں، اسی طرح اولیاء کی صحبت کا بھی ایک اثر ہے کہ ان کا فیض ہم نشینوں کے مشامِ جان کو معطر کر دیتا ہے اور اخلاقِ رذیلہ کو صفاتِ مرضیہ میں تبدیل کر دیتا ہے۔

حدیث پاک میں ہے : کہ اچھے ہم نشین کی مثال عطار کی طرح ہے اگر وہ اپنے عطر سے اس کو کچھ بھی نہ دے تو اس کی خوشبو سے حصہ پا لیتا ہے، اور دماغ کو تروتازہ کر دیتا ہے اور بری مجلس لوہار کی بھٹی کی طرح ہے اگرچہ آگ اس کو نہ جلائے تو بھی اس کا دھواں تکلیف ضرور دیتا ہے۔

لیکن اولیاء کرام کے باطن سے طالب کو اتنا ہی فیض پہنچتا ہے جتنا اس شیخ کی عظمت وبزرگی پہچانتا ہو اور اس سے عقیدت رکھتا ہو۔

مثنوی

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا　　گو نشیں اندر حضورِ اولیاء

ہم نشینی مقبلاں خود کیمیا ست　　چوں نظرِ شاں کیمیائے خود کجاست

چوں شوی دور از حضورِ اولیاء　　در حقیقت گشتہ ای دور از خدا

ترجمہ : ”جو شخص اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی چاہتا ہے، اسے کہو اولیاء کی مجلس میں بیٹھے، مقبولوں کی ہم نشینی کیمیا ہے، کیمیا بھی ان کی نگاہ کی مانند کب ہے۔ جب تو اولیاء کے حضور سے دور ہو گا تو در حقیقت اللہ تعالیٰ سے دور ہو گا“۔

اسی وجہ سے مشائخ طریقت پہلے مریدین کو صحبت کا حکم دیتے ہیں، خصوصاً مبتدی کے لئے اہل اللہ کی مجلس نفل عبادت سے بہتر ہے اس لئے کہ اہل اللہ کی مجلس میں آدابِ طریقت سیکھتے ہیں اور ایک دوسرے سے فیض حاصل کرتے ہیں۔

اَلشَّيْطَانُ مَعَ الْوَاحِدِ

ترجمہ : ”اکیلے آدمی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے“۔

لیکن یہاں ایک بلند بات ہے کہ جاننا چاہیئے وہ مبتدی جس نے ابھی نفس وشیطان کے وسوسہ سے نجات نہ پائی ہو اور اپنی خودی میں گرفتار ہو اس کے لئے صحبت یقیناً فرض ہے، وہ کامل جس نے اپنے آپ اور اپنی خودی سے رہائی پائی ہو اور نفس وشیطان کا اس کے حریم دل میں گزر نہ ہو تو اس کے لئے صحبت و خلوت یکساں ہے، لہٰذا جس سعادت مند کو اس سعادت کی آرزو ہو اس کو چاہیئے کہ اہل اللہ کی صحبت میں حُسنِ ادب کا طریقہ ملحوظ نظر رکھے اس کی شرائط بجالائے۔

آدابِ صحبت کی شرائط : ان کی مجلس میں انتہائی ادب سے بیٹھے، بالا نشینی کا ارادہ نہ کرے، خود کو مفلس ظاہر کرے —— ان کو حقارت سے نہ دیکھے —— ان کے سامنے تکبر نہ کرے —— ان کی مجلس میں لغو وبیہودہ گفتگو نہ کرے —— ایسا کوئی کام نہ کرے جو ان کے لئے موجبِ کراہت ہو۔ جنبی وبے وضو ان کی مجلس میں نہ بیٹھے —— دوسرے اہلِ مجلس سے اپنی فوقیت نہ چاہے —— بلکہ فروتنی وعاجزی ظاہر کرے —— ان کے افعال واقوال پر اعتراض نہ کرے —— جب گفتگو کریں تو دل کو حاضر کرکے ہمہ تن گوش ہو کر سنے کیونکہ اہلِ اسرار کی گفتگو فائدہ سے خالی نہیں ہوتی۔ مجادلہ ومباحثہ کے خیال سے نہیں ہوتی ——

ان کا کلام دل کے کانوں سے سنے —— اپنا تصرف درمیان میں نہ لائے کیونکہ اولیاء کی زبان اسرارِ الٰہی کے خزانے کی چابی ہوتی ہے جب بات زبان سے باہر آتی ہے کانوں میں اثر کرتی ہے اور جو دل سے نکلتی ہے وہ جان میں اثر کرتی ہے —— دل کو ان کے باطن کی طرف متوجہ رکھے، تاکہ سینہ پُر خزینہ سے فیض پہنچے، اولیاء کی صحبت کا فیض دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت غالب آتی ہے یہاں تک کہ دل غلبۂ محبتِ الٰہی میں غرق ہو جائے۔ جب ذوق وشوق کی حلاوت باطن میں اثر کرے تو دل میں غیر کا جو خیال آئے اس سے کراہت و بیزاری کرے اور جو بھی حق کے سوا ہو اس سے ناخوش ہو، ہر گھڑی انتہائی شوق کے ساتھ حق سبحانہ وتعالیٰ کے حضور متوجہ ہو، یہ طریقہ مراقبہ کہلاتا ہے جو اہلِ باطن کی توجہات کی برکت سے حقائق کی روشنی طالبین کے دلوں میں روشن ہو جاتی ہے اور ان کے مبارک سانسوں کی برکت سے دائمی استغراق و حضور پیدا ہو جاتا ہے، لہٰذا جو سعادت منداس دولت کے شرف سے مشرف ہو اسے چاہیئے کہ ہر وقت آنکھ بند کر کے سر، عجز کے گریبان میں جھکائے ہوئے حق سبحانہ وتعالیٰ کے حضور متوجہ ہو، ہر گھڑی ہشیار ہو، دل کے حجرہ پر نگہبانی کرے تاکہ کسی وقت بھی غیر کا خیال دل میں نہ آئے، اور مراقبہ کی برکت سے باطن کا راستہ کھل جائے گا کیونکہ مراقبہ میں حواس کا تعطل اور دل جمعی کامل طور پر میسر آجاتی ہے اور دل مختلف خیالات سے پریشان نہیں ہوتا۔ فرد

چشم بند ولب بند وگوش بند   گر نہ بینی سرِ حق بر ما بخند

ترجمہ : "آنکھ، ہونٹ اور کان بند کر، (پھر بھی) اگر اللہ تعالیٰ کا راز نہ دیکھے تو مجھ پر ہنس"۔

اس لئے کہ زبان، کان اور آنکھ کھڑکی کی مانند ہیں ان کے ذریعہ لاکھوں خیالی صورتیں دل میں داخل ہوتی ہیں اور حدیثِ نفس کو بڑھاتی ہیں اگر کھڑکی بند ہو تو یقیناً آئینۂ دل خیالات کے غبار سے گدلا نہ ہو گا۔

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم قیومِ ثانی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ تحریر فرماتے ہیں: "دل بے کار نہیں رہتا وہ یا تو ماسوی اللہ سے ملا ہوتا ہے یا اپنے مطلوب سے لو لگائے رکھتا ہے"۔

آدمی جب تک بیدار ہو، ظاہری حواس جاسوسی کر کے دُنیا کی خبریں دل تک پہنچاتے ہیں اور اسے پریشان رکھتے ہیں، جب سو جاتا ہے تو یہ کام باطنی حواس کرتے ہیں اور دل کو پریشان رکھتے ہیں، جب صاحبِ دل، دل کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو گویا دل کے گرد ایک خط پیدا ہو جاتا اور وہ اس قابل نہیں چھوڑتا کہ دُنیا کی خبریں دل تک پہنچیں، اس وقت دل اعلیٰ مقصد سے لو لگا لیتا ہے کیونکہ بیکاری اس کے لئے مفقود ہے، اس طرف سے روکا گیا تو اس طرف توجہ کے بغیر چارہ نہیں۔

فضائلِ مراقبہ: جاننا چاہیئے تمام انبیاء کرام اور اولیاء عظام نے فرمایا ہے: کہ معرفتِ الٰہی کے لئے ہمیشہ مراقبہ میں ہونا شرط ہے کیونکہ دوامِ مراقبہ سے بہت جلدی باطن روشن ہو جاتا ہے اور رلاتِ ماسوی اللہ سے نجات پاتا ہے۔ دوامِ مراقبہ یہ ہے کہ ساری توجہ و ہوش اللہ تعالیٰ کی جانب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ وتقدس کا علم اپنے اوپر احاطہ کئے ہوئے محسوس کرے۔

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہے"۔

ہر گھڑی خطرات کی نفی کر کے دل کی آنکھ سے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو دیکھنے والا ہو، ہر ساعت فیضِ الٰہی کا منتظر و امیدوار ہو۔

لیکن عارفین کے نزدیک کمالِ مراقبہ یہ ہے کہ سارے ظاہری و باطنی حواس اپنے اپنے عمل سے بیکار ہو جائیں۔ اور سالک ہر لحظہ خودی سے خالی ہو اور حواس سے غائب ہو کر حق کے حضور حاضر ہو جائے، نہ یہ کہ اپنے مقصود کو شکل مثال، علم اور خیال میں مقید دیکھے۔ معاذ اللہ جو کچھ وہم، خیال، فکر، سوچ اور قوت

ادراک میں آئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے پاک ہے۔

تَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی برتر ہے"۔

مگر وہ شخص جو

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْ

ترجمہ: "مرنے سے پہلے مرجاؤ"۔

کے حکم کے مطابق، طبعی موت سے پہلے مرجائے اور اپنی صفات سے فانی ہو جائے۔ اور حواسِ باطنی یعنی وہم، خیال، مدرکہ اور سوچ کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی ہستی کے ظہور کے نُور میں گم کر دے اور اپنی خودی سے بالکل خالی ہو جائے۔ بعدازاں وہ، دیکھے گا جو کہ بیان میں سمانہیں سکتا۔

لیکن ہر غافل مراقبہ کی قدر کیا جانے اور ہر کور باطن دولتِ معنوی کو کیا پہچانے، اہلِ حقیقت جو کچھ خاموشی وآنکھ بند کرنے میں حاصل کرتے ہیں، اہلِ ظاہر شاید خواب وخیال میں بھی نہ دیکھ سکیں اور جو صفائی مراقبہ کے وقت حاصل ہوتی ہے وہ ہزاروں اوراد و وظائف سے بھی میسّر نہیں ہوتی۔

ابیات

گوہر طلبی صدف شکن باش غواص محیط خویشتن باش

معذوری ازاں کہ بر کناری از غرق شدن خبر چہ داری

ترجمہ: "موتی طلب کرتا ہے تو سیپی توڑ، اپنی ذات کے سمندر میں غوطہ زن ہو جا، تو اس لئے معذور ہے کہ کنارے پر ہے، غرق ہونے کے فوائد کی تجھے کیا خبر ہے؟"۔

طالبانِ حق کو چاہیے کہ ہر وقت مراقبہ میں مستغرق رہیں، کسی وقت بھی اس دولت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں، اس لئے کہ ابدی سعادت اور سرمدی دولت

اسی عمل سے وابستہ ہے۔

محرمِ اسرار حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہٗ السامی فرماتے ہیں :

"مراقبہ کے طریقہ سے وزارت اور ملک وملکوت میں تصرف کے مرتبہ تک پہنچا جا سکتا ہے"۔

مراقبہ کے ملکہ سے جمعیتِ خاطر کا دوام اور لوگوں کے دلوں میں مقبولیت حاصل ہوتی ہے، اے عزیز! مراقبہ کی باتیں کہاں تک کہوں، مراقبہ کی قدر وہی جانتا ہے جس کا باطن انوار واسرار ربانی کا مورد اور جس کے دل کی آنکھ حق سبحانہ وتعالیٰ کے مشاہدہ سے بینا ہو گئی ہو۔ شعر

از کنارِ خویش یابم ہر دمے بوئے نگار   خویشتن راچوں نہ گیرم دائما اندر کنار

ترجمہ : "ہر گھڑی اپنی گود سے محبوب کی خوشبو پاتا ہوں، تو اپنے آپ کو کیوں نہ ہمیشہ گود میں لوں"۔

لہٰذا جو چیز فکر، خیال اور اندیشہ کو زیادہ کرے سالک کو چاہیئے کہ اس سے اجتناب کر کے صاف دل کے ساتھ حق سبحانہ وتعالیٰ کے حضور متوجہ ہو اور اپنی توجہ کا قبلہ ایک مقصود کے سوا کسی کو نہ بنائے، تاکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیشہ اپنے حضور کی گرفتاری عطا فرمائے، کیوں کہ حقیقت میں نجات اسی گرفتاری میں ہے۔

قلبِ سلیم: منقول ہے کہ قیامت کے دن کسی وجہ سے بھی نجات نہیں پائی جا سکتی مگر ایسے دل کے ساتھ جو غیر کی گرفتاری سے صحیح و سالم ہو، جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ

ترجمہ : "اس دن نہ مال نفع دے گا اور نہ اولاد مگر جو اللہ تعالیٰ کے دربار میں قلبِ سلیم لے کر آئے گا"۔

جاننا چاہیئے کہ دل کی دو قسمیں ہیں :

(۱) سقیم

(۲) سلیم

سقیم (بیمار) دل وہ ہے جس میں دُنیا کی فکر کے سوا کوئی دوسری سوچ نہ ہو حرص وہوا، طمع، حسد، بخل، تکبر اور دوسرے خیالاتِ فاسدہ سے آلودہ و پُر ظلمت ہو، کسی وقت بھی اسے خدا یاد نہ آئے، اور انتہائی غفلت سے خواہشاتِ نفسانیہ سے چپکا ہوا ہو۔

قلبِ سلیم وہ ہے جس میں حق سبحانہ وتعالیٰ کے سوا کچھ نہ سما سکے، اور ماسوی اللہ کے خس وخاشاک سے پاک ہو، کسی وقت بھی غیر کا خیال اس کے ارد گرد نہ منڈلائے۔ تمام وقت انتہائی شوق و محبت سے حضورِ الٰہی میں محو ہو، جس کسی کی عالی فطرت ہے وہ مرضِ معنوی سے آگاہ ہوتا ہے اور اس کے علاج میں مشغول ہو جاتا ہے، اس کام کے بارے میں سوچتا ہے جس طرح آب و گل کو مرض لاحق ہوتا ہے، جان و دل کو بھی بیماری لاحق ہوتی ہے، لاکھوں لوگ اصل مقصد کو گم کر کے فرع میں مشغول ہو گئے ہیں اور اس کو انہوں نے اصل خیال کر لیا ہے مگر ہزاروں میں سے ایک ایسا بھی ہوتا ہے جو دل کو گل (جسم) پر ترجیح دیتا ہے، اور حقیقتِ دل تلاش کرتا ہے۔ لہٰذا اس حقیقت کو یقینِ دل سے جان کہ نسخۂ ایمان کی حقیقت اور صحتِ اسلام کو دل پر لکھا گیا ہے سعادت مندوہ ہے جو کسی وقت بھی اس کے مطالعہ سے غافل نہ ہو تاکہ عجیب وغریب رموز جو اس میں پوشیدہ ہیں ظاہر ہوں۔ مثنوی

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است — من نہ گنجم ہیچ در بالا وپست

در زمین و آسماں وعرش نیز — من نہ گنجم از یقین داں اے عزیز

در دلِ مومن بگنجم اے عجب — کہ مرا جوئی برو در دل طلب

باغہائے میوہ ہا اندر دل است — عکسِ لُطفِ او نہ بر آب وگل است

ترجمہ : "حضرت پیغمبر اعظم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا : میں بلندی وپستی زمین و آسمان اور عرش میں نہیں سماتا ہوں،
یقین سے جان! اے عزیز عجب بات ہے کہ میں مومن کے دل میں سماتا ہوں
اگر تو نے مجھے ڈھونڈنا ہے جا دل میں تلاش کر، پھل دار باغات دل میں موجود ہیں، اس کی مہربانی کا پرتو آب وگل پر نہیں ہے (بلکہ دل میں ہے)"۔

اے عزیز! جو کچھ لوحِ محفوظ میں ہے وہ سب کچھ بندۂ مومن کے دل میں ہے، ہر چیز اس میں کیوں نہ ہو مومن کا دل تو خانۂ خدا ہے۔

قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَیْتُ اللّٰہِ تَعَالٰی

ترجمہ : "مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا گھر ہے"۔

جہاں اللہ تعالیٰ ہو وہاں ہر چیز ہوتی ہے۔

سنو! سنو! مومن کا دل بے نشان دریا کا ایک موتی ہے اور عالمِ لامکاں کا ایک راز ہے مومن کا دل ایسا باغ ہے جس کو خزاں نہیں، مومن کا دل ایسا دریا ہے جس کی گہرائی کی کوئی انتہاء نہیں ہے، ہر آدمی اپنی استعداد کے مطابق اس میں غوطہ زنی کرتا ہے، لیکن مرد وہی ہے جو گوہرِ مقصود حاصل کرے۔ فرد

حدیثِ دل اگر گفتم بصد دفتر نمی گنجد   کمالِ وصفِ او ہرگز بہ بحر و بر نمی گنجد

ترجمہ : "اگر دل کی بات کہوں تو سو دفتروں میں نہیں سماسکتی، اس کا کمالِ وصف ہرگز خشکی وتری میں نہیں سماسکتا"۔

حدیث پاک میں ہے : جو شخص ہمیشہ دل کا طواف کرتا ہے، کعبہ اس کے طواف کے لئے آتا ہے، جو شخص ہر وقت دل کو حاضر رکھتا ہے فیض وسعادت کے دروازے اس پر کھل جاتے ہیں۔

جبکہ عاشق دل کا طواف کرتے ہیں تو وہ لقائے خداوندی ڈھونڈتے ہیں اور حاجی کعبہ معظمہ کا طواف کرتے ہیں وہ بقا کے طالب ہیں، دیکھئے کتنا فرق ہے یہ سو

تکلیفوں اور محنتوں کے ساتھ بقا کے آرزو مند ہیں اور وہ ہزاروں درد شوق کے ساتھ لقاء کے مشتاق ہیں، کتنا ہی سعادت مند و صاحبِ دولت ہے وہ آدمی جو محفلِ دل کا انیس اور کشتہِ جان جماعت کا ہم نشین ہے، دل کے آئینہ سے ماسوی اللہ کے زنگ کو دور کر کے حضرتِ احدیت کے نظارۂ جمال میں محو ہو چکا ہے، اس سعادت کے طالب کے لئے اس سے بہتر و اچھا کیا ہو گا کہ پاؤں دامنِ قناعت میں کھینچ لے تنہائی کا کونہ اختیار کرے پھر فضائے باطن جو عارفین کی نظارہ گاہ ہے میں سیر کرے، اور حق بین دل کی آنکھ کھولے۔

حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ

ترجمہ: ”ہم شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں“۔

لہٰذا وہ بندہ سے عام چیزوں سے بڑھ کر زیادہ نزدیک ہے، وہ ہمیشہ حاضر اور اپنے بندے کے حال کو دیکھتا ہے، لیکن افسوس کہ ہم اس قربت کے باوجود اس سے دور پڑے ہیں اور عینِ دریا میں رہتے ہوئے بھی پیاسے رہے ہوئے ہیں بے حجابی کے باوجود حجاب میں ہیں۔ غزل

غرق آبیم و آب می طلبیم درو صالیم بے خبر ز وصال
گنج در آستین و می گردیم گرد عالم ز بہریک مثقال
آفتاب اندرونِ خانۂ ما ست در بدری رویم ذرۂ مثال

ترجمہ: ”ہم پانی میں غرق ہیں لیکن پانی طلب کر رہے ہیں، وصال میں ہوتے ہوئے بھی وصال سے بے خبر ہیں، خزانہ ہماری آستین میں ہے دُنیا کے گرد ایک مثقال کے لئے پھر رہے ہیں۔ سورج ہمارے گھر میں ہے ذرہ کی طرح ہم دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں“۔

چونکہ چمگادڑ کی طبیعت کے لوگ اپنی طبیعت کے حجاب میں ہیں، یہ لوگ

غفلت کی ظلمت اور باطن کی تاریکی کے خوگر ہیں انھوں نے دل کی آنکھ کو حضرتِ حق کی یاد سے منوّر نہیں کیا کور باطنی کے باعث مقصود کے سورج کی روشنی کے سامنے دل کی آنکھ نہیں کھول سکتے، ورنہ مقصود تو جلوہ گر ہے اور محبوب بغل میں، اگر تو غفلت کی روئی کو ہوش کے کانوں سے نکالے اور نشہ سے ہوش میں آجائے تو دیکھ لے گا اور جان لے گا کہ اس کے کیسے کیسے راز ہیں اور تجھ پر کتنی عنایات ہیں۔

حضرت رَبّ العزت عنایتِ سرمدی سے حق قبول کرنے والے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے ہرامتی کے ضمیر پر ہر شب و روز میں ستر مرتبہ نظرِ رحمت فرماتا ہے، ازراہِ کرم غفلت کے جنگل میں بھٹکنے والوں کو خطاب فرماتا ہے کہ اے فرزندانِ آدم! ہم نے سارے جہاں کو تیرے لئے پیدا کیا، تمام چیزوں کو تیری راہ پر قربان کرنے کے لئے بنایا ہے۔ تجھ کو خاص اپنے لئے پیدا کیا، تاکہ عرش سے لے کر فرش تک جو کچھ ہے تیرا خادم ہو اور تو خاص ہماری درگاہ کا ملازم ہو جائے ہماری محبت کے دولت خانہ پر دستک دے ہماری خلعتِ معرفت کو حاصل کرنے میں کوشش کرے۔

حدیث پاک میں ہے: حضرت رب العزت کی بارگاہ سے ہمیشہ انسانوں کو خطاب آتا ہے اے یگانہ دوست بے گانہ نہ بن، میں نے تجھے اپنی یگانگی کے لئے پیدا کیا اور تو اپنے آپ کو بیگانگی میں ڈالتا ہے۔

حضرت مولوی معنوی قدس سرہٗ نے کیا ہی اچھا فرمایا ہے: ابیات

تو ہمائے دولتی اے ممتحن	چند جوئی جیفہ چوں زاغ و زغن
بادشاہی از چہ می باشی گدا	گنج ہا داری چرائی بے نوا
شاہبازِ دستِ سلطانی چرا	در جہاں باشی چو بومان بے نوا
ایں دہ ویرانہ با چغداں گزار	کن بقافِ قرب چوں عنقا گزار
باگدایاں کم نشین شاہی طلب	غافلی بگذار آگاہی طلب

ایں دو روزہ عمر را فرصت شمار   ہاں مشو از دوست غافل زینہار

ترجمہ: "اے مبتلائے امتحان! تو دوستی کی سلطنت کا ہما ہے کوے اور چیل کی طرح مردار کو کیوں ڈھونڈھ رہا ہے، تو بادشاہ ہے۔ بھکاری کیوں بنتا ہے؟ تیرے پاس خزانے ہیں۔ مفلس کیوں بنتا ہے؟ تو بادشاہ کے ہاتھ کا باز کیوں بن چکا ہے، ایسا کرنے سے تو الوؤں کی طرح بے نوا ہو کر رہ جائے گا اس ویران گاؤں کو الوؤں کیلئے چھوڑ، قرب کے کوہ قاف کے نزدیک آ اسے عنقا کی طرح چھوڑ دے بھکاریوں میں کم بیٹھ بادشاہی کو تلاش کر، غفلت چھوڑ آگاہی کا خواہاں ہو اس دو روزہ عمر کو فرصت شمار کر ارے دوست سے کبھی بھی غافل نہ ہو"۔

لہٰذا اپنی قدر وقیمت جان، اپنی حقیقت کو پہچان، اپنی اصل کی جانب نظر دوڑا کہ تجھے ملائکہ کی سجدہ گاہ بنایا گیا اور

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ ان کو دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہیں"۔

کا اعزاز تجھے بخشا، اگرچہ تیری تخلیق مٹی سے ہوئی ہے لیکن تیرے اندر جو راز رکھا گیا ہے وہ عالمِ قدس سے ہے، اگر تو چاہتا ہے کہ اس پوشیدہ راز کو ظاہر کرے تو کوشش کر سینہ کا میدان ہر معلوم چیز سے بالکل خالی ہو جائے کسی وقت بھی غیر کا خیال دل میں نہ آئے۔ مشاہدہ کی آنکھ میں ایک مشہود کے سوا کچھ نہ رہے کیونکہ اربابِ شوق اور کامل اصحابِ ذوق کے نزدیک یہی سب سے بڑا اہم کام ہے کہ دل کا سراپردہ غیر کے خیالات اور دل کی خلوت گاہ دونوں جہانوں کے تعلقات سے پاک ہو جائے اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور سے دل کا تعلق باقی نہ رہے۔ فرد

ہرچہ خواہی بکن اے دوست مکن یارِ دگر   وانکہ بس نبود با تو مرا کارِ دگر

ترجمہ : "اے دوست! جو چاہے کر لیکن کسی اور کو محبوب نہ بنا۔ اگر تو نے ایسا کیا تو میرے ساتھ تیرا مزید کوئی کام نہ رہے گا"۔

لہٰذا جس کسی کے دل میں کسی اور کی محبت کا تعلق ہو، وہ شب و روز اسی کی خواہش اور آرزو میں گرفتار ہوتا ہے لیکن درحقیقت وہ اپنی خواہش پرستی کرتا ہے نہ حق کی عبادت، قرآن مجید میں ہے۔

مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ

ترجمہ : "جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا"۔

لہٰذا دل کو غیرِ حق سے پاک کرنا اور اس کے ماسویٰ کو فراموش کرنا اس راہ کے سالک کے لئے شرط ہے۔ شعر

اگر حریمِ دل از غیرِ دوست سازی پاک صفائی وحدت را اندرونی ادراک

ترجمہ : "اگر دل کی چار دیواری کو محبوبِ حقیقی کے علاوہ اوروں سے تو پاک کردے تو اس میں وحدت کی صفائی پائے گا"۔

محبوبِ ربانی حضرت مجدد و منور الفِ ثانی قدس سرہٗ السامی فرماتے ہیں :
ماسوی اللہ تعالیٰ کا بھول جانا اس راہ کی شرط ہے جب تک آئینۂ دل امکان کے زنگ سے صاف نہ ہو اس میں حضرت واجب الوجود کی ذات کا ظہور محال ہے۔

اہلِ ظاہر کی ایک جماعت جو دولتِ معنوی کے حصول میں کوشش نہیں کرتی اور ظاہری عبادت پر ہی اکتفا کرتی ہے، اس کی یہ ساری عبادت غافل دل کے ساتھ اتنا فائدہ نہیں دیتی، کیونکہ اہلِ حقیقت کے نزدیک دل کی موافقت کے بغیر اعضاء کے ساتھ عمل کچھ کام نہیں آتا اس سے بارگاہ اقدس کا رستہ نہیں کھلتا، اس لئے کہ جو عبادت حضورِ دل کے بغیر ہو سراب کی طرح بے حقیقت چیز ہے اور بے فائدہ دکھائی دینے والی چیز ہے۔ فرد

خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے حاصلے خواجہ بجز پندار نیست

ترجمہ : "خواجہ صاحب خیال کرتے ہیں کہ بہت کچھ حاصل کر لیا ہے، خیال کے سوا خواجہ کو کچھ بھی حاصل نہیں"۔

افسوس وہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ کچھ رکھتے ہیں۔ انتظار کرو کہ پردہ اٹھا دیں جو کچھ تمہارے پاس ہے ظاہر ہو جائے گا۔

لیکن کاملانِ اہلِ حقیقت کی عبادت یہ ہے کہ ہر حال میں دل کی حفاظت کرتے ہیں کسی وقت بھی شاہی محل کی خلوت سرا میں کسی نامحرم کو آنے نہیں دیتے اور ظاہری اعضاء کی بھی حفاظت کرتے ہیں، چنانچہ زبان کو بے فائدہ لایعنی گفتگو، آنکھ کو نامناسب معاملات کے دیکھنے، ہاتھ اور پاؤں کو بے جا حرکات اور کان کو بیہودہ و نامناسب گفتگو سننے سے باز رکھتے ہیں، اس لئے کہ اعضائے انسانی میں شہوت ہوتی ہے، انسان اس شہوت کے باعث گناہوں سے آلودہ ہو جاتا ہے، اکثر لوگ اس شہوت سے غافل ہیں، عقل مند تیز کوشش کرنے والے آدمی کو بھی چاہیئے کہ ان آفتوں سے خبردار رہے ان کا فساد اسلام کے کارخانہ کو خلل میں نہ ڈال دے، خلاصہ یہ ہے کہ اولیاء کی ایک نشانی یہ ہے کہ ان کے کسی عضو سے کوئی نامناسب حرکت وقوع پزیر نہیں ہوتی۔

حضرت خواجہ قطب الدین اوشی قدس سرہٗ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ واصل باللہ کس طرح ہوئے؟ فرمایا : "اندھا، گونگا، بہرا اور لنگڑا بن کر"۔

حضرت شبلی قدس سرہٗ سے دریافت کیا گیا کہ عارف کی پہچان کیا ہے؟ فرمایا : صُمٌّ، بُکْمٌ، عُمْیٌ

"یعنی ہونٹ اور آنکھ کو بند کر کے اور کانوں سے بہرہ ہو کر اپنے کام میں اس طرح مشغول ہو جائے کہ کسی چیز کی خبر نہ ہو"۔

کل روزِ قیامت کو تمام اعضاء کو قوتِ گویائی بخشی جائے گی تاکہ گواہی دیں کہ انہوں نے کیا کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ

ترجمہ: "اس دن ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے، ان کے ہاتھوں سے گفتگو کرائیں گے، ان کے پاؤں گواہی دیں گے اس کی جو انہوں نے (دنیا میں) کمائی کی تھی"۔

یعنی آدمی دُنیا میں جو اچھا اور برا کام کرتا ہے کل قیامت کے دن سارے اعضاء اس کی گواہی دیں گے، جن چیزوں کو آج ناز و نیاز کے ساتھ پالتے پوستے ہیں وہ ساری کی ساری دشمن ہو جائیں گی۔

لہٰذا سالک کو چاہیئے کہ تمام بدنی اعضاء کو گناہوں سے بچائے اور ہمیشہ اپنے احوال کا روزنامچہ ملاحظہ کرتا رہے تاکہ آخر کار شرمندگی و خواری کا سبب نہ ہو ان امراض کا علاج اس سے بہتر نہیں کہ ہمیشہ دل کی اصلاح کی کوشش کرے، جب دل کی اصلاح ہو جائے تو سارے اعضاء کی اصلاح ہو جاتی ہے، وہ دل کی صفت کے ساتھ موصوف ہو جاتے ہیں، اس لئے وجودِ انسانی کی مملکت میں دل بادشاہ اور رئیسِ بدن ہے اور باقی اعضاء رعایا اور خدام کے قائم مقام ہیں، اگر بادشاہ نیک و صالح ہو تو تمام رعایا اور خدام نیک و صالح ہوں گے، اسی وجہ سے کامل اہلِ حقیقت لوگوں کے نزدیک دامنِ دل کو غیرِ حق سے پاک رکھنا تمام عبادات سے افضل ہے۔ حضرت ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ افضل عبادت کونسی ہے؟ فرمایا: "افضل اطاعت ہر وقت اور ہر حالت میں ہمیشہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سوچ رکھنا ہے"۔

اربابِ تحقیق کے نزدیک یہ امر ثابت شدہ ہے کہ اعمالِ باطن ظاہری اعضاء کے اعمال سے زیادہ افضل ہیں، اس لئے کہ اعمالِ باطن سے بہت جلدی دل کا غیرِ حق سے انقطاع حاصل ہوتا ہے۔ صفائی پر صفائی بڑھتی ہے اس لئے اہلِ حقیقت ظاہری اعمال کی زیادتی میں کوشش نہیں کرتے، اور جو تمام عبادات کا مغز ہے اسے

حاصل کرتے ہیں اور کہتے ہیں : ایک قیمتی گوہر ہزاروں سنگریزوں سے بہتر ہے' ایک پر مغز اخروٹ ہزاروں مغز سے خالی اخروٹوں سے بہتر ہے۔ مثنوی

ایں ریاضت نیست گر رنجی بری	کم بخسپی کم بگوئی کم خوری
آں ریاضت باشد اے عالی مقام	گوش کن تفسیر آں را زیں کلام
پاسبانی دل کن اندر کل حال	تانیابد ہیچ دزد آں جامجال
ہر خیالے غیرِ حق را دزد داں	ایں ریاضت سالکاں را فرض داں

ترجمہ : "ریاضت یہ نہیں ہے کہ اگر تو تکلیف اٹھائے کم سوئے' کم بولے اور کم کھائے' ریاضت وہ ہے اے عالی مقام! اس کلام سے اس کی تفسیر سن! ہر حال میں دل کی نگہبانی کرتا کہ کوئی چور وہاں بھٹکنے نہ پائے' حق کے سوا جو بھی خیال ہو اس کو چور جان یہ ریاضت سالکین کے لئے فرض ہے"۔

اس لئے کہ جسمانی ریاضت سے سالک کو اس وقت فائدہ حاصل ہوتا ہے اور قرب میں ترقی ہوتی ہے کہ جب دل تمام عیوب سے پاک اور ماسوی اللہ سے خالی ہو جائے۔

ایک درویش کسی گاؤں میں آیا' خادم سے کہا : پاک جگہ بتاؤ تاکہ میں نماز ادا کر لوں' خادم بیدار دل تھا' اس نے کہا : اپنا دل ماسوی اللہ سے پاک کر لیں اور جہاں چاہیں نماز ادا کر لیں۔

لہٰذا مبتدی کو شروع میں ساری توجہ دل پاک کرنے میں مصروف رکھنی چاہیئے تاکہ آئینۂ دل ماسوی اللہ کے زنگ سے پاک وصاف ہو جائے اور حقیقی مرض جو کہ غفلت ہے' سے صحت پائے۔

کسی بیوقوف نے ایک فقیہ سے مسئلہ پوچھا کہ چوہا کنویں میں گر پڑا ہے تو کیسے پاک کیا جائے' فقیہ نے کہا : اتنے ڈول پانی نکالو تو پاک ہو جائے گا' اس بیوقوف نے چوہا باہر نکالے بغیر اتنے ڈول پانی نکال لیا' نتیجہ یہ تھا کہ کنواں اسی طرح

ناپاک رہا، اس کی ساری مشقت و محنت رائیگاں چلی گئی اور پانی بھی پاک نہ ہوا، جو کچھ اس کا مقصود تھا حاصل نہ ہوا۔

یہی حال ان لوگوں کا ہے جو عبادت غفلت سے کرتے ہیں، دل کی طہارت میں کوشش نہیں کرتے اور یہ نہیں جانتے کہ تھوڑی سی حضورِ دل کے ساتھ عبادت بھی بہت نتیجہ خیز ہوتی ہے۔

حضرت سرورِ عالمیان صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہے: "بہت سے لوگ نماز و روزے سے تکلیف و تھکاوٹ کے سوا کچھ حاصل نہیں کرتے"۔

یعنی وہ لوگ عبادت غافل دل کے ساتھ اور رسم وعادت کے انداز میں کرتے ہیں عبادت کا مدار حضورِ دل پر ہے اور حضورِ مغز عبادت ہے۔ شعر

ذوقِ طاعت بے حضورِ دل نیابد ہیچ کس   طالبِ حق را دل حاضر دریں درگاہ بس

ترجمہ: "حضورِ دل کے بغیر طاعت کا ذوق کسی کو حاصل نہیں ہوتا، طالبِ حق کے لئے اس دربار میں دل حاضری کافی ہے"۔

تذکرہ غوثیہ میں مذکور ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے غوثِ اعظم! جو لوگ تقلید کے راستہ میں ظاہری عبادت میں مشغول ہیں، علمِ تحقیق سے انہیں کچھ خبر نہیں اور وہ رسمی عبادت پر قناعت کرتے ہیں، ان کو عبادت کچھ فائدہ نہیں دیتی۔

یہ گمان نہ کر کہ ساری بزرگی جسم ولباس کی پاکی میں ہے، اور یہ فضیلت غافلانہ عبادت میں ہے ہرگز نہیں بلکہ اصل میں طہارت یہ ہے کہ باطن پاک ہو۔

طہارت کی چند اقسام ہیں:

(۱) ظاہری: یعنی ادائیگی نماز کے لئے جسم ولباس پاک رکھنا، یہ عام مسلمانوں کی طہارت ہے۔

(۲) اعضاء کی طہارت: یعنی ان کو گناہوں سے پاک رکھنا، جیسے جھوٹ بولنا، حرام کھانا، خیانت کرنا، نامحرم کو دیکھنا، غیبت کرنا، یہ متقیوں کی طہارت

ہے۔

(۳) اخلاقِ رذیلہ سے باطن کو پاک رکھنا: جیسے حسد، تکبر، ریاء، لالچ، بغض، عداوت اور تکبروغیرہ، یہ طہارت پارسالوگوں کی ہے۔

(۴) قلب و سر کی پاکیزگی: وہ یہ ہے کہ ماسوی اللہ سے پرہیز کرے یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے علاوہ کسی کو دل میں داخل نہ ہونے دے، یہ عارفین وعاشقین کی طہارت ہے کیونکہ وہ دل کو غیرِ حق سے پاک رکھتے ہیں۔

باطن کی صفائی میں نفس کا کوئی حصہ نہیں کیونکہ لوگوں کی نظریں اس پر نہیں پڑتیں وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نظارہ گاہ ہے نہ کہ مخلوق کی، یہی وجہ ہے کہ ہر کسی کو اس پاکیزگی کی طرف رغبت نہیں۔

سنو! سنو! ظاہری طہارت جسم دھونا ہے، باطنی طہارت دوامِ حضور ہے، ظاہری صفائی پورے جسم کو صاف کرنا، باطن کی صفائی دل کی طہارت ہے، جسم کی آراستگی بالکل فانی ہے اور دل کی آراستگی کامل طور پر باقی رہے گی، اس لئے کہ ظاہر مخلوق کے دیکھنے کی جگہ ہے اور باطن خالق تعالیٰ کے دیکھنے کی جگہ، افسوس صد افسوس مخلوق کی نظر گاہ کو ہم نے سنوار لیا اور خالق کی نظر گاہ کو ہم نے برباد کرلیا، لہٰذا دین و دُنیا کا سعادت مند وہی ہے جس نے ظاہر وباطن کو اخلاقِ ذمیمہ سے پاک کر لیا اور حق کی طرف متوجہ ہوگیا، پست فطرت غافلوں کی طرح خواہشاتِ نفسانیہ کا پابند نہ ہوا۔

جب اس دُنیا کی زندگی پانی پر بلبلے کی مانند اور نیند میں خیال کی طرح ہے تو عقلمند وہ ہے جو خواب پر اعتبار نہ کرے، اگر کوئی شخص خواب میں اپنے آپ کو شاہی لباس میں آراستہ وپیراستہ اور جواہر کے جڑاؤ والے تاج سے مزین، سلطنت کے تخت پر بیٹھا ہوا دیکھے تو وہ حقیقت میں بادشاہ نہیں ہو جاتا، اس لئے کہ وہ ایک خیال سے زیادہ کچھ نہیں جب بیدار ہو گا تو سوائے افسوس وحیرانی کے اس کو کچھ حاصل نہیں ہو گا، اسی طرح اس فانی جہان کی زندگی کا حال ہے، جتنی گزر چکی ہے وہ خواب

وخیال کی طرح نظر آتی ہے، یہی وقتِ حال ہی غنیمت دکھائی دیتا ہے۔

کیا ہی اچھا ایک بزرگ نے کہا ہے: دُنیا کی لذت بعینہٖ احتلام کی لذت ہے، جو لمحہ بھر میں گزر جاتی ہے اس کی کدورت وکثافت باقی رہتی ہے، تو کیوں؟ چند روز تکلیف برداشت کر کے اپنے ہمراہ خزانہ نہیں لے جاتا، جس عالم میں تو نے جانا ہے اس سے آشنا نہیں ہوتا، خیال کر کہ کوئی اجنبی ومسافر کسی ان دیکھے شہر میں آجائے اگر اس کی کسی شخص سے آشنائی ہو تو دلیرانہ طریقہ سے قلبی تقویت کے ساتھ داخل ہوتا ہے، اور اس کے دل میں کچھ فکر وتردد نہیں ہوتا لہٰذا تجھے اس جگہ جانا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے علاوہ کوئی بھی یارومددگار نہ ہوگا، تو اس سے بہتر واچھی بات کیا ہو گی کہ اس جہاں میں اپنے اللہ تعالیٰ سے آشنا ہو جائے، تاکہ آخری وقت

ان لاتخافوا ولا تحزنوا

ترجمہ: "نہ ڈرو اور نہ غم کرو"۔

کی نداء اپنی جان کے کانوں سے سنے اور اس جہاں سے شاداں وخنداں کوچ کرے۔

حدیث میں وارد ہے کہ جب سعادت مند انسان کی روح آسمانوں کے اوپر لے جاتے ہیں تو ساتوں آسمانوں کے ملائکہ تعجب سے کہتے ہیں: اس بندہ نے ایسے جہاں سے نجات پائی جہاں ہم سے بہتر ہلاک ہوئے، یعنی ہاروت اور ماروت۔

بعض اکابر صوفیہ کے ملفوظات میں مذکور ہے: انسان کی روح آسمانِ دُنیا سے اوپر اس وقت تک نہیں لے جائی جاتی جب تک کہ بدن سے جدا ہونے سے پہلے جسمانی اور نفسانی تعلقات کی کیفیت کی تنگی سے اللہ تعالیٰ اسے رہائی عطا نہ کر دے۔

یعنی دل کو غیرِ حق کی گرفتاری سے آزاد نہ کر دیں اور وہ بشری صفات کی

قید سے نکل کر قوتِ روحانی اور ترکِ نفسانیت کے ساتھ باطنی سیر میں عالمِ سفلی سے عالمِ علوی کی طرف عروج کرے، کمالات حاصل کر کے اپنے آپ اور اپنے غیر سے آزاد اور اس جہاں سے بے خبر ہو کر لا مکاں کی فضا میں جو عارفین کی سیر گاہ ہے، میں پرواز کرے۔

لہٰذا اس دولت کو حاصل کر، ذکر کے ذریعے نقوشِ ماسوی کو لوحِ مدرکہ سے محو کر، اہلِ دنیا، غافل اور خواہش پرست جو تیرا وقت ضائع کرنے والے ہیں ان کی طرف ضرورت سے زیادہ توجہ نہ کر کیونکہ ان کی مجلس سراپا ظلمت غفلت بڑھانے والی اور شربت نما زہر ہے جس نے ان کی صحبت سے دل لگایا وہ اللہ تعالیٰ سے دور و مہجور جا پڑا، کیونکہ نوعِ انسانی کی حقیقت دراصل ایک لطیف ترین سریع الاثر جوہر ہے، جس کے ساتھ ملتا ہے اسی رنگ میں رنگا جاتا ہے، اسی لئے اکابر فرماتے ہیں: "ایک اجنبی انسان سو کار آمد مردوں کو راہِ راست سے ہٹا دیتا ہے اور اپنی طرح ان کو بھی اجنبی بنا دیتا ہے، خصوصاً مبتدی کے لئے عام لوگوں کی مجلس انتہائی ضرر رساں ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ خواہشاتِ نفسانیہ اور اخلاقِ ذمیمہ ان پر غالب ہوتے ہیں جب مبتدی عوامی مجلس میں بیٹھتا ہے تو ان کی تاریکی اس پر اثر کرتی ہے اور اسکے باطن کو تاریک کر دیتی ہے۔

حضرت مولوی معنوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: اپنے ہم جنس لوگوں کے علاوہ کسی کی مجلس اختیار نہ کرو کیونکہ طبیعت چور ہوتی ہے پوشیدہ طریقہ سے چیزیں چراتی ہے اور وہ شخص اس سے غافل ہوتا ہے"۔

اگر سالک کی نسبت زیادہ قوی ہو، اور حال اس پر ہمیشہ غالب ہو تو اہلِ غفلت کی کوئی ظلمت اور کدورت اس پر اثر نہیں کرتی۔ کیونکہ کہ حکم غالب کا ہی ہوتا ہے، جس طرح ترازو کا جو پلڑا زیادہ وزنی ہوتا ہے ہلکے پلڑے کو اپنی جگہ سے اٹھا دیتا اور اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، انسان کو بھی چاہیئے کہ لوگوں کے میل جول اور ان کو راضی کرنے میں سرمایہ عمر ضائع نہ کرے۔ اپنے نفس کی تازگی اور اہل و عیال اور

بچوں کی بھلائی میں مشغول رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت اور خوش بختی کی راہ کے کمالات کے حصول سے محروم نہ رہے۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "عجیب بدبخت ہے وہ آدمی جو مخلوق کی رضا کے لئے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی نظروں میں گرفتار بنا لیتا ہے اور چند دنوں کی بھلائی کی خاطر اپنے نفسِ عزیز کو دوزخ کی آگ کا ایندھن بنا لیتا ہے۔

لہٰذا ہر بھائی چارہ اور دوستی جو تجھے دینی فائدہ نہ دے اس کی مجلس کو پسِ پشت ڈال دے کیونکہ وہ زندہ لوگ جن کی مجلس تجھے اللہ تعالیٰ سے روکے رکھے اس مجلس سے مُردوں کی مجلس بہتر ہے۔

حضرت مولانا شمس الدین قدس سرہٗ فرماتے ہیں: مقبولِ حق مرید کی نشانی یہ ہے کہ بے گانہ لوگوں کی مجلس کی اس میں ہمت نہ رہے، اگر اچانک بیگانہ لوگوں کی مجلس میں جانے کا اتفاق پڑ جائے تو اس طرح بیٹھے جیسے منافق مسجد میں، بچہ مکتب میں اور قیدی جیل میں ہوتا ہے، لیکن ان درویشوں کی صحبت جو یادِ خدا میں مستغرق ہیں ایسی دولت ہے جو بیگانہ کو اپنا، گنہگار کو مطیع، پیاسے کو سیراب اور غافل کو ہوشیار کر دیتی ہے۔ مثنوی

جز صحبتِ عاشقانہ مستانہ مبند دل در ہوسِ قومِ فرومایہ مبند
ہر طائفہ ات بجانبِ خویش کشند چغدت سوئے ویرانہ وطوطی سوئے قند

ترجمہ: "مست عاشقوں کے سوا کسی مجلس کا قیدی نہ بن، کمینے لوگوں کی ہوس میں دل نہ لگا، ہر گروہ تجھے اپنی طرف کھینچتا ہے، اُلّو تجھے ویرانہ کی طرف اور طوطی مٹھاس کی طرف"۔

لہٰذا کسی صاحبِ دل کی صحبت اختیار کر جو قربِ الٰہی تک پہنچ گیا ہو، معرفت کی حلاوت چکھ لی ہو اور دل ماسوی اللہ سے قطع کر لیا ہو، کیونکہ اس کی

صحبت کیمیاء ہے جو زنگ آلود لوہے کو خالص سونا بنا دیتی ہے، اگر تو چاہتا ہے کہ ان کے رنگ میں رنگا جائے تو ہمیشہ ان کے ساتھ رہ۔

لیکن یہاں غلطی نہ کھانا کیونکہ اس گروہ کی پہچان ظاہری آنکھوں سے تعلق نہیں رکھتی، اگرچہ بظاہر میرے اور تیری طرح ہنستے اور خوشی کرتے ہیں لیکن باطن میں وہ بندے حضور میں ہوتے ہیں اور ماسوی اللہ تعالیٰ کے خیال سے دور ہوتے ہیں، وہ لوگ میدانِ وحدت کے ایسے شاہباز ہیں کہ حق کے سوا دل کی توجہ کسی طرف نہیں رکھتے، لیکن چونکہ یہ آخری زمانہ ہے ہمتیں کمزور ہو چکی ہیں، اکثر اہلِ ظاہر اسی کو صاحبِ کمال جانتے ہیں جس سے تصرفات اور خوارقِ عادت ظاہر ہوں یا اسے دلوں کو مسخر کرنے والا علم حاصل ہو، اس حقیقت کا محققین اہلِ کمال اور مقربین حضرتِ ذوالجلال کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں ہے، اس لئے کہ ان کے دلوں کے سامنے ایک مقصد ہوتا ہے اگر لحہ بھر بھی اس سے غافل ہو جائیں، غیر اللہ کی طرف توجہ کریں تو محجوب ہو جاتے ہیں اور بہت دور جا پڑتے ہیں۔ فرد

بخواب آلودہ کی کنی طی فرسنگ   کہ وقت از چشم مالیدن شود تنگ

ترجمہ: ”خواب میں آلودہ رہ کر تو ایک فرسخ کا فاصلہ کیسے طے کرے گا جبکہ آنکھ ملنے سے بھی وقت تنگ ہو رہا ہو“۔

بیچارے ظاہر بین نادان جن کی آنکھیں حقیقت کی پہچان نہیں رکھتیں، وہ کیا کریں، یہاں ایک ایک بلند وباریک نکتہ ہے کہ اولیاء کرام کے تصرفات وخوارق اگرچہ برحق ہیں لیکن اکابرِ دین اور راہِ یقین کے سالکین ان کو اس راہ کے مقاصد سے شمار نہیں کرتے۔ ولایت کے لئے یہ (کرامات وغیرہ) ضروری نہیں ہیں لیکن فنا وماسوی اللہ تعالیٰ کا بھول جانا اس راہ کی شرط جانتے ہیں، کیونکہ عالمِ سلوک میں عالی مطلب اور عظیم مقصد یہ ہے کہ دل میں ایک مقصود کے علاوہ دوسرا کوئی مقصد نہ رہے اور غیر بالکل درمیان سے اٹھ جائے، جو کچھ ظاہر ہو نظر میں نہ لائے اور

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی

ترجمہ : "نہ ہی آنکھ نے کجی اختیار کی اور نہ ہی حد سے تجاوز کیا"۔

کی صفت کے ساتھ موصوف ہو جائے، تاکہ درجاتِ ولایت اور مراتبِ قرب حاصل ہوں۔

لہٰذا اگر طالب کو خفیہ اسرار پر اطلاع ہو اور تصرفات پر قدرت بخشی گئی ہو تو حتی المقدور ان کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرے، ان کو بیچنے نہ لگے، کیونکہ اپنے اختیار سے تصرفات کو ظاہر کرنا اس راہ کے سالک کے لئے خدائے ذوالجلال کی بارگاہ اور ایزد متعال کے وصال میں رکاوٹ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ طالبِ خدا کو اگر ذرہ بھر بھی دل میں غیرِ حق کی آرزو یا ہوس ہو تو اللہ تعالیٰ تک پہنچنا اس کے لئے ممکن نہیں۔

جو لوگ خدا رسیدہ ہوئے ہیں انہوں نے دونوں جہانوں کے مقاصد کو چھوڑ دیا ہے، محبوبِ حقیقی کے سوا کسی اور طرف دل کو متوجہ نہیں کیا، وہ حضرتِ احدیت کی ذات کے علاوہ کوئی مقصود، مطلوب اور محبوب نہیں رکھتے۔ تمام چیزوں پر اطلاع رکھنے کے باوجود اپنے ارادہ سے اس کا اظہار بالکل نہیں کرتے مگر حسبِ ضرورت طالبانِ حق کی تربیت یا دین کی تقویت کے لئے اس کا اظہار کر دیتے ہیں۔

عارفاں کہ جامِ حق نوشیدہ اند رازہا دانستہ و پوشیدہ اند

ترجمہ : "جو عارفین اللہ تعالیٰ (کی معرفت کا) جام نوش کرتے ہیں، راز معلوم ہوتے ہوئے بھی پوشیدہ رکھتے ہیں"۔

کیا ہی اچھا ایک بزرگ نے فرمایا ہے : جس طرح پیغمبروں کے لئے معجزات دکھانا فرض ہے اسی طرح اولیاء پر تصرفات اور کشف کرامات چھپانا فرض ہے۔

انبیاء کرام کے لئے وحی کا بند ہونا تکلیف دہ امر ہے اور اولیاء اللہ تعالیٰ کی

سزا کرامات کا ظاہر کرنا اور مومنین کی سزا طاعات میں کمی واقع ہونا ہے۔

مقبولِ ربانی حضرت شیخ ابو القاسم گرگانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں : "پانی پر چلنا مچھلیوں کا کام ہے، ہوا پر چلنا پرندوں کا کام ہے اور غیب کی خبریں دنیا کاہنوں کا کام ہے، یہ سب کچھ ہیچ ہیں"۔

اہلِ کمال مشائخ کے نزدیک بزرگی یہ ہے کہ ظاہر حضرت سرورِ عالمیان صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی متابعت سے آراستہ ہو جائے اور دل غیرِ حق سے خالی ہو کر ہمیشہ ذوق وشوق کے ساتھ حق کے حضور مستغرق ہو جائے اور اس کی توجہ کسی دوسری طرف نہ پھرے، اس لئے کہ غیرِ حق کی طرف توجہ کرنا، مقصود کو بھول جانا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے غافل ہو جانا ہے۔ مصرعہ

کار ایں است غیر ازیں ہمہ ہیچ

ترجمہ : "کرنے کا کام یہی ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں"۔

محبوبِ ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں : میرا ایک مرید بیت المقدس سے یہاں ایک قدم سے آیا ہے اور توبہ کی ہے شیخ صدقہ نامی ایک بزرگ حضرت شیخ کی مجلس میں حاضر تھے، انہوں نے اپنے دل میں کہا جو شخص ایک قدم سے بیت المقدس سے بغداد آیا ہے وہ توبہ کس لئے کرے گا اور شیخ کی اسے کیا ضرورت ہے حضرت شیخ نے چہرہ ان کی طرف کر کے فرمایا : "ارے وہ اس سے توبہ کرتا ہے کہ دوبارہ ہوا میں نہ جائے گا اور میرے پاس آنے کی اس کو حاجت یہ ہے کہ میں اسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت کا رستہ دکھاؤں"۔

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں : "اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے والوں کو کشف کونی کی کوئی ضرورت نہیں، طالبِ خُدا کے لئے درست اعتقاد احکامِ شرعیہ کی رعایت، پورا اخلاص اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور ہمیشہ کی توجہ بہت بڑی دولت ہے"۔

حضرت ابو عمر زجاجی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "اگر میرے وجودِ بشری سے ایک ذرہ کم ہو جائے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ میں پانی پر چلوں"۔

حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "آنکھ کے ہر جھپکنے میں اس وجودِ طبعی کی نفی اور معبودِ حقیقی کا اثبات کرنا چاہیئے اگرچہ نماز، روزہ اور ریاضت و مجاہدہ حضرتِ احدیت تعالیٰ وتقدس میں وصول کے رستے ہیں لیکن ہمارے نزدیک وجود کی نفی قریب ترین راستہ ہے"۔

لہٰذا اس رستہ کے سالک کو چاہیئے کہ اس راستہ میں جو کچھ ظاہر ہو اس کی طرف توجہ نہ کرے اور ہمیشہ نیستی و عدم کے مقام میں ٹھہرا رہے، جو کچھ اس سے صادر ہو، اپنی طرف، اس کی نسبت نہ کرے، جب تصرف اللہ تعالیٰ کا ہے تو اسی کے سپرد کرے اپنے آپ کو درمیان میں نہ دیکھے اللہ تعالیٰ کی بندگی و فرمانبرداری میں کامل ثابت قدمی رکھے ہمیشہ حضرتِ احدیت کے مشاہدہ میں مستغرق ہو کیونکہ مراتبِ علیاء کا حصول استقامت پر موقوف ہے، امورِ خیر پر استقامت عظیم ترین دولت ہے، اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام و اولیاء عظام پر جو انعامات فرمائے ہیں وہ یہی ظاہری و باطنی عبادت میں استقامت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ

ترجمہ: "استقامت اختیار کیجئے جس طرح کہ آپ کو حکم کیا گیا ہے"۔

نبی پاک صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے:

أَلْإِسْتِقَامَةُ أَفْضَلُ مِنْ حُصُوْلِ الْكَرَامَةِ

ترجمہ: "استقامت، حصولِ کرامت سے افضل ہے"۔

محققین اہلِ حقیقت فرماتے ہیں:

كُنْ طَالِبَ الْإِسْتِقَامَةِ وَلَا تَكُنْ طَالِبَ الْكَرَامَةِ فَاِنَّ الرَّبَّ يَطْلُبُ الْإِسْتِقَامَةَ وَاِنَّ النَّفْسَ يَطْلُبُ

اَلْکَرَامَة

ترجمہ : "استقامت طلب کر، کرامت کے طالب مت بنو، بلاشبہ ربِ کریم استقامت چاہتا ہے اور نفس کرامت کا طالب ہوتا ہے"۔

اللہ تعالیٰ تجھے قریب کرنا چاہتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِالسَّلَامِ

ترجمہ : "اللہ تعالیٰ دارالسلام کی طرف بلاتا ہے"۔

اور نفس کی خواہش اللہ تعالیٰ سے دور کرنا ہے۔

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ

ترجمہ : "بلاشبہ نفس برائی کا حکم دینے والا ہے"۔

ایک درویش کو جنگل میں پیاس لگی، اس کے لئے ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ آسمان سے اتارا گیا، درویش نے کہا : اے اللہ! تیری عزت کی قسم! میں تو ایک اعرابی (دیہاتی) کے ہاتھ سے پانی پیوں گا جو میری گردن پر تھپڑ رسید کرے اور تھوڑا سا پانی دے وگرنہ مجھے کرامات نہیں چاہئیے میں کرامات سے بھاگتا ہوں۔

کرامات سے بھاگنا اس لئے ہے کہ نفس میں غرور پیدا نہ ہو کارخانۂ ولایت، جو قربِ حق ہے، میں خلل نہ پڑے، چونکہ خوارق و کرامات غیرِ حق ہیں جتنی غیرِ حق کی طرف توجہ ہو گی اور اس سے آرام محسوس کرے گا اتنا ہی حق تعالیٰ سے دور جا پڑے گا۔

حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس سرہٗ فرماتے ہیں : "عارف کے لئے لذت اللہ کریم (جل جلالہ) سے توجہ ہٹا کر اسے کرامات کی طرف مبذول کرنا ہے، چونکہ جب اس راہ کے سالک کے لئے تصرفات عنایاتِ خداوندی سے ایک عطاء ہے، جو شخص اسی قدر عطاء پر راضی ہو جائے، اس کو عطاء کرنے والی ذات تک پہنچنا مشکل ہے"۔

شیخ المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ فرماتے ہیں : "سالک کے سامنے سو مراتب رکھے گئے ہیں ان میں سے سترھواں مرتبہ کشف و کرامات ہے، اگر اسی (مرتبہ) میں ٹھہر جائے، تو ۸۳ دوسرے مراتب تک نہیں پہنچ سکتا"۔

حضرت شیخ ابو السعود قدس سرہٗ نے اپنے مریدین سے فرمایا : "گیارہ برس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی سلطنت میں تصرف کی اجازت دے رکھی ہے، لیکن میں تصرف نہیں کرتا ہوں، ایک روز انہوں نے پوچھا آپ تصرف کیوں نہیں کرتے فرمایا : تصرف کو میں نے اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا ہے جس طرح وہ چاہے کرے، مولیٰ خادم کو جتنا بھی نوازے اپنا راز دار بنا لے تصرف عطاء فرمائے خزانوں کی چابیاں اس کے سپرد کر دے، خادم کا ادب یہ ہے کہ کینگی اختیار نہ کرے، اس کے بغیر کسی کی جانب توجہ نہ کرے، کسی مقام میں نہ ٹھہرے۔ کسی مرتبہ کو قبول نہ کرے، کسی قید میں مقید نہ ہو اور اگر بند ہو جائے تو آگے نہیں جاسکے گا"۔

حضرت شیخ یحییٰ منیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں : "دنیا میں بہت سے بت ہیں عارفین کا بت کرامت ہے، اگر کرامت میں آرام کرلیں گے تو پردے میں آجائیں گے، کرامت سے بیزاری کریں، اس کو مقصود نہ جانیں گے تو واصل ہو جائیں گے، اس لئے کہ ولایت کے درست ہونے کا تعلق محبوب کے سوا سے منہ موڑ لینے اور ترک کر دینے کے ساتھ ہے، ترک اور اخذ (چھوڑ دینا و لینا) ایک دوسرے کی ضد ہیں، اقبال و اعراض ایک دوسرے کے مخالف ہیں، جب سالک نے کرامت کی طرف رخ کرلیا، اس کو مقصود جان لیا تو حقیقت میں اس نے محبوب سے منہ موڑ لیا، اس کے غیر کی طرف رخ کر لیا، یہ بات طے شدہ ہے کہ دوستی اعراض کے ساتھ نہیں ہو سکتی"۔

مَنْ شَغَلَکَ عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَھُوَ صَنَمُکَ

ترجمہ : "جو چیز تجھے اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے وہ تیرے لئے بت ہے"۔

سوال: بہت سے اہلِ کمال اولیاء جو درگاہِ الٰہی کے مقربین سے تھے بے انتہاء کرامات ان سے وقوع پذیر ہوئیں؟

جواب: سالک نے جب تک سلوک مکمل نہ کیا ہو، تصرفات اور اپنے اختیارات کا ظاہر کرنا مضر اور رکاوٹ ہے، اس لئے کہ ابھی وہ راہ میں ہے، منزلِ مقصود تک نہیں پہنچا، اور جب تک وہ راستہ میں ہے لاکھوں دشمن اس کے ساتھ ہیں، جب وہ فنا وبقاء سے بہرۂ تام حاصل کرلیتا ہے تو اس کا نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے پھر کرامات کا اظہار اس کو نقصان نہیں پہنچاتا اس لئے کہ وہ حق سبحانہ وتعالیٰ میں محو وفانی ہو گیا ہے اپنی ہستی سے اس طرح رہائی پالی ہے کہ بشریت کی بو کا ایک ذرہ بھی اس کے جسم کے شیشہ میں باقی نہیں رہا، اس کی زبان حق سبحانہ وتعالیٰ کی زبان، اس کا ارادہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا ارادہ ہو گیا ہے۔ جو کچھ اس سے صادر ہوتا ہے وہ اس کی طرف سے نہیں ہوتا، کیونکہ اس نے اپنے آپ کو حق کے حضور قربان کردیا اور اللہ تعالیٰ کی ہستی میں فانی ہو گیا، جو کچھ فانی سے صادر ہوتا ہے وہ اس کی طرف سے نہیں ہوتا۔

لہٰذا تصرفات وکرامات کا اظہار اس شخص کے لئے مناسب ہے جو نفس کے دھوکہ سے مطمئن ہو، اور غیر کا خیال اس کے دل کی چاردیواری میں بالکل نہ آئے وہ خود سے فانی ہو کر حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ باقی ہو گیا ہو۔

بعض اہلِ حقیقت اولیاء نے حضرتِ لایزال کی کشش سے اپنے دل ہی دل میں کام کیا ہے، شہرت کو آفت جان کر خود کو مشہور نہ کیا، ناکامی کے کونے اور گمنامی کے گوشہ میں بیٹھ کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی یاد میں زندگی بسر کی، وہ پوشیدہ ہی رہے اور پوشیدہ ہی دُنیا سے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے حال کے جمال کو نامحرموں پر ظاہر نہیں کیا، ہاں محبوبوں کو پوشیدہ ومخفی کوچہ میں کھینچ کھینچ کر لے جاتے ہیں، اہلِ ظاہر میں سے کوئی بھی ان کے حال سے مطلع نہیں ہوا، کیونکہ ان کا ظاہر مخلوق اور باطن خالق کے ساتھ ہوتا ہے۔

أَوْلِيَائِيْ تَحْتَ قَبَائِيْ لَا يَعْرِفُهُمْ غَيْرِيْ

ترجمہ: "میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں، میرے سوا انہیں کوئی نہیں پہچانتا ہے"۔

یہ مقولہ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں وارد ہے، کیونکہ وہ دامنِ ہمت کو نمائش کی آلودگی سے پاک رکھتے ہیں اور آئینۂ دل کو ماسوی اللہ کدورتوں سے صاف ومصفا رکھتے ہیں۔ فرد

ازدروں شو آشنا و زبروں بیگانہ باش ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

ترجمہ: "باطن میں آشنا اور ظاہری لحاظ سے اجنبی رہو، اس طرح کی اچھی روش دنیا میں کم ہی ہوتی ہے"۔

لہٰذا جس نے ان کے ظاہر کو دیکھا ان کے باطن کی نعمتوں سے محروم رہا جس نے ان کے باطن کو دیکھا، ان کی دولت سے بہرہ مند ہو گیا، حق یہ ہے انہیں کوئی بھی نہیں جانتا تو، تو کیا جانے گا، جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے بعض دوستوں کو اغیار کی نظروں سے پوشیدہ رکھے تو ان کو ظاہری لوگوں کے میل جول میں رکھ کر محفوظ رکھتا ہے، عوام ان کو اپنے جیسا جانتے ہیں، لوگوں کی نگاہیں ان کے حال کے حسن پر نہیں پڑتیں۔ مثنوی

آں را کہ ازیں سخن بیان ست عنقا صفت از ہمہ نہاں ست

چوں آب روند بے علائق آمیختہ باہمہ خلائق

ترجمہ: "جس شخص کو اس بات کے اظہار کی قدرت ہے وہ عنقا کی طرح تمام لوگوں سے پوشیدہ ہے ایسے لوگ پانی کی طرح کسی سے تعلق کے بغیر چلتے ہیں لیکن تمام مخلوق سے ملے ہوئے رہتے ہیں"۔

بہت سے اہلِ کمال اولیاء کرام کھانے، پینے، پہننے، سونے، خرید و فروخت اور تمام بشری صفات میں اہلِ ظاہر کی مانند ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے غیر کو ان کے

باطن سے نکال دیا ہے، خواہشِ نفسانیہ ان کی طبیعت سے نکال دیں، وہ جو کچھ کرتے ہیں غیر کو درمیان میں نہیں دیکھتے، اگرچہ ظاہر میں بیوی بچوں اور دوستوں کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں لیکن باطن میں دوسرے جہاں میں قیام پذیر رہتے ہیں، لحظہ بھر بھی خدا سے غافل نہیں ہوتے، لوگوں میں رہنا پھر فراغتِ دل سے خدا کو اس طرح یاد کرنا کہ کوئی گھڑی غفلت نہ آئے جواں مردوں کا کام ہے۔

حضرت مظفر کرمان شاہی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "عارف وہ ہے جس کا دل مولیٰ اور جسم مخلوق کے ساتھ ہو، لیکن اس طرح کے بزرگوں کی شناخت اس وقت ہوتی ہے جب شب و روز ان سے انس و مجلس ہو اور ان سے کچھ مناسبت پیدا ہو جائے"۔

لہٰذا جو سعادت مند ایسے صاحبِ دل کو پہچان لے اور اس کی صحبت اختیار کرلے تو انتہائی عجز و نیاز کے ساتھ اس کی خدمت میں رہے اور اس راہ کے فیضان کی دریوزہ گری ان کے باطن سے کرے ممکن ہے کہ خرمنِ سعادت سے ایک خوشہ مل جائے۔

حضرت خواجہ عبداللہ انصاری قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "جب تو کسی کو پائے کہ تیرا سامان اس کے پاس ہو، اس کی دوا تیرے مرض کے موافق ہو تو اس کے دامن کو مضبوطی سے تھام لو"۔

اے عزیز! ابوابِ سعادت اس پر کھولے جاتے ہیں جو دوستانِ خدا کے ساتھ میل جول رکھے اس لئے کہ وہ فضائے وحدت کے پرندے، حضرتِ صمدیت کی درگاہ کے واصلین، درگاہِ احدیت کے نوازے ہوئے افراد ہوتے ہیں، ہر سعادت ان کے خزینہ میں ہے اور ہر دولت ان کے گنجینہ میں ہے ایسے لوگوں کی توجہ والتفات کی برکت سے غافل بحرِ غفلت سے باہر نکل آتے ہیں اور حق تک پہنچ جاتے ہیں۔

حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ حَسَنَاتُ

اَلْمُقَرَّبِیْنَ سَیِّئَاتُ الْوَاصِلِیْنَ

ترجمہ : "نیکوں کی نیکیاں مقربین کے گناہ ہیں، مقربین کی نیکیاں واصلین کے گناہ ہیں"۔

انہیں کے بارے میں وارد ہے۔ ان کے اوصاف اتنے ہیں اس مختصر کتاب میں سما نہیں سکتے، لہٰذا ہم دوبارہ اپنے مقصد کی جانب آتے ہیں۔

درگاہِ الٰہی کے روشن ضمیر جو خود سے رہائی پا کر حق کے ساتھ پیوستہ ہو گئے ہیں ان کے نزدیک عظیم کام یہ ہے کہ تعلقات میں سے کوئی تعلق دل کو دامنگیر نہ ہو، دونوں جہاں کے مقاصد سے کوئی مقصد ایک محبوب کے سوا دل کے سامنے نہ ہو اگر سالک کے دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی فکر درمیان میں ہو تو ممکن نہیں ہے کہ خدا تک پہنچے اور حجاب بر طرف ہو جائے۔

اس لئے کہ جتنا تعلقات کا بوجھ ہلکا ہو گا اتنا ہی زیادہ جلدی منزلِ مقصود تک پہنچے گا۔

حضرت شیخ شبلی قدس سرہٗ فرماتے ہیں : "اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قرب کی علامت حق تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے قطع تعلق کرنا ہے"۔

سوال : بہت سے اولیاء کرام نے دُنیا اور کاروبارِ دُنیا کو اختیار کیا ہوا ہے بیوی بچوں سے میل جول رکھتے ہیں۔

جواب : صاحبِ کمال اولیاء کرام جن کا معاملہ نہایت النہایت تک پہنچا ہوا ہے ان کا دل ماسوی اللہ کی محبت سے اور ان کا نفس سرکشی و خواہش سے نجات یافتہ ہے تو بیوی بچوں اور مال و متاع کے میل جول سے انہیں کوئی رکاوٹ نہیں، کیونکہ ان کے دل نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس طرح قرار پکڑ لیا ہے کہ درہم و دینار ان کے سامنے پتھروں کی مانند ہیں، بیوی بچوں کا میل جول ان کے دل کو کسی طرح اپنی طرف کھینچ نہیں سکتا، چونکہ محبتِ غیر ان کے دل سے اس طرح چلی گئی ہے کہ کوئی چیز بھی

انہیں فریب نہیں دے سکتی، وہ کسی چیز کی قید میں نہیں ہوتے اور اگر دُنیا و مافیہا ان کے تصرف میں ہو وہ سب کچھ ایک لحظہ میں ہلاک ہو جائے ان کے دل پر اس کا غبارِ ملال ہر گز نہ ہوگا اور اپنے حال سے نہ پھریں گے۔ اگر ایک دانہ اور ایک جبہ بھی اپنی ملکیت میں نہ رکھتے ہوں، اور ایک لمحہ میں تمام دُنیا و مافیہا ان کو مل جائے، ان کا دل بالکل خوش نہیں ہوتا اور اپنی جگہ سے نہیں پھسلتا۔

ایک بزرگ نے کیا ہی خوب کہا ہے: "فقیر وہ نہیں جس کا ہاتھ مال و متاع سے خالی ہو بلکہ فقیر وہ ہوتا ہے جس کی طبیعت حرص و ہوا اور اس کا دل ماسوی اللہ کی فکر سے فارغ و خالی ہو"۔

خلاصۂ گفتگو یہ ہے کہ نہ اس کو دُنیا کے آنے سے خوشی ہوتی ہے اور نہ اس کے جانے سے اسے غم ہوتا ہے، ایسے شخص کو دُنیا کیا نقصان پہنچا سکتی ہے، کس طرح فریب دے سکتی ہے۔

ایک بزرگ نے فرمایا: "وہ درویش جو انتہائی فقروفاقہ میں دُنیا کو محبوب رکھے اس کو زاہد نہیں کہتے"۔

حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کو ساری جاہ و حشمت کے باوجود زاہد کہا جاتا ہے، ہاں ازلی مقبولانِ خداوندی جس حال میں ہوں اور جس کام میں مشغول ہوں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کسی کو انتہائی تنگی و غربت میں اپنے آپ کی قید اور غفلت میں گرفتار رکھتا ہے، اور کسی دوسرے کو انتہائی فراخی و کشائش میں اپنے غیر سے رہائی دلا کر اپنی طرف متوجہ رکھتا ہے۔ مثنوی

چیست دُنیا از خدا غافل شدن نہ قماش و نقرہ و فرزند و زن
مال را کز بہر دیں باشی حمول نعم مال صالح خواندش رسول
آب در کشتی ہلاکِ کشتی ست آب اندر زیرِ کشتی پشتی ست

ترجمہ: "دُنیا کیا ہے؟ خدا سے غافل ہونا ہے مال، چاندی، اولاد و فرزند دُنیا

نہیں ہیں جس مال کو تم دین کے لئے اٹھائے ہوئے ہو تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے اسے اچھا اور صالح مال قرار دیا ہے پانی کشتی میں آجائے تو اسے ڈبو دیتا ہے، پانی کشتی کے نیچے ہو تو مددگار ہوتا ہے"۔

لیکن یہ سب کچھ جو کہا گیا ہے منتہی کے حق میں ہے نہ مبتدی کے بارے میں وہ کامل جس نے فنا و بقا سے مکمل حصہ پایا ہو، اس کی بیماری ختم ہو گئی ہو اور اس نے پرہیز توڑ دیا ہو، لیکن وہ سالک جو ابھی راستہ میں ہو، اس نے اپنا معاملہ ابھی انتہاء تک نہ پہنچایا ہو ابھی کامل و مکمل نہیں ہوا اس کے لئے یہ ساری چیزیں ضرر رساں ہیں، بلکہ مبتدی ایک ذرہ بھی تعلق اختیار کرے تو مقصود تک نہیں پہنچ سکتا، لہٰذا اس راہ کے سالک کو ابتداء میں تمام چیزوں سے اعراض کرنا چاہیئے آئینۂ باطن غیرِ حق سے آلودہ نہ کرنا چاہیئے چونکہ اس زمانہ میں ہر درویش قیاس و دلیل کے بغیر بیمار دل کے باوجود سرمایۂ قلیل سے خود کو منتہی و کامل قرار دیئے ہوئے ہے اور قرب و معرفت کا دعویٰ کرتا ہے یہ سب خیال حد درجہ کی خود بینی اور خامی کے سبب ہیں، کیونکہ جو قرب و معرفت کا دعویٰ کرتا ہے یہی دعویٰ اس کی بُعد کی علامت ہے، مقربین اپنی تعریف خود نہیں کرتے، عارف کو جس قدر قرب زیادہ نصیب ہوتا ہے اپنے نقائص و عیوب پر اس کو زیادہ آگاہی نصیب ہوتی ہے جب حبیب رب العزت حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہے:

مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ

ترجمہ: "اے اللہ! ہم نے تجھے اس طرح نہیں پہچانا جس طرح تیری پہچان کا حق ہے اور ہم نے تیری ایسی عبادت نہیں کی جس طرح تیری عبادت کرنے کا حق ہے"۔

تو دوسروں کو ایسا دعویٰ کرنے کی مجال کہاں۔

کیا ہی اچھا ایک بزرگ نے فرمایا! اپنی ریاضت و کمال پر کبھی بھی مغرور نہ ہو، خود بینی کا دعویٰ نہ کرنا جو کوئی اپنے کمال کو کمال دیکھتا ہے حق کا راستہ اس پر منکشف نہیں ہوتا، لہٰذا اس راہ کے سالک کو اگر طاعت و عبادت کی وجہ سے غرور پیدا ہو تو اس سے توبہ و استغفار کرنی چاہیئے اور حضرتِ احدیت کی بارگاہ میں پناہ تلاش کرے، اس لئے کہ یہ خیال نفسِ امارہ کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے یہ خیال ختم نہ ہو بلکہ غالب ہو تو ابلیس کے حالات کا عبرت کی نگاہ سے مطالعہ کرے، سات لاکھ سال عصمت کے مصلیٰ پر عبادت میں مشغول رہا، ساکنانِ عالمِ بالا کا معلم ہوا، جب خود کو بہتر جانا، اپنی عبادت پر نظر کرنے لگا، تو انتہائی غرور پر فتور کی انانیت کی آگ نے اسے پکڑ لیا، ایک نافرمانی کے باعث اپنی عمر کا سرمایہ برباد کر دیا، سو اس نے دیکھا جو دیکھا اور جب مٹی، جو موجودات میں سب سے زیادہ حقیر تھی، جس کی حقیقت میں شکستگی و کمزوری تھی، انکساری کے باعث تمام موجودات میں سب سے بہتر ہو گئی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے انوار اور دوستی اس میں ودیعت فرما دی، پوشیدہ خزانے اس تاریک وجود میں چھپا دیئے، جب یہ سب درجات اور عالی مراتب اس نے انکساری و خاکساری کے باعث پائے تو چاہیئے اپنی عبادت پر بالکل ناز نہ کرے، ہرگز اپنی عبادت پر مغرور نہ ہو، وہاں بے نیازی ہے وہ نیاز مندی ہی چاہتے ہیں شکستہ دلوں اور خستہ خاطر لوگوں کو ہی بلاتے ہیں، چونکہ حقیقت میں انسان کی تخلیق مٹی سے ہے تو اسے چاہیئے کہ اپنی اصل کا تابع رہے، غرور و خود بینی نہ کرے، عجز و نیاز کا طریقہ ہاتھ سے نہ جانے دے، اور اس سعادت کی توفیق ہمیشہ حضرتِ احدیت جل شانہ کی جناب سے مانگتا رہے تاکہ خاکساری کے ذریعہ اور انکساری کے توسط سے اس درگاہ کا مقبول ہو جائے اور سعادت کے دروازوں سے ایک دروازہ اس پر کھولا جائے۔

حضرت یحییٰ معاذ رازی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "شکستہ دل عاصی، فرمانبردار مطیع جس میں شکستہ دلی و نیاز مندی نہیں، سے بہتر ہے"۔

کیونکہ بندہ اور خدا کے درمیان عجز ونیاز سے زیادہ نزدیک کوئی راستہ نہیں ہے اور خود بینی و تکبر سے زیادہ مضبوط کوئی حجاب نہیں۔

حضرت خواجۂ بزرگ قدس سرہٗ فرماتے ہیں : "اگر کوئی ولی باغ میں آئے اور ہر پتا سے یہ آواز آئے"۔

یَا وَلِیَّ اللّٰہِ

ترجمہ : "اے اللہ کے ولی"۔

تو بھی اسے چاہیئے کہ اپنے ظاہر و باطن سے اس آواز کی طرف کچھ توجہ نہ کرے، بلکہ ہر لحظہ تضرع وبندگی کی صفت میں اس کی کوشش زیادہ ہونی چاہیے۔

اس مقام کا کمال حضور سید العالمین محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ سے مخصوص تھا جتنا انعام واکرامِ الٰہی زیادہ ہوتا حضرت سرورِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا عجز ونیاز اور زیادہ ہوتا، اس لئے کہ ہر عبادت وطاعت سے مقصود یہ ہے کہ عجز ونیاز غالب آئے، نہ کہ تکبر وانانیت بڑھے، جو کچھ سالکین کو عجز ونیاز سے حاصل ہوتا ہے لاکھوں طاعت وعبادات سے میسّر نہیں ہوتا، اس راہ کے سالک کو چاہیئے کہ عجز ونیاز کا طریقہ ہاتھ سے نہ جانے دے، اپنی عبادت کے کمال پر نازاں نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی بے نیازی سے ہمیشہ لرزاں وترساں رہے۔

ایک روز حضرت محمد مصطفیٰ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کا حال کیسا ہے؟ عرض کی یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ جب سے ہم سے ایک یعنی شیطان کو نکالا گیا ہے کسی فرشتہ کو اپنے زاویہ (کونہ) میں امن نہ رہا۔

اے عزیز! تمام فرشتوں کی عصمت وپارسائی کی صفت سے سالک موصوف ہو جائے اور ساری کائنات کی عبادت اس سے صادر ہو تو بھی خود کو کسی سے بہتر نہ جانے، اس پر نظر نہ کرے بلکہ اپنی ساری عبادت کو معصیت کے رنگ

میں دیکھے تاکہ سلامتی سے منزلِ مقصود تک پہنچے، معاذ اللہ (اللہ پناہ میں رکھے) اگر کوئی اس راہ میں لاف مارے، اپنی عبادت پر غرور کرے وہ مدعی ہے، جو اپنے نفس کو اس کی مراد تک پہنچا رہا ہے اور اس کو اس نظارہ سے خوش کر رہا ہے، جب کہ حضرتِ احدیت کی درگاہ کے مقبولین عبادتوں اور سعادتوں کے اتنے خزانوں کے باوجود خود کو انتہائی مفلس جانتے ہیں اور ہمیشہ لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔

خواجۂ ہر دو سرا سرورِ دین و دُنیا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ جن کے سر پر عصمت کا تاج ہے ارشاد فرماتے ہیں :

یَالَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّداً

ترجمہ : "کاش ربِ محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ) محمد (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ) کو پیدا نہ کرتا"۔

حضرت ابو بکر صدّیق رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں : "کاش میں کسی درخت کے پتے ہوتا جن کو بکری چر لیتی"۔

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہا سے لوگوں نے دریافت کیا "برا شخص کون ہے؟ فرمایا : جو خود کو نیک جانے"۔

حضرت امام جعفر صادق رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہ تمام کمالات کے باوجود خود کو "بندۂ شرمندہ"۔ فرماتے۔

حضرت شیخ محمد واسع قدس سرہٗ فرماتے ہیں : "اگر گناہ کی بدبو ہوتی تو میرے پاس کوئی شخص نہ بیٹھ سکتا"۔

حضرت مالک بن دینار قدس سرہٗ فرماتے ہیں : "اگر کوئی دروازے پر ندا دے تم میں سے بدترین شخص مسجد سے باہر آئیں، میرے سوا کوئی شخص باہر نہ آئے"۔

محبوبِ ربانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہ کو لوگوں نے

دیکھا کعبہ معظمہ کا غلاف پکڑ کر عرض کر رہے تھے "اے خداوند کریم! قیامت کے روز مجھے نابینا کر کے اٹھانا تاکہ میں صالحین اور نیکو کار لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ ہوں"۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ سے کسی نے کرامت طلب کی، آپ نے فرمایا: "اس سے زیادہ کونسی کرامت ہے کہ ہم اتنے سارے گناہوں کے باوجود زمین کے اوپر چل رہے ہیں"۔

حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "اس راہ کا سالک اگر اپنے نفس کو سو مرتبہ فرعون کے نفس سے برا نہ دیکھے وہ اس رستہ کا مسافر نہیں ہے"۔

معلوم ہوا کہ قرب و معرفت کی علامت یہ ہے کہ خود کو ساری مخلوق سے کم تر بدتر جانے، نہ وہ جو اپنی تعریف اپنی زبان سے کرے، خلاصہ یہ کہ اہلِ معرفت کی پہچان کے لئے ظاہری دلیل و برہان یہ ہے کہ جو درج ذیل ساری صفات محمودہ اور اخلاقِ ستودہ سے موصوف ہو، اس کو مقربانِ درگاہِ الٰہی سے شمار کیا جا سکتا ہے اور وہ صفات یہ ہیں:

زہد، تقوی، تواضع، تحمل، حلم، علم، توکل، صبر، قناعت، مروت، فتوت، سخاوت، ہمت، تازہ روئی، نیک خوئی، کم گوئی، گوشہ نشینی، تسلیم، یقین، اخلاص، سچائی، صفا، شرم وحیاء، امیدیں کم باندھنا، ریاضت و مجاہدہ، طبیعت کا نرم ہونا، شگفتگی دل، شوق وذوق، خواہشاتِ نفسانیہ کا مخالف ہونا، عصمت، صلاح و راستی، درستی، عجز ونیاز، کم آزاری، بردباری، شب بیداری، الغرض تمام نیک اعمال سے آراستہ ہو، خیر خواہ، نیک کردار ہر آدمی پر شفیق، باوفاء، آہستہ گفتگو کرنے والا، بے حرص، کسی کو گالی دے نہ لعنت کہے، نہ غیبت کرے، نکتہ چینی نہ کرے، لغو گوئی نہ کرے، حسرت نہ کرے، کسی کو ناراض نہ کرے اور نہ کسی سے ناراض ہو، خندہ روئی سے خوش کلامی سے گفتگو کرے۔ دوست و دشمن کو یکساں دیکھے جو کچھ کہے حق کہے، ہر وقت اللہ تعالٰی کی خوشنودی تلاش کرے، تمام ظاہری امور میں حضرت سرورِ عالمیان صَلَّی اللہ

عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے اخلاقِ مبارکہ سے متصف ہو، اس کی صحبت کا ایسا اثر و تاثیر ہو کہ ہم نشینوں کے دل پر دُنیا سرد ہو جائے اور اس کے ہم نشینوں سے غفلت دور ہو جائے، اہلِ معرفت کی یہ سب ظاہری علامات ہیں اور کامل معرفت والا عارف جو باطن کی سیر میں دیکھتا ہے اور پوشیدہ اسرار جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ رکھتا ہے اس کو کون بیان کرسکتا ہے کہ وہ حال کا معاملہ ہے نہ کہ قال کا، حال کو عبادت میں بیان کرنا محال ہے، لہٰذا جس میں یہ سب اخلاق واوصاف حمیدہ نہ ہوں اور خود کو نیک گمان کرے اور خود کو اولیاء سے شمار کرے وہ دیوانہ وخام طبیعت کا مالک ہے۔

اے دوستو! ہوشیار رہو ہمت کرو تاکہ اس منصب سے سرفراز ہو جاؤ اس خلعت سے ممتاز ہو جاؤ ہمت کام سنوار دیتی ہے، بے ہمت کوئی کام نہیں کر سکتا، کسی مقام پر نہیں پہنچ سکتا، جو شخص باہمت ہے اس کے لئے ہر چیز آسان ہے، اس لئے کہ صاحبِ ہمت جب تک اپنے مقصود کو نہ پالے کسی جگہ نہیں رکتا اور نہ کسی سے ملتا ہے۔

حضرت ابو منصور حلاج قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "مرید وہ ہے جو پہلے اپنے قصد کا نشانہ اللہ تعالیٰ کو بنائے، جب تک اس سے واصل نہ ہو جائے کسی جگہ آرام نہ کرے، کسی آدمی سے مشغول نہ ہو"۔

کمالِ ہمت یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے علاوہ کسی سے دل نہ لگائے، حق سے حق کے سوا کچھ طلب نہ کرے، کیونکہ جس کا ارادہ بلند اور ہمت عالی ہے اس کا نفسِ نفیس متاعِ قلیل اور ادنیٰ درجہ پر اکتفاء نہیں کرتا اور بلند ہمتی کے باعث وہ کچھ چاہتا ہے کہ دُنیا ومافیہا اس کے مقابلے میں بہت حقیر ہوتی ہے۔

حضرت خواجۂ بزرگ قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ہم نے جو کچھ پایا بلند ہمتی کے باعث پایا ہے، کیونکہ ہمت جتنی زیادہ عالی ہوتی ہے مقصود کے تلاش میں جدوجہد بھی اتنی زیادہ ہوتی ہے، اور اس راہ کی محنت ومشقت سے ہرگز ڈرنا نہیں چاہیے"۔

لہٰذا مردبن شاہبازوں کی طرح کام میں پنجہ مار تاکہ تیری جگہ بادشاہ کے

ہاتھ پر ہو، اور تیرا معاملہ زمین کی گہرائی سے نکل کر آسمان کی بلندی تک پہنچے اور ایک جہاں کو تیری توجہ و برکت سے فیض پہنچے۔ ابیات

آسمان شو ابر شو باراں ببار ناوداں بارد نیاید ہیچ کار
ابر بارد گل بروید رنگ رنگ ناوداں ہمسایہ را آرد بجنگ

ترجمہ: "آسمان ہو، بادل ہو اور بارش برسا، پر نالہ سے پانی برستا ہے، کسی کام نہیں آتا، بادل برس کر رنگا رنگ پھول اگاتا ہے، پر نالہ پڑوسی کو لڑائی پر اکساتا ہے"۔

اے عزیز! اس حقیقت کو یقینِ دل سے جان کہ اس دولت کی استعداد افرادِ انسانی میں سے ہر فرد کو عطاء فرمائی گئی ہے اور ان سب کمالات کی قابلیت بنی نوعِ انسان سے ہر ایک کو بخشی گئی ہے، جس طرح بیج کے دانے میں سبز پتے، رنگا رنگ پھول اور شیریں و ترش میوہ جات پوشیدہ ہوتے ہیں، جب ان کو زمین میں کاشت کریں، پانی دیں ان کی پرورش کریں اور ان کی حفاظت کریں، یہاں تک کہ وہ کمال تک پہنچ جائے، جو کچھ اس کی خاصیت ہے ظاہر ہو جاتی ہے، اسی طرح انسانی جسم میں ایک خاصیت ہے جو کوئی مجاہدہ و ریاضت ذکر و اذکار اور کمالات حاصل کرنے کا طریقہ اپناتا ہے تو اس سے جوہرِ اصلی نمو پاتا ہے اور جو اس کی استعداد میں پوشیدہ ہوتا ہے ظاہر ہو جاتا ہے، وہ خاصیت یہ ہے کہ انسان چوپایوں کی صفت سے ملکی صفات تک پہنچ جاتا ہے فیضِ ربانی کی واردات کے لئے تیار ہو جاتا ہے، خزینۂ محبت و گنجینۂ اسرارِ الٰہی کے لائق ہو جاتا ہے اور حضرتِ احدیت جل شانہ کی ذات و صفات کا مظہر ہو جاتا ہے۔

انسان اگر اپنی خاصیت کا مظہر نہ ہو حقیقت میں وہ انسان نہیں ہے اگرچہ شکل و صورت انسان والی رکھتا ہو، جیسا کہ زنگ خوردہ لوہا کسی کام نہیں آتا اسی طرح وہ انسان جو غفلت کے رنگ میں اپنی اصلی صفت سے پھر گیا ہو، کسی کام کا نہیں ہوتا

وہ محض بے فائدہ چیز ہے اور یہ بات پختہ ہے بے فائدہ چیز کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا، لہٰذا آگاہ رہو! اس دولت کی قدر پہچان! اور کوشش کر کہ پردۂ غفلت اٹھ جائے، اور کوئی سانس یادِ باری تعالیٰ اور حضورِ حق کے سوا نہ نکلے، تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات اسی کام کے لئے مبعوث ہوئے ہیں، تاکہ خلقِ خدا کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور کا راستہ دکھائیں اور پردۂ غفلت سے نکال کر حضرتِ احدیت جل شانہ کے جمال کا مشتاق بنائیں، کیونکہ تمام کاموں سے برا کام غفلت و غافلی ہے، تمام مفلسیوں کا سردار بیکاری و کاہلی ہے جو آدمی کو کسبِ سعادت (کمالات) اور زادِ آخرت سے محروم رکھ کر یادِ الٰہی سے غافل کر دیتی ہے۔

پاسِ انفاس: اے عزیز! خطرات کے دروازے بند کرنا، خود کو بندگی و فرمانبرداری میں لانا اور تمام عبادات اور غیر عبادات میں دل کو حاضر رکھنا جواں مردوں کا کام ہے، چنانچہ تمام کتب منزلہ، انبیاء کرام کی احادیث و آثار اولیاء عظام کے ارشادات اور مشائخ کے ملفوظات اس حقیقت پر ناطق ہیں لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ ہر وقت حضورِ دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہے ان ساعات میں سے کوئی ساعت اللہ تعالیٰ سے غافل نہ رہے۔

حضرت ابو سعید حراز قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "اپنے عزیز وقت کو عزیز ترین چیز کے سوا کسی اور کام میں مصروف نہ کر اور بندہ کے لئے عزیز ترین چیز اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغولیت ہے"۔

ایک بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے، جو شخص ہمیشہ حضرتِ صمدیت کی درگاہ کی دربانی کرتا ہے یعنی ہر گھڑی حضورِ دل کے ساتھ ہو، ایسے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے اپنے کمال کرم وعنایت کی گود میں لیتا ہے اور اسے محبوبیت کے درجہ میں قبول فرماتا ہے۔

ابیات

ترا یک پند بس در ہر دو عالم　　که بر ناید زجانت بے خدا دم

اگر تو پاس داری پاسِ انفاس سلطانی رسانندت ازیں پاس

ترجمہ : "تجھے دونوں جہاں میں ایک نصیحت کافی ہے کہ یادِ خدا کے بغیر تیرا سانس نہ نکلے، اگر تو پاسِ انفاس کا لحاظ رکھے گا تو اس پاسِ انفاس سے تو بادشاہی تک رسائی حاصل کرے گا"۔

آفتابِ طریقت ورہبرِ سالکانِ حقیقت حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ فرماتے ہیں : دو آدمیوں کو میں نے مکہ مکرمہ میں دیکھا ایک نہایت پست ہمت تھا اور دوسرا انتہائی بلند ہمت، پست ہمت وہ شخص تھا جس نے طواف گاہ میں دونوں ہاتھوں سے حلقۂ کعبہ پکڑا ہوا تھا، ایسے قیمتی وعزیز وقت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے غافل تھا اور حق سے غیرِ حق کا طالب تھا، بلند ہمت وہ تھا جو میں نے منیٰ کے بازار میں دیکھا کہ ایک نوجوان تقریباً پچاس ہزار دینار کی تجارت کر رہا تھا اس دوران ایک لحظہ بھی اس کا دل اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے غافل نہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ان ہی لوگوں کے حق میں وارد ہے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

ترجمہ : "کچھ مرد ایسے ہیں جن کو خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی ہے"۔

لیکن اس نسبت کے حصول کے لئے پوری قوت درکار ہے کہ ظاہری اشغال باطنی توجہ کے لئے رکاوٹ نہ ہوں، اس نسبت کی طاقت کہ ظاہر لوگوں کے ساتھ ہو اور باطن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ ہو، اس وقت حاصل ہوتی ہے جب لحظہ بہ لحظہ سالک ہوشیار و خبردار رہے، تمام اوقات میں پاسِ انفاس کی رعایت رکھے، اس بات میں انتہائی احتیاط برتے کہ محبوب کا گھر اغیار کے خیالوں سے کبھی بھی آلودہ نہ ہو، کسی وقت بھی دل کی چاردیواری میں غیرِ حق سبحانہ وتعالیٰ کا گزر نہ ہو، جب ہر ہر لحظہ صاف دلی کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف متوجہ ہوگا، بلکہ جب یہ حقیقت

حاصل ہو جائے گی تو کوئی چیز بھی حضرتِ احدیت کے مشاہدہ سے پوشیدہ نہیں کر سکتی، اس مقام میں قرب ہی قرب اور حضور ہی حضور ہے۔

اسی وجہ سے اکابرین فرماتے ہیں: غیر کا ہر خیال جو صوفی کو دل میں آئے اس خیال سے استغفار کرنا چاہیئے جب تک اس کی نفی نہ کرے آرام نہ کرے۔

اس لئے کہ دل غیرِ حق سے خالی کرنا اور توجہ کی باگ ماسوی اللہ سے پھیر کر ساعت بھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جناب میں متوجہ کرنا ہر اس چیز سے جس پر سورج چمک رہا ہے اس سے بہتر ہے، لہٰذا اس راہ کے سالک کو چاہیئے کہ ماضی و مستقبل کے خیالات سے دل کو فارغ رکھے اور اپنے تمام کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے، اللہ تعالیٰ کے دوستوں نے اس راہ میں کمال درجہ کی جدوجہد کی ہے اور جو چیز خیالات کے اضافہ کا باعث ہوتی ہے اس سے اجتناب کیا ہے، کیونکہ جو خیال حق کے سوا ہو، بندہ وخدا کے درمیان حجاب لاتا ہے اور دل کو تفرقہ میں مبتلا کر دیتا ہے تفرقۂ دل سے حدیث النفس بڑھتی ہے پھر حدیثِ نفس سے فیضِ الٰہی منقطع ہو جاتا ہے۔

حدیثِ نفس کی تعریف : حدیثِ نفس یہ ہے کہ قسم قسم کے خیالات قوتِ متخیلہ میں آنے لگیں اور مختلف قسم کے افکار و قسم قسم کی آرزوئیں دل میں پیدا ہوتی ہیں، جب خطرات دل میں پختہ ہو جاتے ہیں تو دل کو سیاہ کر دیتے ہیں اور غفلت کے بھنور میں ڈال دیتے ہیں، پھر انتہائی غفلت سے کسی وقت بھی خدا یاد نہیں رہتا، لیکن خیال اگر اتفاقیہ طور پر آکر گزر جائے تو اتنا نقصان نہیں پہنچتا لیکن اسے دل میں گھر کرنے نہ دے۔

لہٰذا سالک کو چاہیئے جس وقت خطرہ پیدا ہو تو اس کا منشاء جانے کہ کہاں سے اٹھا ہے اور کس وجہ سے پیدا ہوا ہے، جو چیز منبعِ خطرات ہو اس کو سامنے سے اٹھا دے، اور نفی و اثبات یا اسمِ ذات میں مشغول ہو جائے، جب حدیث النفس کی جگہ اللہ تعالیٰ کا ذکر قرار پکڑ لے تو تمام شیطانی و نفسانی خطرات برطرف ہو جاتے ہیں،

اور صفائی قلب ونورِ حضور حاصل ہو جاتا ہے، اسی لئے کاملانِ طریقت فرماتے ہیں :

عِبَادَةُ الْفَقِيْرِ نَفْيُ الْخَوَاطِرِ

ترجمہ : "فقیر کی عبادت (دل سے) خطرات کی نفی کرنا ہے"۔

تو کوئی بھی عبادت اس سے بہتر وعالی شان نہیں کہ خطرات کی نفی ہو کر دل صاف ہو جائے، لیکن خطرات میں تمیز کرنا بہت مشکل ہے مگر جو کمال درجہ کی صفائی اور نُورِ فراست رکھتا ہو تو اسے یہ امتیاز حاصل ہو جاتا ہے۔

اس راستہ کے کاملین لکھتے ہیں کہ خطرات چار قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) شیطانی (۲) نفسانی (۳) ملکی (۴) رحمانی

خطرۂ شیطانی : گناہوں کا خیال ہے۔

خطرۂ نفسانی : دنیا کی حرص وہوا، لذت و شہوت اور قسم قسم کی نعمتوں کا خیال ہوتا ہے۔

خطرۂ ملکی : عبادت وطاعت کا خیال ہے۔

خطرۂ رحمانی : محبت کی طلب اور عرفان کا شوق ہے، یہ خیال محض فضلِ ربانی ہے آدمی کو اس سے محبت اور طلب پیدا ہوتی ہے اور اس کے توسط سے اللہ تعالیٰ کا عرفان نصیب ہوتا ہے، اگر تو اس سعادت کو پانا چاہتا ہے تو ماسوی اللہ کے تمام تعلقات دل سے نکال کر مردانہ وار قدمِ ہمت اس راہ میں رکھ، اور بشری طاقت کے مطابق پر وبال کھول امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ مقصود حل ہو جائے گا۔

مقصدِ پنجم

★ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا عشق و محبت۔ ★ اس کے حصول کا طریقہ۔ ★
★ مناجات۔ ★ بعض دیگر فوائد۔ ★

اے عاشقِ صادق جان لے! انسان جوہرِ روحانی لطیفۂ ربانی ہے، نہ کہ قالبِ ظلمانی و پیکرِ ہیولانی، اس وجہ سے روح کا پرندہ سرور و راحت سے لامکان کی فضا میں بلند پروازی و جلوہ سازی کرتا تھا اور ہمیشہ مشاہدہ میں رہتا تھا، جب اس کو قربِ الٰہی سے جدا کر کے خاکی پنجرے کی قید میں محبوس کیا گیا تاکہ وہ ہمیشہ اپنے وطنِ اصلی کا آرزو مند و مشتاق رہے اس کی شرابِ عشق سے مست ہو کر بادۂ شوق و محبت چکھے محبوبِ حقیقی کے وصالِ بے مثال کا طالب ہو، وجودِ عنصری کی تاریکی میں ہزاروں درد و شوق سے حضرتِ احدیت کے انوار کے مشاہدہ میں غرق رہے، حق کے سوا کسی چیز سے دل نہ لگائے، امورِ فانی پر شیفتہ و فریفتہ نہ ہو، یعنی عالمِ شہادت (دنیا) میں آنے اور جسم کی خلعت پہننے سے پہلے جس طرح پاک و لطیف تھا، اسی طرح اس کے عشق و محبت کی حرارت سے لطیف تر ہو جائے، ظاہری و باطنی کمالات اور دیگر کمال و جمال حاصل کر کے اپنی اصل تک رسائی میں جلدی کرے اور اپنی حقیقت جو حقیقت الحقائق ہے سے واصل ہو جائے۔

لہٰذا دیکھ! اور اپنی حقیقت پہچان! تجھے کتنے اعزاز و اکرام سے معزز و مکرم بنایا گیا ہے اور کتنی رفعت و کرامت سے نوازا گیا ہے۔

بعض کتب سماویہ میں مذکور ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جس چیز کو وجود عطاء کیا ہے اور جو کچھ پیدا کیا' اپنی قدرت کے تقاضا سے پیدا کیا لیکن انسان کو اپنی محبت کے تقاضا سے پیدا کیا۔

اسی وجہ سے ساری کائنات حیرت کی وادی میں سرگشتہ ہے کہ ذاتِ پاک جل مجدہ کی اس مشتِ خاک (انسان) پر اتنی عنایات کیوں ہیں؟ کہ اس کے دل کو اپنے انوار کے گھیرے میں لے کر اپنی محبت کا پیمانہ بنا دیا ہے' حق یہ ہے کہ یہ سب انتہائی عنایات اور بے انتہاء کرم کیوں نہ ہوں' کہ اولاً آفتابِ شوق اس کی رضا کے مطلع سے طلوع ہوا اور ہم کو عدم کے خلوت خانہ سے وجود کے سفید صحراء میں لا کر خطاب فرمایا:

"اے بندۂ خاکی! ہم تیرے ہیں اور تو ہمارا ہے' ہم تجھے چاہتے ہیں اور تو ہمیں چاہ"۔ شعر

منگر بہر گدائے کہ تو ازاں مائی مفروش خویش ارزاں تو بے گراں بہائی

ترجمہ: "ہر گداگر کی طرف نہ دیکھ تو ہمارا ہے' اپنے آپ کو سستا نہ بیچ تو بہت قیمتی ہے"۔

لہٰذا سچے عاشقوں اور اس سعادت کے طالبوں کو چاہیئے کہ اس کے عشق کی آگ میں جل کر' دونوں جہاں سے آنکھیں بند کر کے محبتِ الٰہی میں اس طرح محو وفانی ہوں کہ کسی چیز کی خبر نہ رہے اور غلبۂ محبت کے باعث محبوب کے علاوہ کوئی چیز نظر نہ آئے۔ فرد

ہر لحظہ کہ در عشقِ جمالِ تو شدم غرق جز روئے تو درپیشِ نظر جلوۂ دگر نیست

ترجمہ: "جس گھڑی تیرے جمال کے عشق میں غرق ہو جاتا ہوں' تیرے

چہرے کے سوا کوئی دوسرا جلوہ پیشِ نظر نہیں ہوتا"۔

وہ لوگ جو بادۂ الست سے مست ہیں اور محبوبِ حقیقی کے سوا کسی سے محبت نہیں رکھتے، جو کچھ کہتے ہیں اسی کے بارے میں کہتے ہیں، ہر جگہ اس کو ڈھونڈتے ہیں غلبۂ محبت سے اس کے سوا نہ کسی کو جانتے اور نہ ہی کسی اور کو پہچانتے ہیں۔

ایک روز مجنوں نے عشق کے جوش سے لیلیٰ کے کوچہ میں قدم رکھا، آتشِ عشق اس کے سینہ کی بھٹی میں جوش مار رہی تھی، مستانہ وار اس کے ہر در و دیوار کو بوسے دیتا، اس کے پتھروں وڈھیلوں پر چہرہ رکھتا، خون کے آنسو بہاتا، جلتی آہیں سینہ سے نکل رہی تھیں، لوگوں نے پوچھا! اے مجنوں! در و دیواروں سے کام نہیں بنتا، پتھر کے آئینہ سے جمالِ محبوب دکھائی نہیں دیتا، در و دیوار کو بوسہ دینے، زار و قطار رونے اور چہرے کو مٹی پر ملنے سے کیا حاصل؟ مجنوں نے قسم کھا کر کہا: جب سے میں قدمِ صدق کے ساتھ لیلیٰ کے کوچہ میں آیا ہوں، اس کے کوچہ میں اس کے چہرہ کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

لہٰذا سوچ! ایک عاشقِ مجازی عشق میں اس طرح محو وفانی ہو گیا ہے، کہ قیامت تک اس کا نام عاشقانِ صادق کے زمرہ میں باقی رہے گا اور وہ شخص جو اس ہستی کے عشق میں جسے موت نہیں آئے گی اور ایسا لافانی ہے جو فنا پذیر نہ ہو گا، اپنی جان کی بازی لگا دے، ایک جان کے بدلے میں ہزارہا جانیں حاصل کر لے گا ایسی حیاتِ ابدی جس کو موت نہیں اور دولتِ سرمدی جس پر زوال نہیں آئے گا، سے سرفراز ہو جائے گا۔

چنانچہ حدیثِ قدسی کا مضمون اس طرح ہے۔ رباعی

با درد بساز کہ دوائے تو منم ‏ ‏ در کس منگر کہ آشنائے تو منم
گر بر سر کوئے عشق ما کشتہ شوی ‏ ‏ شکرانہ بدہ کہ خون بہائے تو منم

ترجمہ : "ہمارے درد میں مبتلا رہ کہ تیری دوا ہم ہیں، کسی اور کی طرف نظر نہ اٹھا کیونکہ تیرے آشنا ہم ہیں اگر ہمارے عشق کے کوچہ میں تو جان دیدے تو اس کا شکر ادا کر کہ تیرا خون بہا ہم خود ہیں"۔

جن کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی طرف کھینچ لیا اور اپنی محبت و شوق کا نشہ چکھا دیا ہے وہ دونوں جہاں کے شہنشاہ ہیں بلکہ اس جہاں کے سارے بادشاہ ان کے غلام ہیں کیونکہ وہ حضرت احدیت کی درگاہ کے محبوب و مقبول لوگ ہیں، اور ایسے عالی ہمت ہیں کہ حق کے سوا ان کے دامنِ ہمت میں کوئی چیز سما نہیں سکتی، ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خواہش آرزو، مطلوب و مقصود نہیں ہوتا، کیونکہ وہ تیغِ محبت کے مقتول ہیں وہ دونوں جہاں چھوڑ کر اپنے خداوند کریم سے اس طرح اطمینان پذیر ہو گئے ہیں کہ محبوبِ حقیقی کے سوا کسی چیز کے ساتھ الفت نہیں رکھتے اور کسی مقام میں قید نہیں ہوتے، ان کا مقام وہاں ہے جہاں مقام ہی نہیں کل قیامت کے روز انہیں کے حق میں فرمان آئے گا۔

یہ میرے درد کے تیر کے مارے ہوئے ہیں، اب میں ان کا ہمدم رہوں گا۔

فِىْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ

ترجمہ : "وہ اقتدار والے بادشاہ کے ہاں عزت والے مقام میں ہوں گے"۔

انہی کے حق میں ہے۔

فرد

ہر کس بجہاں دارد روئے بمراد ما ہر دو جہاں ذوقِ تماشائے تو داریم

ترجمہ : "دنیا میں ہر شخص کا رخ اس کے مقصود کی جانب ہوتا ہے ہم دونوں جہانوں میں تیرے تماشا کا ذوق رکھتے ہیں"۔

اے عزیز! اس سے بہتر کوئی سعادت نہیں کہ انسان حق تعالیٰ کی دوستی اور محبت کی خلعت سے سرفراز ہو جائے، اور اس سے بلند تر کوئی مقام نہیں کہ

عشقِ حقیقی کے میخانہ سے شرابِ محبت پی کر شاد ہو جائے۔

حضرت رسولِ اعظم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ ہمیشہ یہ دعا فرماتے:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ اَحَبَّكَ وَحُبَّ مَایُقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّكَ وَاجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ

ترجمہ: "اے اللہ! مجھے اپنی محبت، اس سے محبت جو تجھ سے محبت کرتا ہے، ایسے عمل سے محبت جو مجھے تیری محبت کے قریب تر کردے عطا فرما اور اپنی محبت میرے لئے موسم گرما میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب بنا دے"۔

کیونکہ عبادت وریاضت اور ذکر وفکر کا مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت غالب ہو، اور اس غلبۂ محبت سے محبوب کے علاوہ ہر چیز بھول جائے، ایک مقصود کے علاوہ کوئی مقصد دل میں نہ رہے، تاکہ خورشیدِ حقیقت کے انوار کا پرتو دل پر چمکنے لگے، اور مقصود اپنے چہرے سے نقاب اٹھالے۔

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ السامی سے لوگوں نے دریافت کیا کہ محبت کیا ہوتی ہے؟ فرمایا، "محبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دنیا میں جو کچھ ہے اس سے تو محبت نہ رکھے"۔

کیونکہ اہلِ کمال عاشقوں کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ جب تک دونوں جہانوں سے دست بردار نہ ہو جائے، جان ومال اس کے عشق کے خیال میں فدانہ کردے، حجاب کا پردہ نہیں اٹھتا اور حضرت ذوالجلال کی بزمِ وصال میں جگہ نہیں ملتی، اس لئے کہ اگر عاشق کے لئے محبوب کے علاوہ کسی اور سے ذرہ برابر تعلق و دلبستگی ہو تو وہ ذرہ اس کے حق میں حجابِ محکم اور بہت بڑی دیوار بن جاتا ہے، جس سعادت مند کو محبتِ الٰہی کے خیال کا مسئلہ حرکت کرنے لگے اسے چاہیئے کہ محبوب کے گھر کو غیروں کے خیال سے خالی کرے، اس کی محبت کے قمار خانہ میں

دو جہانوں کو قربان کر دے تاکہ محبت کا گھونٹ۔

وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا

ترجمہ : "ان کا رب انہیں شراب طہور پلائے گا"۔

کے شراب خانہ سے اسے بھی چکھائیں اور دوستی کے منصب پر سرفراز کریں۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو وحی آئی کہ اے عیسیٰ! "میں بندہ کے دل میں دیکھتا ہوں نہ کہ دنیا و آخرت کو، اور اپنی دوستی وہیں رکھتا ہوں"۔

اس دولت کو حاصل کر کیونکہ شربت عنایت محبت کے جنگل کے پیاسوں کو ڈھونڈتا ہے اور مہربان ساقی ہر گھڑی

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ

ترجمہ : "اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے"۔

کی شراب اپنے مشتاقوں کو عطا فرماتا ہے۔

اے عزیز! اس حقیقت کو یقینِ دل سے جان کہ راہِ خدا کی منازل زادِ راہ اور عشق کی سواری کے بغیر طے نہیں کی جا سکتیں، دولتِ معنوی اور کشائش باطنی کے دروازے درد و محبت کے سرمایہ کے بغیر نہیں کھولے جا سکتے، اس لئے کہ طالب و مطلوب کے درمیان ستر ہزار ظلمانی و نورانی پردے رکھے گئے ہیں، ہر پر درد آہ جو عاشق کے دل سے نکلتی ہے اس سے ایک پردہ اٹھ جاتا ہے اور وہ قدم آگے بڑھا لیتا ہے، جب ہر حجاب اٹھ جاتا ہے اس راہ کی طلب و تشنگی اور زیادہ ہونے لگتی ہے، تو ثمرۂ محبت یعنی خود کو بھول جانا اور حق سے واصل ہو جانا میسر ہوتا ہے۔ شعر

سیرِ زاہد درمہ و یک روزہ را — سیرِ عاشق ہر زماں تا تخت شاہ

عاشق وارستہ چوں از خود رہد — درزماں از نہ فلک می بگذرد

ترجمہ : "زاہد کی سیر ایک ماہ اور ایک دن، عاشق کی سیر ہر گھڑی بادشاہ کے

تحت تک ہوتی ہے، عاشق جب خود سے رہائی پاتا ہے تو اسی وقت نو آسمانوں سے آگے گزر جاتا ہے"۔

چونکہ عہدِ الست کے آغاز ہی میں ذوق وشوق کا گھونٹ عاشقوں کی جان کے حلقومِ جان میں ٹپکا دیا ہے وہی اثر ان کے باطن میں موجزن ہے، ان کی زندگی اسی شوق سے قائم ہے، ان کا آرام وجمعیت اسی ذوق سے وابستہ ہے، اگر ایک ساعت بھی اس شوق کی لذت وحلاوت سے رُک جائیں تو لاکھوں پر درد آہیں آگ سے بھرے سینے سے باہر نکالتے ہیں، خون کے آنسو آنکھوں سے برساتے ہیں، لاکھوں غم واندوہ کے ساتھ ماتم زدہ لوگوں کی طرح بے آرام و بے قرار ہو جاتے ہیں، جس وقت جذبۂ الٰہی سے محبت کا گھونٹ پیتے ہیں تو دوسرے پیالے کے لئے شور مچا دیتے ہیں۔

هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ

ترجمہ: "کیا اور بھی ہے"۔

کا نعرہ لگاتے ہیں۔ کبھی جدائی کے غم سے سرد آہ سینے سے نکالتے ہیں، کبھی بزمِ وصال و دولتِ اتصال کی راہ پاتے ہیں، کبھی محبت کے باغ میں مسکراتے ہیں، کبھی فراق میں گریہ کرتے ہیں، کبھی اس خاک دانِ ظلمانی کے اسیر اور خواہشاتِ نفسانیہ کے پابند ہو جاتے ہیں، اور کبھی انوار و تجلیاتِ ربانی سے منور ونورانی ہو جاتے ہیں، اگر تو بھی ہمت رکھتا ہے تو مردانہ وار اس راہ میں مضبوط قدم رکھ، دردِ عشق کا ذرہ پیدا کر کیونکہ درد و محبتِ الٰہی کی چاشنی کا ایک ذرہ ہزار بادشاہتوں سے بہتر ہے، اس لئے کہ درد و محبت سے تھوڑی عبادت بے درد و محبت بہت سی عبادت سے بہتر ہے، جس جماعت نے عشق و محبت کے تقاضا سے اپنے مقصود کو تلاش کیا، اسی راستہ سے اپنا مطلوب ڈھونڈا تو بہت جلد واصل ہو گئی، اس لئے کہ عشق کی حرارت بشری اوصاف اور نفسانی کثافتوں کو اس طرح جلا دیتی ہے، جس طرح ظاہری آگ خس و خاشاک کو راکھ کر دیتی ہے۔

حضرت رسولِ اعظم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ ہر روز فرمایا کرتے: "جس دن محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے لئے نیا درد و نیا عشق پیدا نہ ہو اس دن نکلنے میں برکت ہی نہ ہو"۔

فرد

یک ذرہ درد را بدو عالم نمی دہم زیرا کہ نیست ملک دو عالم بہائے درد

ترجمہ: "درد کے ایک ذرہ کو دونوں جہاں کے عوض میں، میں نہیں دوں گا اس لئے کہ دونوں عالم کی حکومت بھی درد کی قیمت نہیں"۔

ایک درویش سے منقول ہے کہ ایک رات میں اللہ رب العزت کی درگاہ میں حاضر ہوا، اس بے چوں ذات کی طرف سے خطاب ہوا: ہماری درگاہ میں کیا تحفہ لائے ہو؟ بعض اعمال کے متعلق میرے دل میں خیال گزرا، عتاب کے ساتھ خطاب ہوا کہ "اے مسکین! یہ حضرت کبریاء جل جلالہ کی بارگاہ ہے تیرے نزدیک حقیر سامان ہمارے ہاں بے بہا ہے، جو کچھ تو نے سوچا ہے وہ غلطی ہے، اس درگاہ کا تحفہ سرد آہ ہے اور اس بارگاہ کا ہدیہ دلِ پُردرد ہے"۔

رسائلِ تصوف میں سے ایک رسالہ میں دیکھا گیا کہ لاکھ علم سے ایک ذرۂ عمل بہتر ہے لاکھ عمل سے ایک ذرۂ اخلاص بہتر ہے، لاکھ اخلاص سے ایک ذرۂ عشق بہتر ہے، لاکھ عشق سے ایک ذرۂ شوق بہتر ہے اور لاکھوں شوق سے ایک ذرۂ درد بہتر ہے۔

حقیقت میں عاشقوں کے لئے درد و محبتِ الٰہی کے علاوہ کوئی دوسرا بہتر اور اچھا سرمایہ نہیں ہے، جو درد و محبت نہیں رکھتا وہ لذتِ معرفت کیا جانے لاکھ زہد و عبادت درد و محبت کے بغیر کرے ہرگز تو اس کا مزہ و حلاوت نہ پائے گا اور اپنے مقصود تک نہیں پہنچے گا۔

اے عزیز! اگر عشق نہ ہوتا تو کوئی عبادت خدا تعالیٰ کی طرف راہنمائی نہ

کرتی، یہی عشق ہے جس نے محبوب کے چہرے سے نقاب ہٹا دیا ہے اور حجاب کے پردے درمیان سے دور کر دیئے ہیں۔ دردمندوں کے زخموں کو حلاوت بخشنے والا اور زخمی جانوں کا شربت یہی عشق ہے۔ یہی عشق سوختہ جان لوگوں کا سرور اور ان کی مراد ہے۔ سبحان اللہ! عشق کتنی اچھی اور طرب انگیز شراب ہے کہ ایک ہی پیالہ عاشقوں کو مست کر دیتا ہے اور مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔ عشق کیسا چمکنے والا نور ہے جو عاشقوں کی مجلس کا چراغ اور مشتاقوں کی شام کا آفتاب ہے۔ عشق کتنی اچھی نسیم (بادِ صبا) ہے جو محبوب کا پیغام لاتی ہے اور دل کی کلی کو کھلاتی ہے۔

اے عزیز! قلم یہاں تک پہنچا تھا کہ اچانک لشکرِ عشق حملہ آور ہو گیا اور میرے وقت کو اچھا کر دیا، اور زبان کی بلبل یہ اشعار گانے لگی:

اے عشق بیا کہ انتظارم   در رہ تو دیدۂ باز دارم

ترجمہ: "اے عشق! آ کہ میں تیرے انتظار میں ہوں، تیرے رستہ میں آنکھیں کھولے ہوئے ہوں"۔

دیدہ براہِ آرزو باز   ہم گوش بتمنیش بر آواز

ترجمہ: "آرزو کہ رستہ میں آنکھیں کھلی ہوئی ہیں، کان بھی اس کی تمنا میں آواز کی طرف متوجہ ہیں"۔

اے عشق بیا ترا بجویم   تا سِر درونِ خود بگویم

ترجمہ: "اے عشق آ کہ مَیں تجھے ڈھونڈ رہا ہوں، تاکہ اپنے دل کا راز تجھے بتاؤں"۔

اے عشق بیا ترا گزیدم   وز ہر دو جہاں دل بریدم

ترجمہ: "اے عشق آ مَیں نے تجھے منتخب کیا اور دونوں جہاں سے دل کو قطع تعلق کر لیا ہے"۔

اے عشق اگر شوی ہم آغوش   من ہر دو جہاں کنم فراموش

ترجمہ: "اے عشق اگر تو میرا ہم آغوش ہو جائے، تو مَیں دونوں جہاں کو فراموش کر دوں"۔

اے عشق ہمیشہ باش با من   یک شعلۂ شوق دَردلم زن

ترجمہ: "اے عشق! تو ہمیشہ میرے ساتھ رہ، اور ایک شوق کا شعلہ میرے دل میں بھڑکا دے"۔

اے عشق مرا زخود ربودی   لیکن سوئے دوست راہ نمودی

ترجمہ: "اے عشق! تو نے مجھ کو مجھ سے چھین لیا۔ لیکن دوست کی طرف تو نے راہنمائی کر دی"۔

اے عشق دمے بیا و بنشیں   من خستہ دلم غریب و مسکین

ترجمہ: "اے عشق ایک گھڑی آ اور میرے ساتھ بیٹھ مَیں زخمی دل غریب اور مسکین ہوں"۔

ہستی تو غریب و من غریبم   یک قطرہ زجامِ تو چشیدم

ترجمہ: "تو بھی اجنبی ہے اور مَیں بھی اجنبی ہوں، تیرے جام سے ایک قطرہ میں نے چکھ لیا ہے"۔

یک ذرہ بدہ مرا ازاں جام   تاکار ہم شود سر انجام

ترجمہ: "ایک ذرہ مجھے اس جام سے عنایت کر تاکہ میں کام بھی انجام پذیر ہو"۔

روز از تو شبے مرا بس   تخت از تو خاکِ رہ مرا بس

ترجمہ: "تیری بدولت دن اگر رات بن جائے میرے لیئے کافی ہے۔ تیرے ہوتے ہوئے تخت اگر خاکِ راہ ہو جائے میرے لئے کافی ہے"۔

بہ پذیر تُحفۂ جاں بنشیں   بکشا کمر ازمیاں بنشیں

ترجمہ: "جان کا تحفہ قبول کر اور میرے پاس بیٹھ۔ کمر سے کمر بند کھول اور بیٹھ"۔

از آمدنت چوں گل شگفتم نہ دامن دامن بہار رفتم

ترجمہ: "تیری آمد کے باعث پھول کی طرح میں کھل گیا ہوں۔ میں بہار کی جھولیاں بھر کے لے جا رہا ہوں"۔

گل کرد بہار بختم امروز برگل بنہد تختم امروز

ترجمہ: "آج میرے نصیب نے پھول کو بہار بنا دیا ہے۔ اس نے آج میرے تخت کو پھولوں پر رکھ دیا ہے"۔

سبحان اللہ! عشق کا درد کتنا شوق انگیز ہے اور محبت کا کیسا نشاط آمیز سوز ہے۔ اگر یہ لذت بخش جام ہمیشہ میرے دل کے حلق میں ٹپکتا رہے۔ یقیناً اپنی خودی سے کامل طور پر نجات حاصل کر لے گا۔

چہ بودے گر مدام ایں تشنہ بودی کہ بر دیوانگی مستی فزودے

ترجمہ: "کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ ہمیشہ پیاسا رہتا اور جنوں پر مستی کو بڑھاتا رہتا"۔

اے عزیز! اگرچہ مَیں چاہتا ہوں کہ اس الم کو تحریر اور اس حال کو قال کے ساتھ بیان کروں لیکن قلم تحریر سے عذر خواہ ہے اور زبان کی کشتی اس بے نشاں سمندر میں ہے۔ اس وجہ سے دوبارہ اپنے مقصد کی جانب آتا ہوں، درد کے طالب عاشقوں کے لئے میں عاشقانہ نکتے بیان کرتا ہوں۔

سنو! سنو! طالبِ دنیا دنیاوی لذات میں مسرور ہے اور آخرت کا طالب حور و قصور کے خیال میں مگن ہے اور طالبِ مولیٰ عزوجل غیروں کے خیال سے دور اور حق کے ساتھ مسرور اور دونوں جہاں میں اللہ تعالیٰ کا بخشا ہوا ہے۔ بخشا ہوا کیوں کر نہ ہو۔ عشق کی آگ اس کی جان کے خرمن میں لگا رکھی ہے اور ماسویٰ کے گھاس پھوس کو جلا دیا ہے اور اس کے دل کی آنکھوں کو غیر حق دیکھنے سے سی دیا ہے۔

عشق آں شعلہ است کہ چوں برافروختند ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

ترجمہ : "عشق وہ شعلہ ہے جب اس کو بھڑکا دیتے ہیں معشوق کے سوا باقی سب کچھ جلا دیتا ہے"۔

جب عشق کمال کو پہنچتا ہے عاشق کسی طرف نہیں دیکھ سکتا۔

اگر وہ ساعت بھر اس کے سوا میں مشغول ہو گیا، لشکرِ عشق اس کے دل کے دامن کو پکڑے کشاں کشاں پھر محبوب کے کوچہ میں لے آتا ہے، محب فریاد کرتا ہے اسی وصال و اتصال میں حضرت لایزال کے جمال کی تشنگی زیادہ ہو جاتی ہے اور ارنی کا نعرہ لگاتے ہوئے زبانِ حال سے یہ شعر کہتے ہیں۔

شعر

از مارِ غمش گزیدہ دارم جگرے کاں را نکند ہیچ فسونے اثرے

ترجمہ : "اس کے غم کے سانپ کا ڈسا ہوا جگر میں رکھتا ہوں، اس کا زہر ایسا ہے کہ کوئی جادو اس پر اثر نہیں کرتا"۔

محبوب کے بغیر تو شہد بھی نہ چکھ۔

حضرت مولانا نظام الدین حسین رحمۃ اللہ علیہ نے اس دنیا سے رحلت کے وقت اپنے دوستوں کو اس طرح وصیت فرمائی: اے دوستو! وہ امور جن سے وصال حاصل ہو سکتا ہے وہ صرف تین چیزیں ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا کلام

(۲) حدیثِ نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام

(۳) مشائخِ دین کی بابرکت باتیں۔

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "جس کو یہ راستہ چاہیئے وہ دائیں ہاتھ میں کتاب اللہ پکڑے بائیں ہاتھ میں حدیث و سنّتِ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ پکڑے، ان دو چراغوں کی روشنی میں راستہ طے کرے تاکہ

گمراہی میں نہ پڑے اور رستہ اس پر روشن ہو جائے"۔

اس لئے کہ مشائخِ طریقت نے وصول الی اللہ کے طریقہ کو قرآن و حدیث سے استخراج فرمایا ہے۔

شیخ المشائخ حضرت علی المتقی رحمۃ اللہ عَلَیۡہِ اپنی تصنیف میں تحریر فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص علم کے ساتھ ساتھ عمل کو اپنا امام بنائے یعنی کلام اللہ اور حدیثِ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ پر کماحقہ عمل کرے، امید ہے اس پر سعادت کے دروازے کھل جائیں گے، اور دولتِ معنوی سے بہرہ مند ہو جائے گا۔

جو کوئی کتاب و سنت کے موافق عمل کرے یعنی امرونہی توکل و صبر اور تقویٰ وزہد پر استقامت کرے اخلاص سے عبادت اور فراغتِ دل سے یادِ خدا اسے میسر ہو، ظاہر و باطن میں حضرت رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی اتباع کو مضبوطی سے تھام لے تو اللہ تعالیٰ اس کا ھادی ہو گا اور حضرت رسالت پناہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی عنایت کی گود میں وہ شخص پرورش پائے گا۔

دوسرا طریقہ :

اس سعادت کے طالب کو چاہیئے کہ ہمت کا گھوڑا

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ

ترجمہ : "تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا"۔

کے میدان میں دوڑائے، دل کا غیرِ حق سے تعلق نہ رکھے، شیخِ کامل سے مکمل ذکر کے طریقہ کی اجازت لے کر علیحدگی میں بیٹھ جائے ذکر کی اس قدر کثرت کرے کہ خلوت و جلوت، اٹھتے بیٹھتے، باتیں کرتے اور چلتے پھرتے، کھاتے پیتے اور تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کی یاد کے بغیر نہ رہے، جو چیز اس دولت کے منافی ہو اس سے اجتناب برتے تاکہ آفتابِ شوق اس کے باطن کے مطلع سے طلوع کرے اس کی حرارت اور گرمی سے محبتِ الٰہی کا شعلہ اس کے دل میں روشن ہو۔

شعر

یک لحظہ زیادِ دوست دوری در مذہبِ عاشقاں حرام است

ترجمہ : ”عاشقوں کے مذہب میں دوست کی یاد سے ایک لحظہ کی دوری بھی حرام ہے“۔

جب طالب تمام تعلقات کو اپنے سامنے سے اٹھا دے اور دل کو تمام معلومات سے خالی کر کے شب و روز یادِ خدا میں مشغول ہو جائے، تو امید ہے کہ کثرتِ ذکر سے ذوق وشوق کا نور اور دردِ عشق کی چاشنی ظاہر ہو جائے گی۔ فرد

ز لوحِ خاطر عاطر غبارِ غیر بشوی کہ شرطِ عشق بود دل یکے ویار یکے

ترجمہ : ”معطر دلِ کی تختی سے غیر کا غبار دھو ڈال کیونکہ عشق کی شرط دل کا ایک ہونا اور محبوب کا ایک ہونا ہے“۔

کیونکہ کاملانِ اہلِ طریقت کے نزدیک یہ حقیقت طے شدہ ہے کہ عشق و محبت کی آگ اس شخص پر شعلہ زن ہوتی ہے، جس کا باطن محبوب کے علاوہ ہر چیز سے خالی ہو، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی کے لئے منتخب کیا ہو، اس کا باطن اپنے ماسویٰ سے پاک کر دیتا ہے اور ذکر کے توسط سے اس کو اپنے قریب کر لیتا ہے، جب اپنے قریب کر لیتا ہے تو اپنی دوستی و محبت سے اسے سرفراز فرماتا ہے۔

تیسرا طریقہ :

یہ بہت ہی آسان اور نزدیک تر ہے وہ یہ ہے کہ اس رستہ کے مشائخ میں سے کسی شیخ کی صحبت اختیار کرے، جس کا ظاہر شریعت کے چراغ سے روشن اور باطن اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت سے جلا ہوا ہو، تاکہ اس کے باطن کی گرمی اس میں بھی سرایت کرے، درویشوں کی صحبت کی برکت سے ان کا ہم رنگ ہو جائے۔

با عاشقاں نشیں وہمہ عاشقی گزیں باہر کہ نیست عاشق با اومشو قریں

ترجمہ : ”عاشقوں کے ساتھ بیٹھ اور عشقِ الٰہی کو اختیار کر، جو عاشق نہ ہو اس

کے قریب بھی نہ ہو"۔

عارفِ ربانی حضرت شیخ ابو القاسم گر گانی قدس سرہٗ نے کیا ہی خوب فرمایا:
اس کی مجلس اختیار کر کہ تو بالکل وہ ہو جائے یا وہ بالکل تو بن جائے، تاکہ تم دونوں حق سبحانہ وتعالیٰ میں گم ہو جاؤ، نہ تو رہے نہ وہ رہے"۔

حضرت ابو بکر صید لانی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں: "اللہ کی صحبت اختیار کرو، اگر ایسا نہ کر سکو تو اس شخص کی صحبت اختیار کرو جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی صحبت رکھتا ہو۔ تاکہ اس کی صحبت کی برکت تمہیں حق تعالیٰ تک پہنچا دے"۔

اس لئے اس گروہ کی صحبت کیمیا ہے جو جسم کے تاریک لوہے کو خالص سونا بنا دیتی ہے، صاحبِ نفس افراد کی صحبت کی کثرت اور ان کے متبرک سانسوں کی برکت سے غیر کی گرفتاری ومحبت سے خلاصی ہو جاتی ہے، عاشق شکستہ دل اپنے آپ سے رہائی پا لیتے ہیں۔ شعر

گر تو خواہی مرد گردی اے فقیر   صحبتِ صاحبدلاں را پیشہ گیر

ترجمہ: "اگر تو چاہتا ہے کہ کامل مرد ہو جائے اے فقیر! تو دل والوں کی صحبت کو اپنا پیشہ بنا لے"۔

حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ فرماتے ہیں: "جن طالبوں کی بشریت کا انڈا مختلف مجالس کے سبب گندا ہو گیا ہو، اہل اللہ کی صحبت جو کبریتِ احمر ہے، کے بغیر اس کا اصلاح پانا بالکل ممکن نہیں"۔

افسوس! اس جماعت کی قدر کسی نے نہ جانی، کسی شخص نے انہیں نہ پہچانا، اگر اس قسم کے کسی صاحبِ دل عزیز کی صحبت جو خود سے رہائی پا کر حق سے واصل ہو گیا ہو میسر نہ آئے اور کسی طالب کو اس کی طلب دامن گیر ہو وہ اس دولت کا حصول چاہتا ہو تو وہ اہل اللہ کے ملفوظات مبارکہ سے چند اوراق ہر روز مطالعہ کرے تاکہ محبت وشوق ہمیشہ ترو تازہ رہے۔

حضرت شیخ ابو علی دقاق قدس سرہٗ سے لوگوں نے پوچھا مردانِ حق کی گفتگو سننے سے کیا کوئی فائدہ ہوتا ہے؟ فرمایا: ہاں یہ فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) اگر مرد طالب ہے تو قوی ہمت ہو جاتا ہے، اس کی طلب اور زیادہ ہو جاتی ہے۔

(۲) اگر کوئی اپنی دل میں گھمنڈ رکھتا ہو تو وہ ٹوٹ جاتا ہے، رعونت کے دعویٰ سے نکل جاتا ہے اور اسے اپنے عیوب سے آگاہی ہو جاتی ہے۔

شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس سرہٗ فرماتے ہیں: طالبِ حق کو چاہیئے کہ ہر روز مشائخ و اہل اللہ کے کلام سے چند اوراق ضرور مطالعہ کرے تاکہ اس کا دل دنیا سے سرد ہو جائے اور آخرت یاد آئے، ذوق و شوق بڑھے اللہ تعالیٰ کی دوستی اس کے دل میں پیدا ہو، اہلِ کمال کے اخلاق و کردار حکایات و ریاضات، عبادات و عادات اور درجات سے واقف ہو، جب آدمی اس طرح کی گفتگو سنتا ہے تو ضرور اس کی حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے کہ یہ کیسا ذوق و شوق تھا جو عاشقوں کی جان میں ڈال دیا گیا، یہ کیسی دولت ہے جس کے ساتھ اصحابِ اشتیاق کو نوازا گیا ہے۔

جامی نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بسا کیں دولت از گفتار خیزد

ترجمہ: "اے جامی! عشق صرف دیدار ہی سے نہیں بڑھتا، اکثر اوقات تو یہ دولت گفتگو سے ہی نصیب ہو جاتی ہے"۔

یہ تین طریقے محبتِ الٰہی کے حصول کے لئے ہیں، میں نہیں جانتا کہ کون نیک بخت سعادت مند ہے جو اس دولت کی طرف رغبت رکھتا ہے اور کون ہے جو کوشش کے ناخن سے اس بند گرہ کو کھولے گا، اے جواں مردو! ڈھونڈو تاکہ پاسکو، جس نے ڈھونڈا پالیا۔ شعر

تو راہ نہ جستہ ازاں نہ نمودند ورنہ کہ زداین درکہ درش نہ کشوند

ترجمہ: "تو نے راستہ ڈھونڈا ہی نہیں اسی وجہ سے انہوں نے نہیں

دکھایا ورنہ کون ہے جس نے یہ دروازہ کھٹکھٹایا ہو اور انہوں نے کھولا نہ ہو"۔

جس طرح اللہ رب العزت کا بابرکت خطاب غفلت کے جنگل میں بھٹکنے والوں کو ہے۔

تو خاصۂ ماباش کہ مانیز ترائیم در ہردو جہاں مقصد و مقصودِ تو مائیم
گر یک قدم از راہِ طلب سوئے من آئی ما صد قدم از راہِ کرم سوئے تو آئیم

ترجمہ: "تو خاص ہمارا بن جا ہم بھی تیرے ہیں، دونوں جہاں میں تیرا مقصود اور مطلوب ہم ہیں، اگر تو طلب کے ساتھ پر ہماری طرف ایک قدم رکھے گا، ہم ازراہِ کرم سو قدم تیری طرف آئیں گے"۔

لہٰذا اس حقیقت کو یقینِ دل سے جان کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے دروازے کسی وقت بھی بند نہیں، لیکن کیا فائدہ کہ کوئی دل آرزو مند ہی نہیں ہے۔

مقبولِ درگاہ باری تعالیٰ حضرت خواجہ عبداللہ انصاری قدس سرہٗ فرماتے ہیں: اگر تو آئے تو دروازہ کھلا ہے، اگر نہ آئے تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔

اے عزیز! اگر تو نے عمر غفلت میں گزار دی ہو تو ایک بار صدق و نیاز سے یارب کہہ تو ستر مرتبہ لَبَّیْکَ عَبْدِیْ "میری بندے میں حاضر ہوں" کی ندا آئے گی اور رب کریم کرم سے جواب عطا فرمائے گا۔

حدیثِ قدسی کا مضمون اسی طرح ہے۔

رُباعی

باز آ باز آ ہر آنچہ گردی باز آ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نا امیدی نیست صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

ترجمہ: "واپس لوٹ آ! واپس پلٹ آ! جو کچھ تو بن چکا ہے اس سے واپس لوٹ آ اگرچہ تو کافر، آتش پرست اور بت پرست ہے پھر بھی واپس آ جا یہ ہماری درگاہ نا امیدی کا دربار نہیں ہے، سو بار اگر تو نے توبہ توڑی ہے تو بھی

لوٹ آ"۔

ایک روز حضرت جبریل علیہ الصلوۃ والسلام حضرت رسالت پناہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ آج میں نے جو چیز دیکھی ہے وہ کبھی نہیں دیکھی وہ یہ ہے کہ ایک شہر میں ایک بُت پرست نے اپنے سامنے بُت رکھا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا: اے صنم! اے صنم! ایک بار غلطی سے اس کی زبان سے اے صمد! نکل گیا، حضرت رب العزت کے پردوں سے آواز آئی۔

لَبَّیْکَ عَبْدِیْ

ترجمہ: "میرے بندے میں حاضر ہوں"۔

میں نے عرض کی: اے خداوندِ کریم! وہ بُت پرست ہے اپنے بُت کو پکار رہا ہے، صمد نام غلطی سے نکل گیا ہے تو نے کیوں اس کو قبول کر لیا ہے، فرمان آیا اے جبریل! اگر وہ اپنا معبود بھول گیا ہے تو ہم جانتے ہیں کہ اس کا معبود کون ہے؟ چونکہ اس کے معبود حقیقت میں ہم ہیں، لہٰذا جب وہ ہمیں پکارے گا تو ہم جواب دیں گے۔

خواجہ ابراہیم ادھم قدس سرہٗ ایک روز کعبہ معظمہ کا طواف کر رہے تھے کہ آپ کی زبان سے نکلا

اَللّٰھُمَّ اعْصِمْنِی الذُّنُوْبَ

ترجمہ: "اے اللہ مجھے گناہوں سے بچا"۔

آپ نے آواز سنی: جو کچھ تو چاہتا ہے سب اگر یہی چاہتے ہیں، اگر سب کے سر پر دستارِ عصمت رکھ دیں تو مغفرت کا خزانہ اور معدنِ کرم کے موتی ہم کس پر نثار کریں گے اگر کوئی گناہوں سے آلودہ نہ ہو گا تو ہماری عنایت کی بارش کس کو دھوئے گی اگر کوئی گناہ گار نہ ہو گا تو ہماری مہربانی قبولیت کے راز کس سے کہے گی،

اکرم الاکرمین کا کتنا کرم ہے ارحم الراحمین کا کتنا فضل ہے اور وسیع مغفرت والے کی کتنی بخشش ہے، وہ اپنے بندے پر بے غایت کرم بے انتہاء مہربانی فرماتا ہے، جو کوئی اس طرح کے مالک کے فضل و کرم سے محروم و بے نصیب ہو وہ واضح طور پر بدنصیب و شوریدہ بخت ہو گا لہذا ہوشیار ہو! غفلت کی روئی ہوش کے کانوں سے نکال! چند قدم مضبوطی سے اس راہ میں رکھ اور دامنِ خدمت اپنی کمر پر مضبوطی سے باندھ، دنیا پر پاؤں رکھ، پشت عقبیٰ کی جانب کر، چہرہ مولیٰ کریم کی جانب کر، اگرچہ لاکھ محنت و مشقت اس راہ میں پیش آئیں تو بھی اس راستہ سے منہ نہ موڑنا چاہیئے، اپنی طلب میں سچے بنو، جب ان تین سعادتوں سے جو اوپر ذکر ہوئیں تو محروم رہ گیا تو چالیس روز تک حلال لقمہ کھا، زبان کو جھوٹ ولایعنی گفتگو سے محفوظ رکھ، خلوت خانہ میں بیٹھ کر عجز و نیاز سے توبہ و استغفار کر اور ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے محبتِ حق طلب کر کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "مانگو تاکہ میں تمہیں عطا کروں" کیونکہ میری رحمت کے خزانے مالامال ہیں، میرا کرم مرادیں عطا فرمانے والا ہے، کونسا گدا ہے جو دستِ نیاز میرے سامنے لایا اور نقدِ مراد اس کی کفِ امید پر میں نے نہ رکھا ہو، کون محتاج ہے جس نے سوال کی زبان کھولی ہو اور اس کی حاجت کے رقعہ پر قبولیت کی شاہی مہر ہم نے نہ لگائی ہو۔ خصوصاً آدھی رات کے وقت جو طالبانِ مغفرت کی مغفرت گاہ ہے اور سائلوں کو عطاء کرنے اور مشکلات کے دور ہونے کے دروازے کھلنے کا وقت ہے خلوصِ نیت سے جو کچھ تو چاہتا ہے مانگ، مناجات کر امید ہے کہ آدھی رات کی دعا کا تیر فضلِ الٰہی سے اجابت کے ہدف پر جا لگے گا اور آفتابِ عشق باطن میں روشن ہو جائے گا۔

حدیثِ پاک میں ہے: خواجہ کائنات خلاصۂ موجودات علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جب آدھی رات گزر جاتی ہے، ساری مخلوق نیند کی آغوش میں چلی جاتی ہے تو حضرت پروردگار کا لطف و رحمت جوش میں آتا ہے، حضرت رب العزت عظمت و جلال سے آسمانِ دنیا میں نزول فرماتا ہے۔ بندوں کو خطاب مستطاب فرماتا ہے:

اے فراق کے مارے خاکیو! اے دھوکہ خوردہ غافلو! ہم نے رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں، کون ہے جو زبانِ حال اور صدقِ مقال سے حاجت طلب کرے تاکہ اس کی حاجت کو پورا کر دوں، کون ہے جو اس وقت تمنا کرے تاکہ اسے بے انتہاء عطاء سے مسرور کر دوں۔

لہٰذا یہ وقت جو قبولیت کا وقت ہے حق تعالیٰ سے حق کے سوا کچھ طلب نہ کر، جب محب کو محبوب اختیار دے کہ "مجھ سے مانگ" اور محب محبوب سے محبوب کے علاوہ کچھ اور طلب کرے تو انتہائی پست فطرتی ہے، عشق و محبت کے علاوہ کچھ اور مانگنا کم ہمتی ہے۔ لہٰذا یہ وقت جو قبولیت کا وقت ہے عجز و نیاز سے یہ مناجات پڑھے۔

الٰہی! جان کی بازی لگانے والوں کے صدقے جنہوں نے تیری محبت کے قمار خانہ میں دونوں جہانوں کو قربان کر دیا مجھے اپنی محبت کے نشہ میں مست کر، تاکہ غیر کی محبت میرے دل میں باقی نہ رہے۔

الٰہی! صبح بیدار ہونے والے عاشقوں اور اشک بہانے والے دردمندوں کے صدقے، عشق کے شراب خانہ سے شرابِ محبت مجھے چکھا تاکہ اس کے نشہ سے اپنی ہستی پر کھیل جاؤں۔

الٰہی! اپنی ذات پاک کے دیدار کے مشتاقوں کے طفیل جو تیرے عشق میں جان بازی کرتے ہیں باغ کے روح کی بلبل کو اپنے جمال کے باغ پر والہ و شیدا کر تاکہ تیرے شوق و ذوق میں خود سے بے خبر و مست ہو جاؤں۔

الٰہی! تیز رفتار عاشقوں کی عزت کے صدقہ جو کونین سے بے فکر ہیں، مجھے اپنی محبت کے زندان میں قید کر اور شوق کا طوق میری گردن میں ڈال۔

الٰہی! پاک باز مردوں کے طفیل جنہوں نے دل کو تیرے ماسوا سے پاک کر دیا ہے میرے دل میں جو کچھ تیرے سوا ہے اسے اٹھا لے تاکہ کوئی سانس تیری یاد و حضور کے بغیر نہ نکالوں۔

الٰہی! عزلت نشین عابدوں کی عزت کے واسطے جو کسی وقت بھی تیری

عبادت سے فارغ نہیں ہیں' اپنے قصوروں کے باعث سر اوپر نہیں اٹھاتے' اس مفلس بے مایہ کو شب و روز اپنی طاعت کے اندر محفوظ رکھ تاکہ میں کسی وقت بھی دوسرے کام میں مشغول نہ ہوں۔

الٰہی! اہلِ معرفت عارفین کے طفیل جنہوں نے آئینۂ دل کو ماسویٰ اللہ کے زنگ اور آب و گل کی کدورت سے صاف کر دیا ہے' غفلت کا پردہ ہماری بصیرت کی آنکھ سے دور رکھ' ہر چیز کی حقیقت جس طرح ہے اس طرح دکھا۔

الٰہی! مقربین اہلِ قرب کے واسطے جن کا باطن انوار و تجلیات سے روشن ہے' اپنی معرفت کے نور سے میرے باطن کو منور فرما' میرے دل کے فانوس کو تجلیات کی شمع سے روشن فرما تاکہ بیہودہ خیالات' باطل افکار سے میں امان و حفاظت میں رہوں۔

الٰہی! عاشقوں کی سرد آہ اور سینہ جلے ہوؤں کے سوز کے صدقے جو تیرے شوق اور تیرے وصال کے ذوق کے جوش سے محظوظ اور مسرور ہیں' غفلت کے سمندر میں غرق ہونے والوں کو کرم و عنایت کے شربت خانہ سے محبت کا گھونٹ چھکا تاکہ تیری مغفرت کے دریا سے میں بھی سیراب ہو جاؤں اور نیند سے بیدار ہو جاؤں۔

اے عزیز! اگر دلِ جمع نصیب ہو اور باطن میں لذت و حلاوت موجود ہو تو اہل اللہ کی یہ مناجات جو تبرکاً معتبر کتابوں سے منتخب کر کے لکھی ہیں' بھی پڑھا کرو۔

الٰہی! میں ایسا کردار نہیں رکھتا' جو تیری کبریائی کے مناسب ہو' نہ گفتگو رکھتا ہوں جو اس درگاہ کے لائق و مقبول ہو۔

الٰہی! مجھے ایسا دل عطاء فرما جس میں تیرے سوا جو کچھ ہے نہ سمائے' تیرے سوا جو کچھ ہے اس کو جو برابر بھی نہ سمجھے۔

اے خداوند کریم! ایسی زبان عنایت فرما جو ہر دم تیری ثنا و شکر کہے' ایسا نفس عطاء فرما جو کلمہ طیبہ کے ساتھ تیری طرف چلنے لگے۔

الٰہی! تو وہی ہے جو اپنی رحمت و کرم کے دریا سے سیراب کرتا ہے' تو وہی

ہے جو ہم عاصیوں کو اپنے کمال فضل و کرم سے منزل مقصود تک بسلامت پہنچاتا ہے۔

اے خداوند کریم! ہماری محرومی و مجبوری ہماری اپنی خودی کی وجہ سے ہے اپنے فضل سے ہم کو ہم سے رہائی عطا فرما اور اپنی شناسائی عنایت فرما۔

الٰہی! ایک نظرِ عنایت مجھ درماندہ پر کر، اپنی جانب راستہ دکھا کیونکہ میں دروازے پر پڑا ہوا ہوں۔

الٰہی! احسان و کرم کے شفاخانہ سے شربت چکھا کیوں کہ ہم غفلت کی بیماری سے بیمار ہیں، اور شرابِ عشق سے پیالۂ شوق انعام فرما کہ ماسویٰ کی گرفتاری کی وجہ سے ہم ذلت میں گرفتار ہیں۔

الٰہی! ہماری زبان کو ہر اس بات سے جس میں نقصان ہے خاموش رکھ ہمارے دل سے ہر اس خیال کو جو ہماری ذلت کا سبب ہے فراموش کر دے۔

الٰہی! ایسا وقت لا کہ گذشتہ پر غم نہ کھائیں اور ایسی حالت عطا فرما کہ ناموجود کی تکلیف نہ اٹھائیں۔

الٰہی! تحائف جو تو نے ہمیں عنایت فرمائے ہیں ہماری بے ادبی کے باعث ہم سے واپس نہ لے۔

الٰہی! تجھ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں، ہمارے بُرے اعمال کی پردہ پوشی فرما، چونکہ تیرے سامنے کچھ مشکل نہیں ہمارے بُرے اعمال بخش دے۔

الٰہی! ہم مفلس اگرچہ عاصی و گناہگار ہیں، لیکن رحمت کے اُمیدوار ہیں، اپنے کمال کرم سے ہمیں مقبولین کی لڑی میں پرو دے۔

الٰہی! ہماری برائیوں کو بخش دے ہماری بد کرداریوں کو نہ دیکھ۔ بیت

بے نیازا برنیازی ما بہ بخش گرچہ غفلت کردہ ایم اما بہ بخش

پائے در گل ماندگان را دستگیر عذرِ ناہموارِ مارا در پذیر

باطن سرگشتگان را راہنما از بروں افتادگاں را درکشا

ترجمہ : "اے بے نیاز (خدا) ہماری عاجزی پر ہمیں بخش دے، اگرچہ ہم غفلت میں ہیں، بخش دے۔ کیچڑ میں پھنسے ہوؤں کے ہاتھ پکڑ، ہمارے ناموزوں عذروں کو قبول کر، باطن کے بھٹکے ہوؤں کو راستہ دکھا، باہر پڑے ہوؤں کے لئے دروازہ کھول دے"۔

الٰہی! ہمارے دلوں کے صحن سرا کو پریشان تفکرات کے خس وخاشاک سے خالی کر، ہماری کمزور عقلوں کو اپنے عشق ومحبت کے ادراک کے لئے کوئی نشانی دکھا۔

الٰہی! اپنے بے انتہاء کرم وبے شمار فضل سے ہم کو درگاہ سے ناامید نہ کرنا اور دم واپسیں کہ جب زندگی کی امید منقطع ہو جائے ہماری جان کے کانوں کو

اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا

ترجمہ : "خوف نہ کرو اور غمگین نہ ہو"۔

کی آواز سے مشرف فرما، اپنے حبیب مکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ واصحابہ کے طفیل۔

اے عزیز! عالی ترین مقام، کمالِ سعادت، بہترین نعمت اور مرتبہ کی انتہاء اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی دوستی ومحبت ہے، اگر تو یہ رکھتا ہے تو خوشی کر، اگر نہیں تو طلب کر، اگر تو نے (یہ محبت) پالی تو اس کے شوق میں مست ہو جا، اگر نہیں پائی تو اس کی طلب میں چست ہو جا۔ شعر

گرنداری شادی از وصلِ یار خیز برخود ماتم ہجراں بدار

ترجمہ : "اگر تو محبوب کے وصل کی خوشی نہیں رکھتا تو اٹھ اپنے اوپر فراق کے باعث ماتم کر"۔

خلاصہ یہ کہ اگر کئی دفتر لکھوں، کئی جلدیں سیاہ کروں تو بھی عشق کی حقیقت سے ایک ذرہ بھی نہ لکھ سکوں۔ شعر

گر بگویم شرحِ عشق بردوام صد قیامت بگذرد ہم ناتمام

ترجمہ : "اگر ہمیشہ عشق کی شرح بیان کرتا رہوں، سو قیامتیں بھی گزر جائیں تو بھی نامکمل ہو گا"۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی برکت و عزت کے طفیل جن کے دلوں میں عشق کی آگ کے باعث جوش ہے اور غلبۂ شوق کی وجہ سے ان کے سینوں میں شور و غل بپا ہے، اپنے تمام بندوں اور اس عاجز عاصی کو اپنے عشق و محبت سے بہرہ مند فرمائے اپنے فضل و کرم سے۔

اَللّٰھُمَّ احْرِقْ عَوَارِضَ قَلْبِیْ بِنَارِ عِشْقِکَ وَ تَزَوَّدْ شَوْقِیْ اِلٰی جَمَالِکَ وَ مَحَبَّتِکَ وَنَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ وَاقْطَعْ حِجَاباً مِّنْ بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام

ترجمہ : "اے اللہ! میرے قلب کے عوارض کو اپنے عشق کی آگ سے جلا، اپنے جمال و محبت کی طرف شوق بڑھا دے، اپنے معرفت کے نور سے میرا قلب روشن کر دے، میرے اور تیرے درمیان جو پردہ ہے وہ ختم کر دے اے بزرگی اور احسان کے مالک۔ ابیات

توقع ز اخوانِ اہلِ صفا بجز ادعیہ نیست دیگر مرا
ہر آں کس کہ خواند دعائے کند بیامرزد اورا خدائے آحد